دوسرا چہرہ
ONE ENDLESS HOUR
کا آزاد ترجمہ

کامران سیریز کی ۱۱۲ ویں پیش کش

دوسرا چہرہ

ONE ENDLESS HOUR

کا آزاد ترجمہ

مصنف ~~~~ ڈان جے مارلو

مترجم ~~~~ ایف ایم صدیقی

کامران سیریز اقبال روڈ راولپنڈی (پاکستان)

پہلی بار ــــ فروری ۱۹۷۶ء

شمارہ نمبر ــــ ۱۱۲

طابع ــــ شاداب پرنٹنگ پریس راولپنڈی

ناشر ــــ ملک غلام محمد

(سول ایجنٹس)

کتاب گھر نیا بازار راولپنڈی (پاکستان)

ابتدائیہ

جناب ایف، ایم صدیقی صاحب پہلے بھی کئی نئے مصنفین کو کامران سیریز میں متعارف کرا چکے ہیں اور قارئین نے ان کی اس کوشش کو سراہا ہے۔ اس مرتبہ وہ پھر ایک نئے مصنف کو متعارف کرا رہے ہیں امید ہے کہ ناظرین اسے بھی پسند کریں گے۔

ادارہ کامران سیریز کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ نہ صرف اپنا سابقہ معیار برقرار رہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہوتا رہے اور اس مقصد کے لئے ہمیں بے شمار انگریزی ناولوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات پندرہ بیس ناولوں کے مطالعہ کے بعد کہیں ایک شمارہ کے لئے کوئی ناول پسند آتا ہے اور ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ سیریز کسی ایک دو مصنفوں کا پابند ہو کر رہ جائے بلکہ جو ناول پسند آگیا اس کا ترجمہ کرا دیا۔ خواہ وہ کوئی گمنام مصنف ہی کیوں نہ ہو۔

امید ہے قارئین حسب معمول اپنی آرا سے آگاہ فرمائیں گے

ایم غلام محمد

کامران سیریز کی چند امتیازی خصوصیات

- اس سیریز کے تمام ناول انتہائی دلچسپ اور معیاری ہوتے ہیں۔
- اس کا ہر شمارہ مناسب ضخامت کا حامل ہوتا ہے۔ یعنی نہ اتنا مختصر کہ تشنگی محسوس ہو اور نہ اتنا طویل کہ طبیعت پر بار ہو جائے۔
- ہر شمارہ ایک مکمل ناول کا شگفتہ ترجمہ ہوتا ہے تاکہ قارئین دوسرے یا تیسرے حصہ کے لئے زحمت کش انتظار نہ ہوں۔
- فطرت انسانی میں تنوع کے پیش نظر ہر شمارہ میں مختلف مصنفین اور مترجمین کی رنگارنگ تخلیقات پیش کی جاتی ہیں تاکہ قارئین مسلسل یک رنگی و یکسانی سے اکتا نہ جائیں۔
- انتخاب کے وقت اس امر کی بطور خاص تحقیق کر لی جاتی ہے۔ کہ زیر ترجمہ ناول پیشتر ازیں اردو میں شائع نہ ہو چکا ہو، تاکہ قارئین کے اعتماد اور ذوق لطیف کو ٹھیس نہ پہنچے اور ان کی رقم ضائع نہ ہو۔
- کتابت و طباعت صاف ستھری، دل کش اور دیدہ زیب ہوتی ہے۔
- ہر شمارہ کا ٹائیٹل سادہ مگر جاذب نظر نیز عامیانہ اور عریاں نقاویر سے پاک ہوتا ہے جسے ہر گھر میں کسی احتیاط کے بغیر رکھا جا سکتا ہے۔
- اس سیریز کو ملک بھر میں کم قیمت پر معیاری جاسوسی ادب پیش کرنے میں نمایاں اور اولین مقام حاصل ہے۔

ادارہ:- کامران سیریز ڈی ۲۷۶ اقبال روڈ راولپنڈی

۱

فلوریڈا کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ کافی دیر تک کچی اور غیر ہموار سڑک پر چلتے ہوئے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں آخر کار وہ پتلی سڑک نظر آ گئی۔ جس کی تلاش میں میں کئی منٹ سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دائیں طرف دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ بائیں طرف دور سمندر تھا۔ اور دائیں طرف پہلے کچھ فاصلے تک چھدرا اور پھر گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ میں نے رفتار کم کر کے فورڈ کو دائیں طرف موڑا ہی تھا۔ کہ لنڈلی تیزی سے بولی۔ "نہیں نہیں اس طرف نہیں۔"

لیکن میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اور فورڈ کو جنگل کی طرف جانے والی پتلی سڑک پر ڈال دیا۔ سڑک کیا تھی بس تنگ سا ایک راستہ تھا جو اونچا نیچا غیر ہموار اور چھوٹے موٹے گڑھوں سے پر تھا۔ دونوں طرف حد نظر تک جھاڑیاں ہی جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ دو تین فرلانگ کے بعد جنگل گھنا ہوتا چلا گیا۔ مزید دو فرلانگ آگے جنگل اتنا گھنا تھا۔ کہ دونوں طرف کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دونوں جانب اگے ہوئے بلند و بالا درخت راستے پر اس طرح جھکے ہوئے تھے۔ کہ راستہ سرنگ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ کئی مرتبہ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے آگے راستہ ہے ہی نہیں لیکن فورڈ پتوں اور شاخوں کو چیر کر برابر آگے بڑھتی رہی۔ آخر کار ایک جگہ بریک لگا کر میں نے گاڑی روک دی۔ انجن بند کیا۔ ہیڈ لائٹس بجھائیں اور برابر بیٹھی لنڈلی کی کمر میں بازو ڈال کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ سمجھی کہ میں اسے چمٹا کر پیار

کرنے لگا ہوں اس لئے معمولی سی لیس و پیش کے بعد اس نے اپنا سر میرے شانے پر ٹکا دیا۔ ڈرائیونگ کے دوران بھی اس قسم کی حرکتیں میں کئی مرتبہ کر چکا تھا۔ تا کہ اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے اور بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔

اسے یقین تھا۔ کہ اس کا بوائے فرینڈ ڈپٹی شیرف فرنکلن یقیناً تعاقب کر رہا ہو گا اور کسی بھی لمحہ پہنچنے والا ہو گا۔ مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ میں فرنکلن کی پولیس کار وزد کو پہلے ہی بیکار کر کے اسے کئی میل پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ دو منٹ کے بعد لڑکی نے گردن گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ لیکن گھور اندھیرے کے علاوہ اسے کچھ نظر نہ آیا۔ کاش کچھ روشنی ہوتی اور میں اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ سکتا۔ عین اسی لمحہ بڑی پھرتی سے اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسٹیرنگ کے ساتھ لگے ہوئے ہارن کے سوئچ کو دو مرتبہ دبایا۔ میں نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن ہارن دو مرتبہ ٹیں ٹیں کر چکا تھا۔ پھر فوراً ہی اس نے ہیڈ لائٹس کے سوئچ تک ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی۔ لیکن میں اب غافل نہیں تھا۔ چنانچہ فوراً اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ اب وہ جسم ڈھیلا چھوڑ کر اور سر سیٹ کی پشت سے لگا کر آرام سے بیٹھ گئی۔ اسے پوری توقع تھی۔ کہ فرنکلن بس پہنچنے ہی والا ہو گا۔ اور مجھے ہلاک کر کے اسے چھڑا لے جائے گا۔

"تو تمہیں امید ہے کہ فرنکلن ضرور آئے گا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ہوں.... ممکن ہے آئے مگر تمہیں بچانے کے لئے نہیں مجھے ہلاک کرنے کے لئے۔ خیر جو بھی ہو۔ تمہاری قبر تو اب یہیں بنے گی..... چلو اب باہر نکلو اور وہ جگہ بتاؤ جہاں مال دفن ہے۔ بھول جاؤ کہ فرنکلن آئے گا۔ اور اپنی خوش قسمتی سمجھو کہ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔"

وہ خاموش رہی۔ اس کا شیطانی ذہن پتہ نہیں کیا سوچ رہا تھا۔ "فرنکلن کو وہ رقم

آج تک نہیں مل سکی۔" آخر کار وہ بولی۔ لہجہ دھیما اور آواز میں لرزش تھی۔ "بینی کی جیب میں صرف چند سو ڈالر تھے..... کاش میں فرنکلن کو نہ بتاتی کہ ایک دراز قد بھورے بالوں والا شخص ہر ہفتہ نہایت باقاعدگی سے ایک پیکٹ رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجتا ہے۔"

"ہوں..... تو اسی لئے فرنکلن مجھے مردہ کی بجائے زندہ حالت میں پانا چاہتا ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔"

فرنکلن سمجھتا تھا۔ کہ مجھے معلوم ہے کہ رقم کہاں ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اب واقعی مجھے معلوم تھا۔ کہ رقم کہاں دفن ہے۔ "اس کا مطلب ہے کہ فرنکلن کو رقم نہیں ملی۔ اور یہ کہ بینی نے زبان نہیں کھولی تھی؟"

"بالکل یہی بات ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"بینی کہاں ٹھہرا ہوا تھا؟" میں نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ڈیش بورڈ کی معمولی سی روشنی میں میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا تو چہرہ زرد اور آنکھیں ویران نظر آ رہی تھیں۔

"بولو..... وہ کہاں ٹھہرا ہوا تھا۔؟" اس مرتبہ میرا لہجہ سخت اور دھمکی آمیز تھا۔ اس نے کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر کچھ اشارے سے کئے۔ میں نے فوراً ڈ آگے بڑھا دی لیکن میں سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ مجھے دھوکہ دے رہی ہے۔ چنانچہ ہاتھ بڑھا کر اسے گردن سے پکڑا اور جھٹکا دیتے ہوئے بولا۔ "ٹھیک ٹھیک بتاؤ ورنہ حلیہ بگاڑ کر رکھ دوں گا۔"

اس نے نفرت سے دیکھتے ہوئے گردن موڑ لی۔ میں نے اندرونی جیب سے اعشاریہ ۳۸ سمتھ آٹومیٹک نکال کر ہلکی سی چوٹ اس کی کہنی پر ماری۔ وہ درد سے چیخ اٹھی۔

"عقل سے کام لو۔ اور مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ ورنہ اس مرتبہ دستہ مار کر ناک توڑ دوں گا۔"

اس نے پیچھے کی طرف اشارہ کیا اور میں نے بہ ہزار دقت فورڈ کو پیچھے کی طرف موڑا۔ اس کے بعد کئی منٹ تک چیونٹی کی رفتار سے گاڑی چلتی رہی۔ پھر اچانک لزلی نے دائیں طرف اشارہ کیا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں غور سے دیکھنے پر ایک بہت ہی تنگ راستہ درختوں میں چھپا ہوا دائیں طرف جاتا دکھائی دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر لزلی اس طرف اشارہ نہ کرتی تو وہ راستہ مجھے ہرگز دکھائی نہ دیتا۔ میں نے فورڈ کو موڑا اور اس تنگ پگڈنڈی نما راستے پر ڈال دیا۔ کچھ دیر کے بعد جب کچھ نظر نہ آیا۔ تو مجھے احساس ہونے لگا۔ کہ لزلی اس مرتبہ بھی بیوقوف بنا رہی ہے۔ میرا دماغ غصے سے جلنے لگا۔ اور طیش میں آکر پستول کے بٹ سے اس کی کھوپڑی توڑنے ہی والا تھا۔ کہ اس لمحہ میری نگاہ بائیں طرف جھونپڑی نما ایک چھوٹے سے چوبی کیبن پر پڑی۔ میں نے گھنی جھاڑیوں میں گاڑی روک کر انجن بند کیا۔ اور چابیاں نکال کر باہر آگیا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ گاڑی لے کر فرار ہو جائے۔

گلو کمپارٹمنٹ میں الیکٹرک ٹارچ نکال کر روشن کی۔ اور کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ ایک ہاتھ میں ٹارچ اور دوسرے میں پستول تھا۔ پہلے چاروں طرف گھوم کر کیبن کا طواف کیا عقب کی جانب خشک شاخوں کا ایک اونچا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ لیکن جب ٹارچ کی تیز روشنی میں غور سے دیکھا۔ تو خشک شاخوں کے نیچے چھپی ہوئی بینی کی نیلے رنگ کی ڈاج دکھائی دی۔ ظاہر تھا۔ کہ اس مرتبہ لزلی نے بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چنانچہ فورڈ تک واپس آیا۔ اور ٹول بکس میں سے ایک چھینی اور ہتھوڑی نکال کر پتلون کی جیب میں

ڈالتے ہوئے لزلی کی جانب والا دروازہ کھولا۔ پھر اسے بازو سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا۔ اس نے بہت مزاحمت کی اور بہتیرے پاؤں پٹخے لیکن میری گرفت مضبوط تھی اسی طرح کھینچتے ہوئے میں اسے کیبن کے مقفل دروازے تک لے گیا۔

ہتھوڑی کی چند ضربوں میں ہی قفل ٹوٹ گیا۔ دروازہ کھلا تو اندر سے گرم اور خشک ہوا کے تیز جھونکے نے ہمارا استقبال کیا۔ پتہ نہیں کیبن کتنے عرصے سے بند تھا لزلی ایک مرتبہ پھر مچلی اور بازو چھڑانے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہو سکی پتہ نہیں وہ اندر جانے سے کیوں ہچکچا رہی تھی۔

اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر دیا۔ زنگ آلود کنڈی چڑھانے میں کافی زور صرف کرنا پڑا۔ ماچس کی تیلی جلا کر ادھر ادھر نگاہ ڈالی تو ایک طرف مٹی کے تیل کے اسٹوو پر چھوٹی سی کیتلی رکھی تھی۔ بینی کے کپڑے ہنگروں میں بڑے سلیقے سے لٹکے ہوئے تھے۔ چھوٹی سی میز پر رکھی ایک بوتل میں موم بتی بھی موجود تھی۔ چنانچہ میں نے جلتی تیلی سے موم بتی جلا دی۔ کمرے میں اور کوئی قابل توجہ چیز نہیں تھی۔ دائیں بائیں دو دروازے اور تھے۔ اور دونوں ہی مقفل تھے۔ پہلے میں دائیں دروازے کی طرف بڑھا اور ہتھوڑی کی ایک ہی ضرب سے زنگ آلود تالے نے جواب دے دیا۔ اس کمرے میں پرانی اور بیکار قسم کی چیزوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا۔ تو میں بائیں دروازے کی طرف ہو لیا۔ اور بغیر کسی وقت کے قفل توڑ دیا۔

دروازہ کھولا۔ تو اندر بینی موجود تھا۔ وہ کمرے کے گرد آلود چوبی فرش پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور مضبوط زنجیر کا دوسرا سرا چوبی فرش میں نصب ایک نئے اور مضبوط آہنی حلقے میں پڑا ہوا تھا۔ فرش پر لکڑی

سا برادہ بھی بکھرا ہوا تھا۔ جس سے ظاہر تھا۔ کہ چوبی فرش میں ورمے سے سوراخ کر کے
کنڈا جڑا گیا ہے۔ بند کمرے کی فضا گرم اور خشک تھی۔ اور ایک عجیب سی بو کا احساس
ہو رہا تھا۔

بینی سینے کے بل فرش پر پڑا تھا۔ اور اس کے دونوں بازو سر سے آگے فرش پر
پھیلے ہوئے تھے۔ دونوں گھٹنوں پر سے مسلسل رگڑ کی وجہ سے نہ صرف پتلون بلکہ
گھٹنوں کی کھال اور گوشت بھی پھٹ گیا تھا۔ اور سفید ہڈیاں صاف دکھائی دے
رہی تھیں۔ زندہ رہنے کی جدوجہد میں بینی پتہ نہیں کتنے دن اس چوبی فرش پر گھٹنے رگڑتا
رہا ہوگا۔ بائیں کہنی کی کھال اور گوشت بھی پھٹا ہوا تھا۔

انسان پہلے بھوک سے مرتا ہے یا پیاس سے ..... کون جانے۔

میرے عزیز دوست کو انتہائی بھیانک موت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ مگر
حیرت اس بات پر تھی۔ کہ اس قدر تشدد کے باوجود اس نے فرنکلن کو ایک لفظ بھی
نہیں بتایا تھا۔ بھوک اور پیاس ایسی چیزیں ہیں جو فولادی اعصاب کے مالک انسان
کو بھی ایک مرتبہ ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ مگر آخری لمحہ تک اسے امید ہو گی
کہ میں پہنچ کر اسے بچا لوں گا۔ لیکن اس غریب کو کیا معلوم تھا۔ کہ اس وقت میں کس عذاب
میں مبتلا تھا۔ میں وہاں سے دو ہزار میل دور شانے میں پیوست گولی نکلوانے کی جدوجہد
کر رہا تھا۔ تاکہ جلد از جلد صحت یاب ہو کر سفر کے قابل ہو سکوں۔

میں نے اسے پلٹ کر دیکھا اس کا خوفناک چہرہ دیکھا تک نہ جاتا تھا۔ فرش
پر مستقل رگڑ سے اس کی ٹھوڑی اور ناک تقریباً غائب ہو چکی تھی۔ اُف خدایا۔
اس قدر بھیانک موت کا تو تصور تک کرنا ناممکن تھا۔ میں سرتا پا لرز کر رہ گیا۔ اور

کئی منٹ تک گم سم کھڑا اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔

فرنکلن اور لنزلی نے اسے تڑپنے اور مرنے کے لئے اسی حالت میں بندھا چھوڑ
دیا ہوگا۔ اب معلوم ہوا کہ لنزلی اندر جانے سے کیوں کترا رہی تھی۔ وہ جانتی تھی۔ کہ اندر
کونسا منظر ہوگا۔ پستول ہاتھ میں پکڑے میں رہائشی کمرے میں آیا تو لنزلی زنگ آلود
کنڈی کھولنے کی سخت جدوجہد کر رہی تھی۔ میں نے بازو سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے
میں اسے دروازے سے الگ کیا اور دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا۔

"یہ سب کچھ فرنکلن نے کیا ہے۔" میرے غضب آلود چہرے کو دیکھ کر وہ چیخی
"میں ہرگز نہیں چاہتی تھی۔ لیکن فرنکلن ....."

"جہنم میں جا کر اپنی صفائی پیش کرنا۔" اتنا کہہ کر میں نے تین مرتبہ ٹریگر دبایا اور
تین گولیاں اس کی گردن میں اتر گئیں۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی فرش پر دھڑام سے آ رہی۔
اس کے دونوں ہاتھ گردن پر تھے۔ اور انگلیوں کے درمیان سے خون کے فوارے چھوٹ
رہے تھے۔

دوسرے ہی منٹ میں دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ باہر چاروں طرف گہری تاریکی
مسلط تھی۔ پہلے میں نے سمت کا اندازہ لگانے کے لئے آسمان کی طرف دیکھا اور تاروں
کا جائزہ لیا۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ رقم کس جگہ دفن ہوگی۔ جنگل میں چھپنے کے لئے میرے اور
بینی کے درمیان مستقل طریق کار طے تھا۔ اور ہم دونوں ہمیشہ اسی طریق کار پر عمل کرتے
تھے کیبن کے دروازے سے میں نے نہایت احتیاط سے شمال کی طرف قدم بقدم بڑھنا
شروع کیا۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ رقم ٹھیک چالیس فٹ کے فاصلے پر دفن ہوگی۔ سمت کا اندازہ
لگانے میں اگر غلطی نہ ہوئی۔ تو میں پہلی ہی کوشش میں رقم تک پہنچ سکتا تھا۔

ایک تو اندھیرا پھر جھاڑیاں۔ بہر حال میں نہایت احتیاط سے ایک ایک قدم
گن کر شمالی جانب چلتا گیا۔ میرا اندازہ ہر لحاظ سے درست ثابت ہوا۔ کیونکہ آخری قدم
اٹھاتے ہی مجھے نرم زمین کا احساس ہوا۔ ٹارچ کی روشنی ڈالی تو کھدی ہوئی زمین اور
مٹی صاف نظر آ رہی تھی۔ لیکن نظروں سے اوجھل رکھنے کے لئے میں نے اس جگہ چند
جھاڑیاں کاٹ کر ڈال دی تھیں۔

جیب سے چھینی نکال کر میں نے مٹی کھودنی شروع کر دی۔ تازہ بھرے گڑھے سے
مٹی نکالنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ چند منٹ کے اندر ہی ایک فٹ کے قریب گہرائی
تک گڑھا خالی کر لیا۔ اور پھر کینوس کی تھیلی کو میری انگلیوں نے چھو لیا۔

تھیلی کھول کر ٹارچ کی روشنی اندر ڈالی اور جب یقین ہو گیا کہ فرنکس سے لوٹی
ہوئی رقم تھیلی میں موجود ہے تو تھیلی کو اسی گڑھے میں دوبارہ دفن کر کے احتیاط سے
جھاڑیاں اوپر رکھ دیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر ایک نظر ڈالنے کی غرض سے دوبارہ
کیبن میں گیا تو لنڈلی آخری سانس لے رہی تھی۔ سانس کی آمد و رفت کے ساتھ اس
کی گردن کے سوراخوں میں خون کے بلبلے بن بن کر ٹوٹ رہے تھے۔ میں اب پچھتا رہا
تھا۔ کہ غصے میں آکر اسے اس قدر آسان موت سے کیوں ہمکنار کیا۔ کیونکہ فرنکلن کے
جرم میں وہ بھی برابر کی شریک تھی اور اسے انتہائی بھیانک طور پر سسک سسک
کر مرنے کی سزا ملنی چاہیئے تھی۔

باہر نکلا تو فرنکلن کا خیال آیا۔ وہ اس وقت کہاں ہو گا۔ اس کی پولیس کار کو
تو پٹرول کی ٹنکی میں چینی ڈال کر میں نے پہلے ہی بیکار کر دی تھی۔ اس لئے ظاہر
ہے کہ وہ میری تلاش میں میرے ہوٹل لیڈی سوسن گیا ہو گا۔ اسے امید ہو گی کہ

میں وہاں واپس ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ اب وہ وہاں میرا منتظر ہو گا..... ٹھیک ہے
میں اسے ہرگز مایوس نہیں کروں گا۔

فورڈ اسٹارٹ کر کے میں واپس چل پڑا۔ میرا رخ اب ڈکسی پگ کی جانب تھا
فرنکلن سے دو دو ہاتھ کرنے سے پہلے ایک اور ضروری کام بھی سر انجام دینا لازمی تھا
ڈرائیونگ کرتے ہوئے میں نے گولیوں کا ڈبہ کھول کر کوٹ کی جیب میں الٹ دیا اور
ایک ہی ہاتھ سے پستول کو لوڈ کرنے لگا۔ ایک ہاتھ سے پستول لوڈ کرنے کی مشق پر
میں نے کتنے ہی گھنٹے صرف کئے تھے۔ اور آخر کار اس کام میں طاق ہو گیا تھا۔

ڈکسی پگ پہنچا۔ تو پارک میں فرنکلن کی پولیس کار کہیں دکھائی نہ دی۔
مجھے توقع بھی نہیں تھی کہ وہ اس وقت وہاں ہو گا۔ بہر حال اپنی فورڈ پارک کر کے عقبی
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اندر داخل ہوا تو حسب معمول ہیزل کاؤنٹر کے پیچھے موجود
تھی۔ اور بار میں بیٹھے پانچ سات گاہکوں کی سروس میں مصروف تھی۔ بلند و بالا قد و
قامت کی ہیزل نے جب مجھے اندر داخل ہوتے دیکھا۔ تو اس کا چہرہ مسرت سے
کھل اٹھا۔ وہ عام عورتوں سے کافی حد تک مختلف تھی۔ اور میں اسے بہت زیادہ پسند
کرتا تھا۔

بازو سے پکڑ کر میں اسے عقبی کمرے میں لے گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس
میں دو کرسیاں ایک میز ایک کوچ اور کافی تیار کرنے کا ضروری سامان قرینے سے
رکھا ہوا تھا۔

" ہیزل تم جلدی سے ایک بیگ تیار کر لو۔ میں ابھی آدھ گھنٹے میں تمہیں لینے
کے لئے آؤں گا۔" میں نے کھڑے کھڑے ہی کہا۔

"سنو چیٹ۔" اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے تشویش انگیز لہجے میں کہا "ملکی پولیس کا ہر آدمی تمہاری تلاش میں ہے۔ اگر فرنکلن کو معلوم ہو گیا۔ تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس کے نصف درجن آدمی اس وقت بھی تمہارے ہوٹل کے یارڈ میں تمہارے منتظر ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں بولا۔ "اب یوں کرو۔ کہ بیگ پیک کرنے والی بات بھول جاؤ۔ اور اپنی کار کی چابیاں مجھے دے دو۔"

وہ کرسی پر رکھے اپنے بیگ کی طرف گھومی اور چابیاں نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "نہیں چیٹ۔ اگر جانا ہی ہے۔ تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"نہیں ڈارلنگ۔" میں نے کہا۔ اور چابیاں اس کے ہاتھ سے لے لیں۔ ساتھ ہی بائیں ہاتھ کا مکا اس کی آنکھ پر جڑ دیا۔ اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی کوچ پر جا گری "تمہاری سوجی ہوئی آنکھ تمہارے لئے بہترین جواز ثابت ہوگی۔ تم فرنکلن سے کہہ سکتی ہو کہ کار کی چابیاں تم سے زبردستی حاصل کی گئی تھیں۔ اچھا خدا حافظ۔" یہ کہہ کر میں باہر آ گیا۔ اور ہیزل کی کار میں لیڈی سوسن کی طرف روانہ ہو گیا۔

مجھے امید تھی۔ کہ فرنکلن کے آدمی فورڈ میں میری آمد کے متوقع ہوں گے۔ اور ہیزل کی کار کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔ اس طرح مجھے کچھ مہلت مل جائے گی لیکن ابھی بمشکل گاڑی روکی ہی تھی۔ کہ ایک پولیس کروزر کی ہیڈ لائٹس جل اٹھیں اس کے بعد دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے کئی پولیس کروزر گاڑیوں کی ہیڈ لائٹیں روشن ہو گئیں۔ اور مجھے گھیرے میں لے لیا۔ ہوٹل کا تمام صحن ہیڈ لائٹوں کی روشنی سے بقعۂ

نور بن گیا۔

قریبی کروزر سے فرنکلن نکلا۔ اور دوڑ کر میری طرف آیا۔ وہ سب سے پہلے مجھ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ تاکہ میں دوسروں کے سامنے زبان بند رکھوں اور اس کی حالیہ کرتوتوں کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتا سکوں۔ میرے پستول سے یکے بعد دیگرے پانچ شعلے لپکے اور پانچوں کی پانچوں گولیاں اس کے کولھے میں پیوست ہو گئیں۔ وہ سانڈ کی طرح جھومتا ہوا زمین پر گر گیا۔ میں جانتا تھا۔ کہ وہ ان گولیوں سے مرے گا نہیں لیکن تمام عمر کے لئے معذور ضرور ہو جائے گا۔ اس کے بعد مجھ پر چاروں طرف سے گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ شعلے یوں لپک رہے تھے۔ جیسے آتش بازی چھوڑی جا رہی ہو۔ میں اسٹیرنگ وہیل کے نیچے جھک گیا اور کروزروں کی ہیڈ لائٹوں کے درمیان جو خلا سب سے بڑا تھا ادھر موڑتے ہوئے ایکسلیٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا۔ پہیوں کے نیچے سڑک پر بجری چرچرائی ایک مرتبہ پھر گولیوں کی بارش ہوئی۔ لیکن میں درمیانی خلا سے گاڑی نکال لے گیا۔ عین اسی وقت پتہ نہیں کس طرف سے ایک گولی آئی اور ونڈ شیلڈ کو توڑ گئی میں نے تیزی سے اسٹیرنگ گھمایا اور سومنگ پول کے پہلو سے ہوتا ہوا۔ اور پھولوں کی کیاریوں کو روندتا ہوا نکل گیا۔ آگے آہنی جنگلہ تھا۔ لیکن یہاں سوچنے کی کسے فرصت تھی۔ طاقتور گاڑی جنگلے سے ٹکرائی اور دوسرے ہی لمحہ جنگلے کا نیا پائپ کرتی ہوئی ہائی وے پر چڑھ گئی۔ سڑک پر پہنچتے ہی ایکسلیٹر کو میں نے فرش سے چپکا دیا پانچ سو گز تک جنگلے کا کچھ حصہ بمپر سے اٹکا ہوا سڑک پر گھسٹتا رہا۔ لیکن پھر خود ہی الگ ہو گیا۔

میرے پیچھے پولیس کروزروں کے سائرن چنگھاڑ رہے تھے۔ لیکن میں

ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اور دوسرے سے پستول میں گولیاں بھر رہا تھا۔ پستول کی نالی آگ کی مانند تپ رہی تھی۔ لیکن میری مہارت بھی کچھ کم نہ تھی صرف ایک گولی انگلیوں سے پھسل کر نیچے گری تھی۔ آخر کار پستول دوبارہ لوڈ ہو گیا۔ میرا رخ اب ڈکسی پگ بار کی طرف تھا۔ موڑ پر نگاہیں جماتے ہوئے میں نے گاڑی کو تیزی سے ڈکسی پگ کی نیم پختہ سڑک کی طرف موڑا۔ اس قدر رفتار پر گاڑی موڑنا انتہائی خطرناک تھا۔ لیکن شاداب باڑھ کے کچھ حصے کو روندتی ہوئی گاڑی ڈکسی پگ کی طرف مڑ گئی۔ عین اسی لمحہ کئی پولیس گاڑیوں کی بریکیں چیخ اٹھیں۔ وہ موڑ سے کافی دور آگے نکل گئی تھیں۔

ڈکسی پگ کے صحن میں گاڑی کو روک کر میں نے دروازہ کھولا۔ اور ہاتھ میں پستول پکڑے ہوئے پھسل کر زمین پر لیٹ گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر میری فورڈ کھڑی تھی۔ لیکن دھندلی روشنی میں فرنٹ سیٹ پر کسی شخص کا ہیولا سا نظر آ رہا تھا۔ میں نشانہ باندھ کر گولی داغنے ہی والا تھا۔ کہ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ ہیزل تھی۔

"فورڈ سے نکل جاؤ۔" میں چیخا۔ اور ساتھ ہی گردن گھما کر ہائی وے کی طرف دیکھا۔

"مجھے بھی ساتھ لے چلو اور ایک پستول مجھے بھی دے دو۔" فورڈ کی طرف سے ہیزل کی آواز آئی۔

"نکل جاؤ ہیزل۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

یہ سن کر وہ باہر آ گئی۔ لیکن وہ رو رہی تھی۔ "خدا کے لئے جیٹ مجھے بھی

ساتھ لے چلو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

"نادان عورت۔" میں تیزی سے فورڈ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "میں تو ایک ہارا ہوا جواری ہوں۔ بہتر ہے کہ کسی اور کو تلاش کر لو...... جاؤ اب اندر چلی جاؤ۔" اس کے ساتھ ہی میں پھرتی سے دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ کے پیچھے چلا گیا۔ اور انجن اسٹارٹ کر کے فورڈ کو موڑ کر زیریں سڑک کی طرف ہو لیا۔ سڑک پر پہنچ کر میرا رخ شہر کی طرف ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ شہر سے نکلنے والی تمام سڑکوں پر روڈ بلاک قائم ہو چکے ہوں گے فورڈ بہرحال فورڈ تھی۔ پوری رفتار سے اڑی چلی جا رہی تھی۔ آگے چوراہے پر سرخ بتی دیکھ کر میں نے رفتار کم کر دی مگر عین اسی لمحہ عقب سے پولیس کروزر کے سائرن کی چیخ سنائی دی تو حیران رہ گیا۔ سبز بتی جلتے ہی میں نے فورڈ کو آگے بڑھایا۔ اور چوک سے آگے نکل کر دائیں جانب ایک تنگ سڑک پر ہو لیا۔ دو منٹ کے بعد ہی میں دوبارہ فراخ سڑک پر تھا۔ اب میرا رخ شہر کی مخالف سمت تھا۔ اور رفتار پیما کی سوئی اسی اور پچاسی کے درمیان ناچ رہی تھی۔ حالانکہ وہ سڑک اس قدر رفتار کے لئے ہرگز موزوں نہیں تھی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں دوبارہ ہائی وے پر پہنچ گیا۔ پولیس کروزر اب بھی میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ اور اس کا سائرن کانوں کے پردے پھاڑ رہا تھا۔ لیکن اتنا اطمینان ضرور تھا۔ کہ درمیانی فاصلہ ہر لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ابھی دو منٹ بھی نہیں گزرے تھے۔ دور سے سرخ روشنیاں دکھائی دیں۔ ظاہر تھا کہ آگے روڈ بلاک قائم تھا۔

میں نے ایکسیلیٹر سے پیر اٹھا لیا۔ لیکن رفتار اب بھی بہت زیادہ تھی۔ اچانک ایک اسپاٹ لائٹ کا رخ میری فورڈ کی طرف ہو گیا۔ سڑک کے درمیان ایک دبلا پتلا شخص بازو پھیلائے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو پولیس کروزر سڑک کی

چڑھائی کے دونوں کناروں پر آڑی حالت میں سڑک روکے کھڑی تھیں۔ اور ان دونوں کے درمیان سڑک کے بیچوں بیچ ایک کار کھڑی تھی۔ سڑک کے دائیں طرف گہری کھائی تھی۔ اور بائیں جانب ہموار میدان تھا۔ عقب نما پر نظر ڈالی۔ تو پولیس کی گاڑیاں پوری رفتار سے پیچھے لگی ہوئی تھیں۔

اب ایک ہی راستہ باقی تھا۔ اور وہ یہ کہ آڑی کھڑی ہوئی کسی کروزر کے سرے پر ٹکر مار کر اسے گھما کر راستہ بنایا جائے۔ لیکن وہ منحوس پولیس والا سڑک کے عین درمیان بازو پھیلائے کھڑا تھا۔ اسے روندنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ پیر ایکسیلیٹر پر رکھا اور فرش سے چپکا دیا۔ ہیڈ لائیٹس کی روشنی جب پوری طرح اس کے چہرے پر پڑی تو میں کانپ کر رہ گیا۔ میرے سامنے میرا واحد دوست ڈپٹی شیرف ریمنڈ بازو پھیلائے کھڑا تھا۔ اس کے قریب ہی میرا وہ عزیز کتا بھی کھڑا تھا۔ جسے میں ریمنڈ کی نگہداشت میں چھوڑ گیا تھا۔

صرف چند گز کا فاصلہ تھا۔ جسے تیز رفتار فورڈ چشم زدن میں طے کر کے دونوں کو روند سکتی تھی۔ لیکن میں نے برق رفتاری سے اسٹیرنگ گھما کر ان دونوں کو بچاتے ہوئے فورڈ دائیں طرف والی کروزر کے بیچوں بیچ ٹکرا دی۔ کروزر ٹکر کھاتے ہی ہموار میدان میں سو ڈیڑھ سو گز تک لڑھکتی چلی گئی۔ جبکہ فورڈ آؤٹ آف کنٹرول ہو کر بے لگام گھوڑے کی طرح میدان میں چلتی گئی اور آخر کار منہ کے بل ایک گڑھے میں پھنس گئی۔ گڑھے میں گرتے ہی ایک زوردار جھٹکا لگا۔ جس سے قریبی دروازہ کھل گیا۔ اور میں نکل کر دور جا گرا۔ سخت زمین سے ٹکراتے ہی میری آنکھوں کے آگے تارے سے ناچ گئے۔ لیکن چند سیکنڈ کے بعد ہی ذہن کام کرنے لگا۔ پستول اب بھی کوٹ کی

جیب میں موجود تھا۔

میں زمین پر لیٹ کر فورڈ کی طرف رینگنے لگا۔ اور پہلی مرتبہ معلوم ہوا۔ کہ میری ٹانگ ٹوٹ چکی ہے۔ اوپر ہائی وے پر کئی پولیس کاریں کھڑی تھیں اور سب کی اسپاٹ لائٹوں کا رخ فورڈ کی طرف تھا۔ دفعتاً میں روشنی میں نہا گیا اور اسی لمحہ ایک گولی فورڈ کے مڈگارڈ میں آ کر لگی۔ گولی غالباً بھاری رائفل سے چلائی گئی تھی میں تیزی سے رینگ کر فورڈ کے عقب میں ہو گیا۔ اور پستول نکال کر ایک اسپاٹ لائٹ کا نشانہ لیا۔ دوسرے ہی سیکنڈ میرے پستول نے ایک شعلہ اگلا اور اسپاٹ لائٹ غائب ہو گئی۔ دوسری کروزر کی اسپاٹ لائٹ کا رخ جوں ہی فورڈ کی طرف ہوا۔ میں نے اسے بھی چور چور کر دیا۔ تیسری اسپاٹ لائٹ کو بجھانے کے لئے مجھے تین گولیاں ضائع کرنی پڑیں۔ لیکن وہاں کروزروں اور اسپاٹ لائٹوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ ہر لمحہ مزید پولیس کروزر اور دوسری گاڑیاں پہنچ رہی تھیں۔ اسی وقت رائفل کی ایک اور گولی آئی اور فورڈ کی باڈی سے ٹکرائی۔ میں جانتا تھا۔ کہ رائفل والا مجھے اپنی جگہ سے ہلنے بھی نہیں دے گا۔ جبکہ دیگر پولیس والے میدان میں اتر کر مجھے چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔

میں نے اپنا پستول دوبارہ لوڈ کیا اور چوکنا ہو کر انتظار کرنے لگا۔ میرے بچ نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔ لیکن عدم آباد کا راستہ تنہا طے کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ مرنے سے پہلے چند ایک کو جہنم رسید کرنا لازمی تھا۔ یہی کچھ سوچ رہا تھا۔ کہ رائفل کی گولی میرے سر کے عین قریب فورڈ کی باڈی میں آ کر لگی۔ مگر اب مجھے قطعی پرواہ نہیں تھی۔ اسپاٹ لائٹوں کو منظم کر کے فورڈ کے اردگرد کافی رقبے کو منور کر

دبا گیا تھا۔ میرے پیچھے قریب ہی میدان کا چند گز حصہ عام سطح سے قدرے بلند تھا، اس لئے اس سے آگے دیکھنا ناممکن تھا۔ ابھی بمشکل چند منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ پیچھے کی جانب سے ریوالور چلنے کی آواز سنائی دی، اور دوسرے ہی لمحہ میں سرتاپا پٹرول میں نہا گیا۔ گولی نے پٹرول کی ٹنکی پھاڑ دی تھی۔ اور پٹرول میرے چہرے پر اور جسم کو شرابور کرنے کے بعد زمین پر پھیل گیا تھا۔ آنکھوں میں جلن ہوئی تو جلدی سے آنکھیں ملنے لگا۔ اور سر کو جھٹکے دے کر بالوں سے پٹرول جھاڑنے لگا، ساتھ ہی سڑک کی طرف دیکھا۔

بھپ..... بھپ..... بھوم.....

اف خدایا۔ بالوں کو جھاڑتے ہوئے کچھ پٹرول فورڈ کے گرم ایگزاسٹ پائپ پر جا گرا۔ اسی وقت چشم زدن میں ایک سبز شعلہ میری طرف بڑھا اور میں خود بھی ہمہ تن شعلہ بن گیا۔ دوسرے ہی سیکنڈ کار کے نیچے جیسے بم پھٹ پڑا ہو۔ دھماکے کی شدت نے مجھے کئی فٹ دور پھینک دیا۔ اور اس کے بعد بس اتنا یاد ہے۔ کہ میں نے زمین پر کئی لڑھکنیاں لگائی تھیں۔ تاکہ آگ بجھ جائے۔ لیکن جب دیکھا کہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں تو ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کو سڑک کی طرف پھیر کر کئی فائر کئے تھے۔ اور جب پستول خالی ہو گیا تھا۔ تو دور پھینک دیا تھا۔ میرے جسم سے اور فورڈ کی طرف سے شعلے بھڑکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ گوشت اور چربی جلنے کی بو صاف محسوس ہو رہی تھی۔ اور میں شدت اذیت سے چیخ رہا تھا۔ زمین پر لڑھکنیاں لگا کر آخری مرتبہ پھر کوشش کی کہ آگ بجھ جائے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ پھر ہر طرف جیسے سکوت طاری ہو گیا ہو ذہن اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

دوبارہ ہوش آیا۔ تو اپنے آپ کو ہسپتال میں پایا۔ ٹانگ ٹھیک ہونے میں چھ ہفتے لگے اور آنکھیں کھلنے میں سات ہفتے۔ ڈاکٹروں نرسوں اور دیگر عملے کو میرے علاج کی نسبت میرے ناقابل فہم رویہ کی وجہ سے زیادہ پریشان ہونا پڑا تھا۔

ہسپتال کے پریزن سیل (ہسپتال کا وہ حصہ جو مجرموں اور قیدیوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے) میں مجھ پر تشدد کا ہر حربہ آزمایا جا چکا تھا۔ لیکن وہ میری زبان کھلوانے میں قطعی ناکام رہے تھے۔ میں دانستہ گونگا بن گیا تھا۔ اور اب تو سب یہی سمجھنے لگے تھے۔ کہ میں واقعی گونگا ہوں۔ اور یہ کہ حادثے نے میری قوت گویائی مجھ سے چھین لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب وہ لوگ میری زیادہ پرواہ نہیں کرتے۔ پولیس والے آتے تھے۔ اور گھنٹوں مغز مار کر چلے جاتے تھے۔ میں ان کے سوالات کے جواب میں صرف ٹکر ٹکر ان کی طرف دیکھتا رہتا تھا۔

میرے دونوں ہاتھ اس حد تک جل گئے تھے۔ کہ انگلیوں کے نشانات تک نابود ہو کر رہ گئے تھے۔ سر کے بال اور بھنویں بھی جل گئی تھیں۔ چہرے کی جلد اور گوشت جل کر جگہ جگہ گڑھے جیسے بن گئے تھے۔ اور کئی جگہ سے چربی اور کھال سمٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ صرف ٹھوڑی اور گلا کسی حد تک محفوظ رہے تھے۔ ناک یوں معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کلی کا بلب تھا۔

جب کوئی نیا مریض یا کوئی نیا اٹنڈنٹ ڈیوٹی پر آتا تھا۔ تو میری طرف دیکھ کر یوں چونک جاتا تھا۔ جیسے میں کسی اور سیارے کی مخلوق تھا۔ ہیزل کئی مرتبہ ملنے کی غرض سے آئی تھی۔ مگر میں نے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے وہ بیچاری

مایوس ہو کر واپس چلی گئی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں میں اس کی زندگی بھی اجیرن کر دوں۔

چونکہ میں بات چیت نہیں کرتا تھا۔ اس لئے ڈاکٹر اور تمام اٹنڈنٹ مجھے پاگل سمجھتے تھے اور میری طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ حادثے کی وجہ سے زبان بند ہونے کے ساتھ ساتھ میرے دماغ کا بھی کوئی نہ کوئی پرزہ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے میرے دماغ میں رہ رہ کر کینوس کے ان دو تھیلیوں کا خیال ابھرتا تھا۔ جو سربند حالت میں ایک عرصہ سے زمین میں دفن تھے ان میں سے ایک تو ملبرو برو۔ نیو ہیمپ شائر میں اور دوسرا اگروس مونٹ کولریڈو میں دفن تھا۔ ان دونوں میں نہ صرف بڑی بڑی رقمیں تھیں بلکہ ہر ایک میں ایک ایک پستول بھی موجود تھا۔ مجھے پستول کی اشد ضرورت تھی۔ اگر کسی طرح میں سکے کیبن تک پہنچ جاؤں تو اس کے قریب دفن شدہ تھیلے میں موجود رقم پلاسٹک سرجری پر خرچ کر کے اپنے لئے ایک نیا چہرہ تعمیر کروا سکتا تھا۔ ...... ٹھیک ہے مناسب موقع ملتے ہی میں یہاں سے بھاگ نکلوں گا۔

یہی کچھ سوچ رہا تھا۔ کہ اپارڈر کرن اور جیمز ہسپتال کے پرزن ونگ میں داخل ہوئے کرن کوتاہ قد مگر فراخ شانوں کا مالک تھا۔ چہرہ ٹماٹر کی مانند سرخ اور سر کے بال الجھے تھے بھاری اور مضبوط دروازے کے قفل کی چابی جو ایک آہنی چھلے میں پڑی ہوئی تھی۔ اور باریک سی زنجیر کے ذریعے اس کی کمر میں بندھی چرمی پیٹی کے چمکدار حلقے میں پڑی ہوئی تھی۔ ہمہ وقت اس کے پہلو پر لٹکی رہتی تھی۔ جیمز کوریڈور میں پڑے میز کی طرف بڑھ گیا۔ وہی میز اور دو کرسیاں پرزن ونگ کا دفتر تھیں۔ جیمز دبلا پتلا تھا۔ اس کا چہرہ لمبوترا سیاہی مائل سرخ اور آنکھیں خباثت کی چمک لئے ہوئے تھیں

پائپ تو جیسے اس کے جسم کا ہی ایک حصہ بن کر رہ گیا تھا۔ میز کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ کر اس نے چوبی الماری سے کچھ پرانی فائلیں نکالیں اور انہیں الٹ پلٹ کرنے لگا۔

"سگرٹ دو۔" کرن ڈڈلی کے قریب پہنچ کر بولا۔ ڈڈلی میرا قریبی مریض تھا۔ ڈڈلی نے جیب سے سگرٹ کی ڈبیہ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دی اور اس نے پانچ چھ سگرٹ نکال کر جیب میں ڈال لئے۔ کرن انتہائی لیچڑ قسم کا آدمی تھا۔

میں کھڑکی کے قریب بیٹھا باہر لان اور پارک میں کھڑی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا صبح کا سورج ہر طرف چھائی ہوئی دھند میں اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ اور وہ دھند آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ میں رات کو بھی بتیاں بجھنے کے بعد کافی دیر تک کھڑکی کے قریب بیٹھا باہر کار پارک کے منظر سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ پارک میں رات کو صرف ایک آرک لیمپ روشن ہوتا تھا۔ میرے قریب ہی نصف درجن کے قریب کرسیوں پر بیٹھے لوگ اونگھ رہے تھے۔ جبکہ زیادہ تر لوگ گیمز روم میں مختلف کھیلوں سے دل بہلا رہے تھے۔ ہسپتال کے تمام مریض ایک ہی قسم کا لباس یعنی سفید ڈھیلا پائجامہ اور دھاری دار قمیض پہنتے تھے

"اٹھو...... سب اٹھو۔ جلدی کرو۔" قفل میں چابی گھومنے کی آہٹ سنتے ہی کرن نے گھورتے ہوئے کہا۔ اور سب کے سب مریض ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے لیکن میں بغیر جنبش کئے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ جیمز کا پائپ چشم زدن میں جیب میں چلا گیا۔ اور دوسرے ہی منٹ چیف میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ولیرڈ موبلے جو ہسپتال کا ماہر نفسیات بھی تھا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے کئی ڈاکٹر اور نرسوں کی پوری فوج تھی۔ موبلے چپکانے کے اور سر کے بال برف کی مانند سفید تھے۔ آواز کڑک دار اور پر رعب ور پھر فوراً گھوم کر موبلے ہسپتال کے پندرہ روزہ راؤنڈ پر تھا۔ جیمز بھی نا ہن اس کی نگاہ ہو کی

لیا۔ مو ہلے کسی مریض کے قریب رک کر ایک دو سوال کرتا تھا۔ اور جواب سننے سے قبل ہی آگے بڑھ جاتا تھا۔ ادھیڑ عمر نرس کرتی نوٹ بک میں نوٹس لکھتی جا رہی تھی۔ مو ہلے کبھی کبھی جیمز سے کوئی فائل لے کر جلدی جلدی ایک دو لائینیں گھسیٹتا اور دوسرے مریض کی طرف بڑھ جاتا۔ دوسرے ڈاکٹر اور نرسیں بڑی خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ ڈاکٹر جوان تھے۔ جبکہ نرسیں عموماً ادھیڑ عمر تھیں۔ کرنل جلوس سے پانچ چھ گز آگے آگے چل رہا تھا۔ ہر طرف خاموشی طاری تھی۔ کرنل کا مریضوں پر کچھ ایسا رعب تھا۔ کہ مجال ہے جو بغیر اجازت زبان کھولیں۔ جب تک مو ہلے کا راؤنڈ ختم نہ ہو جائے کسی مریض کو آواز تک نکالنے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف وہ شخص بول سکتا تھا جس سے براہ راست سوال کیا جائے۔ اگر کوئی مریض اس قانون کی خلاف ورزی کرتا تھا۔ تو جیمز گھلے مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ دیتا تھا۔

"ڈاکٹر افضل!" مو ہلے نے ایک ڈاکٹر کی طرف گھومتے ہوئے کہا۔ "تمہارے لئے ایک خاص کیس ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ میرے قریب آ کھڑا ہوا۔ اور انگلی سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "اس شخص کو یہاں آئے پانچ ماہ ہو چکے ہیں۔ کار کے ایک حادثے اور پٹرول کی ٹنکی کے دھماکے کی وجہ سے اس کا چہرہ اور ہاتھ بری طرح جل گئے ہیں۔ یہ اس کار میں فرار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ پولیس تعاقب میں لگی ہوئی تھی

اس پر قتل کا الزام بھی ہے۔ جو فی الحال اس وقت تک التوا میں رہے گا۔ جب تک ہمارے
ہوئی تھی۔۔ اس کی ذہنی حالت اور قوت گویائی معمول پر نہ آ جائے۔"
حلقے میں پڑی ہوئی کی طرف دیکھا۔ وہ میرے لئے نیا چہرہ تھا۔ اور اس سے پہلے
میز کی طرف بڑھ گیا۔ و
ہوا تھا۔ دبلا پتلا جسم۔ درمیانہ قد۔ مائل بہ سیاہی گندمی
تھا۔ اس کا چہرہ لمبوترا

رنگ اور سر کے بال گہرے سیاہ تھے۔ مونچھیں اتنی باریک جیسے پنسل سے لکیر کھینچ رکھی ہو۔ وہ ہسپتال کے ڈھیلے ڈھالے سفید لباس کے باوجود بڑا ہی پروقار دکھائی دے رہا تھا۔

"نہایت دلچسپ کیس ہے۔" ڈاکٹر جس کا نام ڈاکٹر افضل لیا گیا تھا۔ میرے چہرے کو چند سیکنڈ تک غور سے دیکھنے کے بعد بولا۔ اس کے بعد گود میں پڑا ہوا میرا ایک ہاتھ اٹھا کر غور سے دیکھنے لگا۔ وہ خاص طور پر ان دو بتی چمکدار سرخ نشانوں کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جو جلے ہوئے گوشت میں نمایاں نظر آ رہے تھے۔ دیگر ڈاکٹر اور نرسیں بھی بالکل قریب آ گئی تھیں اور جھک جھک کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ڈاکٹر افضل مسکرایا اور میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر اپنی دو انگلیاں میری ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر میرا چہرہ اٹھایا اور ڈیڑھ دو منٹ تک نہایت غور سے جائزہ لینے کے بعد بولا۔ "فولادی اعصاب کا مالک ہے یہ شخص۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو جلتے وقت شدت تکلیف سے ہی دم توڑ دیتا۔"

"چہرہ جلنے کے ساتھ ساتھ اس کا ذہن بھی متاثر ہوا ہے اور قوت گویائی بھی سلب ہو گئی ہے۔" مو ہلے نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

میں سب کچھ بڑے غور سے سنتا رہا تھا۔ لیکن زبان سے ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ جہاں تک اپنے خوفناک چہرے کا سوال ہے۔ تو میں نے کافی دنوں سے آئینہ
ستے
دیکھنا بھی ترک کر دیا تھا۔ جلوس آگے بڑھ گیا اور ولی کے قریب جا کر رک
چپکانے کے
ولی اٹھارہ سال کا لیتہ قد لڑکا تھا۔ اس کے چہرے کا دایاں حصہ
ور پھر فوراً گھوم کر
پیدائشی طور پر تازہ خون کی مانند سرخ تھا۔ جبکہ بایاں حصہ
ن اس کی نگاہ ہولے کی

تھا.

ڈاکٹر افضل اس کی طرف بڑھا اور چہرے کو اوپر اٹھا کر غور سے دیکھنے کے بعد بولا۔ "کیا یہ ہمیشہ اسی طرح رہتا ہے یا رنگ میں انہیں میں کا فرق پڑتا رہتا ہے۔" روئے سخن مولیے کی جانب تھا۔

"ہمیشہ اسی طرح رہتا ہے۔" مولیے نے جواب دیا۔

"کیا تم چاہتے ہو۔ کہ یہ ٹھیک ہو جائے۔" ڈاکٹر افضل نے ولی سے پوچھا

"یہ بھلا اب کیا ٹھیک ہو گا۔" ولی مایوسانہ انداز میں بولا۔ "میری ماں ہر جتن کر چکی ہے اور بے شمار ڈاکٹروں سے علاج کروا چکی ہے۔"

"بے شمار میں اگر ایک کا مزید اضافہ ہو جائے۔ تو تمہارا اس میں کیا حرج ہے ویسے مجھے پوری امید ہے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔" ڈاکٹر افضل آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "میرے دفتر آ جانا۔" لڑکا یہ سن کر اٹھا اور جلوس کے پیچھے لگ گیا۔

وارڈ کا معائنہ ختم ہوا تو چیف سپرنٹنڈنٹ مولیے ایک جگہ رک کر کرمن سے مخاطب ہوا۔ "مسٹر کرمن ان سے ملو یہ ہمارے ہسپتال میں آج ہی آئے ہیں۔ ان کا نام ڈاکٹر افضل ہے۔ اور ڈاکٹر افضل یہ اسپائڈر کرمن ہے جو اس وارڈ میں نظم و ضبط برقرار رکھنے پر مامور ہے اور اپنے کام میں بہت ماہر ہے۔" ڈاکٹر افضل نے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اور بولا۔

ہوئی ہی۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

حلقے میں پڑی ہوئی ... سے آئے ہیں۔ آپ؟" کرمن نے سوال کیا۔

میز کی طرف بڑھ گیا۔ "وہ پاکستانی ہیں۔" ڈاکٹر افضل کی بجائے مولیے نے جواب دیا۔

تھا۔ اس کا چہرہ لمبوترا،

ایلون کرمن مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھانے کی بجائے انگلی پر چابیاں گھماتا رہا۔ آخر کار جب ڈاکٹر افضل نے دیکھا کہ وہ مصافحہ کرنے سے دانستہ گریز کر رہا ہے تو ہاتھ کھینچ لیا۔

جلوس وارڈ سے نکل گیا۔ ولی بھی ساتھ تھا۔ سب چلے گئے تو کرمن نے دروازہ مقفل کر دیا۔ اس کے بعد جیمز کی طرف گھومتے ہوئے بولا۔ "ہوں۔ میں اور اس سے ہاتھ ملاتا۔" لہجہ حقارت آمیز تھا۔ "کیا اس ملک میں سفید فام ڈاکٹروں کی اتنی ہی کمی ہے کہ ہر ایرے غیرے کو بھرتی کر لیا جاتا ہے۔"

قید تنہائی سے ترقی دے کر جب پہلی مرتبہ مجھے وارڈ میں لایا گیا تھا۔ تو میں حیران تھا کہ آخر کرمن مجھ پر اتنا مہربان کیوں ہے۔ اور میں خاص طور پر اس کی توجہ کا مرکز کیوں بن گیا ہوں۔ بلا وجہ مکوں کی بارش کیوں کرتا ہے بلا سبب جلتا ہوا سگرٹ میرے جسم پر کیوں چپکا دیتا ہے اور غسل کے لئے لے جاتے ہوئے دھکے کیوں دیتا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی یہ کرم فرمائیاں مجھ تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ پرزن ونگ کے ہر شخص پر اس کی اس قسم کی نوازشیں عام تھیں۔ البتہ مجھ پر وہ خاص طور پر کچھ زیادہ ہی مہربان تھا جیمز نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی۔ کہ کرمن مجھ سے انتہائی نفرت کرتا ہے چنانچہ ایک دن جبکہ کرمن نے جلتا ہوا سگرٹ میرے ننگے بازو پر چپکا دیا تھا اور میں تکلیف سے دوہرا ہو گیا تھا۔ جیمز نے اس سے کہا تھا۔

"کرمن ڈیئر۔ یہ بے زبان ہے۔ اسے بہت مت ستایا کرو۔"

"کیا تمہارا ماموں لگتا ہے۔" کرمن نے غصے سے جواب دیتے ہوئے۔ "حرامزادے نے میرے دوست کو شوٹ کر دیا ہے۔"

ستے
ــــ چپکانے کے
ور پھر فوراً گھوم کر
ن اس کی نگاہوں کی

"تمہارے دوست کو؟" جیمز نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"ہاں۔ ڈپٹی شیرف فرنکلن میرا بہت ہی عزیز دوست تھا۔ اس بدذات نے اٹھارہ مئی آٹھ سے اس پر گولی چلائی تھی۔ اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے۔ کہ نہ اس کا دماغ خراب ہے اور نہ یہ گونگا ہے یہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ صرف ایکٹنگ کر رہا ہے۔"

"اگر اتنی اذیت برداشت کرنے پر بھی زبان نہیں کھولتا تب پھر واقعی بہت بڑا ایکٹر ہے۔" جیمز نے خیال ظاہر کیا۔

میں سوچ رہا تھا۔ کہ کمرن سے نپٹنے کا ابھی مناسب موقع نہیں ہے ویسے میں نے تہیہ کر رکھا تھا۔ کہ اس کا سارا قرض چکا کر رہوں گا۔ وارڈ میں کوئی بھی تو ایسی چیز نہیں تھی۔ جسے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا۔ المونیم کی ہلکی پھلکی کرسیاں تھیں۔ اور آہنی پلنگ تھے جن کے پائے فرش میں نصب تھے۔ اس لئے مناسب وقت اور موقع کا منتظر رہنا ہی عقلمندی تھی۔ میں جانتا تھا۔ کہ فرار ہونے کے لئے کبھی نہ کبھی مناسب موقع یقیناً ملے گا۔

تین ہفتوں کے بعد ولی دوبارہ وارڈ میں آیا تو اس کا سر اور سارا چہرہ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کا دایاں بازو دائیں طرف چہرے سے چپکا کر پٹیوں سے جکڑ دیا گیا تھا۔ وہ بیچارہ پورے گھنٹہ تو بستر پر لیٹا رہتا تھا۔ تاکہ بازو میں دوران خون درست طور پر جاری رہے اور پندرہ منٹ کے لئے اٹھ کر ٹہلنے لگتا تھا۔ اور جب بازو تھکنے لگتا تھا۔ تو پھر ہوتی تھی ۔۔۔ تھا۔ اس کا تمام دن یہی پریڈ کرتے ہوئے گذرتا تھا۔ خوراک ٹیوب کے ذریعہ حلقے میں پڑی ہوتی ہر رات کو خواب آور گولیاں کھلا کر سلا دیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر افضل ہر ہیز کی طرف بڑھ گیا۔ و یکھنے اور پٹیاں بدلنے کے لئے آتا تھا۔ پٹیاں اس طریق پر تبدیل تھا۔ اس کا چہرہ لمبوترا

کی جاتی تھیں کہ ڈاکٹر افضل کے علاوہ اور کوئی بھی ولی کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ولی خود تو اتنا پر امید نہیں تھا۔ لیکن ڈاکٹر افضل کو پوری امید تھی۔ کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

ہفتے میں ایک مرتبہ ڈاکٹر افضل ولی کی تمام پٹیاں اتار کر اسپرے پمپ سے کوئی رقیق دوا اس کے چہرے پر چھڑکتا تھا۔ اور نصف گھنٹہ تک ہوا لگنے کے بعد دوبارہ پٹیاں باندھ دیتا تھا۔ اس دوران وہ وارڈ میں ٹہلتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی میرے پاس رک کر بڑے ہی ہمدردانہ لہجے میں میری مزاج پرسی کرتا تھا۔

"سناؤ بھائی کیسے مزاج ہیں؟"

میں حسب معمول پانچ سیکنڈ تک ٹکر ٹکر دیکھنے کے بعد اثبات میں سر ہلا دیتا تھا۔

کمرن شروع شروع میں ڈاکٹر افضل کے ساتھ سائے کی طرح لگا رہتا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ اس نے ڈاکٹر افضل کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

ایک دن ڈاکٹر افضل دو نوجوان ڈاکٹروں کو ساتھ لئے وارڈ میں داخل ہوا۔ ان کے پیچھے دو اسسٹنٹ ایک چھوٹا سا خیمہ اٹھائے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر افضل کی ہدایات کے بموجب انہوں نے وارڈ کے درمیان خیمہ نصب کر دیا اور چلے گئے اس کے بعد ڈاکٹر افضل نے ولی کا بازو پکڑا اور اسے لے کر خیمے میں چلا گیا۔ ان کے پیچھے ہی دونوں نوجوان ڈاکٹر بھی تھے۔ وہ سب کے سب تقریباً دو گھنٹوں تک خیمے میں رہے اور جب باہر نکلے تو ولی کا سر اور چہرہ پٹیوں سے آزاد تھا۔ اور بازو بھی پہلو میں لٹک رہا تھا۔ بازو پر بھی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر افضل اور دونوں ڈاکٹر مسکرا رہے تھے ولی کے چہرے کا خون کی مانند سرخ نہیں تھا۔ بلکہ زردی مائل ہلکا سرخ تھا۔

جیتے
چپکانے کے
ور پھر فوراً گھوم کر
مت اس کی ننگا ہوا کی

"یہ معمولی سرخی بھی بہت جلد زائل ہو جائے گی" ڈاکٹر افضل نے کہا۔

"جلد فطری رنگ پر آجائے گی؟" ایک ڈاکٹر نے سوال کیا۔

"ہاں۔ لیکن چہرے کا یہ حصہ دوسرے حصے کے رنگ سے ہو بہو نہیں مل سکے گا۔ البتہ بہت معمولی فرق باقی رہے گا۔ اس کے لئے میں ولی کو سمٹیکس (کریم، سرخی پوڈر وغیرہ) کا استعمال سکھاؤں گا۔ کوسمٹیکس کے صحیح استعمال کے بعد کوئی عینک لگا کر بھی اس فرق کو نہیں دیکھ سکے گا۔

ولی نے ڈاکٹر افضل کا شکریہ ادا کیا لیکن اس کے لہجے میں جوش نام کو بھی نہیں تھا۔ وہ اب بھی بد دل اور مایوس تھا۔ بہرحال تینوں ڈاکٹر خوش تھے۔ بلکہ ایک نے تو ڈاکٹر افضل کو پیار کیا دکھا دی تھی۔ اور کہا تھا۔ کہ ڈاکٹر افضل نے واقعی کمال کر دکھایا ہے۔

ولی کے علاج میں بارہ ہفتے لگے تھے۔ ڈاکٹر افضل اب بھی اسے دیکھنے روزانہ آتا تھا۔ اور چہرے کے دائیں حصے پر دوا اسپرے کرتا تھا۔ سرخی دن بدن کم ہو رہی تھی۔ اور جلد قدرتی رنگ اختیار کرتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر افضل نے جس کمال کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کمال اور فن کی مجھے خود بھی انتہائی ضرورت تھی۔

"میرا چہرہ درست کرنے میں کتنا عرصہ لگے گا ڈاکٹر؟" میں نے ڈاکٹر افضل ہوئی تھی ایک دن پوچھا۔ وہ کوئی رسالہ دیکھ رہا تھا۔ اور چہرہ دوسری جانب تھا۔ حلقے میں پڑی ہوئی کا درست اندازہ لگا نا تو......" وہ کہتے کہتے اچانک رک گیا۔ اور گھوم میز کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ذرا میں حیرت سے مجھے گھورنے لگا۔ پھر چند لمحوں کے بعد آواز دبا کر تھا۔ اس کا چہرہ لمبوترا "میں نے تمہیں بولتے نہیں دیکھا!" لہجہ سوالیہ تھا۔

"ڈاکٹر۔" میں نے سرگوشی کی۔ "میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بظاہر رسالہ دیکھنے میں منہمک تھا۔ تاکہ دوسروں کو شبہ نہ ہونے پائے کہ ہم باتیں کر رہے ہیں۔ "ٹھیک ہے۔ کل صبح میں تمہیں اپنے آفس روم میں بلواؤں گا۔" اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ اور پھر اٹھ کر چلا گیا۔

ڈاکٹر افضل کے جانے کے بعد اسی سہ پہر کو کرنل سام گلینکو آدھمکا۔ اس کا تعلق اسٹیٹ پولیس سے تھا۔ اور وہ تین مرتبہ پہلے بھی آچکا تھا۔ وہ جب بھی آتا تھا۔ میں اپنی ذہنی حالت میں پہلے کی نسبت دن بدن بہتری کا مظاہرہ کرتا تھا۔ اس کے ساتھ اس مرتبہ ایک سادہ پوش بھی تھا۔ اس کا تعلق غالباً الف بی آئی سے ہو گا۔"

وہ دونوں کرسیاں کھینچ کر میرے سامنے بیٹھ گئے۔ کرنل بھی قریب آگیا۔ لیکن جب کرنل نے اسے غضب آلود نگاہوں سے گھورا تو دم دبا کر کمرے سے نکل گیا۔

کرنل کی باتوں سے صاف ظاہر تھا۔ کہ اسے ابھی تک میرے بارے میں کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہو سکی۔ اسے ابھی تک صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا تھا۔ کہ میرا نام جیمٹ آرنلڈ ہے جو ایک اجنبی کی حیثیت سے ہڈسن میں آیا تھا۔ اور ہڈسن میں رہائش کے دوران اس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی۔ جو خلاف قانون ہو یا اس کی مجرمانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہو۔

میں نے ایک سال تک جنگل کے ایک بہت بڑے ٹھیکیدار کی ملا کی تھی۔ جنگل میں نہ صرف درختوں کی کٹائی کا کام ہوتا تھا۔ بلکہ لکڑ کے لئے جدید مشینیں بھی لگی ہوئی تھیں اسی ایک سال کے دوران میں

بے بنے
ے چپکانے کے
ورپھر فوراً" گھوم کر
ن اس کی نگاہوں کی

ساتھ نشانہ بازی کی مشق بھی کی تھی اور آخر کار پستول یا ریوالور سے نشانہ لگانے میں کافی ماہر ہو گیا تھا۔

جب ہڈسن میں آیا تھا۔ تو میرا اوز ارول کا تھیلا بھی میرے ساتھ تھا۔ اور یہاں آنے کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ اپنے دوست اور ساتھی بینی کے متعلق پتہ لگاؤں کہ اسے کیا ہوا اور کہاں غائب ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ فونکس کے ایک بنک میں ڈاکہ مارنے کے بعد اس نے ہڈسن کا رخ کیا تھا۔ ڈاکے میں ہاتھ آنے والی رقم بھی اس کے پاس تھی۔ چنانچہ ہڈسن پہنچنے کے بعد میں چھوٹی موٹی ملازمتیں بھی کرتا رہا۔ اور بینی کا کھوج بھی لگاتا رہا اسی دوران مجھے معلوم ہوا کہ ڈپٹی شیرف فرنکلن اور اس کی دوست لڑکی لنزلی بینی کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ہڈسن میں رہائش کے دوران ایک کام اور بھی میں نے کیا تھا۔ اور وہ تھا ہیزل سے دوستی۔ ہیزل جیسی باوفا لڑکی کی دوستی پر مجھے فخر تھا۔

لیڈی سوسن ہوٹل کے صحن میں ہونے والی فائرنگ، میرے ہاتھوں ڈپٹی شیرف فرنکلن کے قتل اور پھر روڈ بلاک پر پیش آنے والے گمبھیر واقعات نے شیرف کے محکمہ کو بری طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کرنل سام کو یقین نہیں تھا۔ کہ جیٹ آرنلڈ جیسا مزدور پیشہ پر امن شخص یکا یک اس قدر خوفناک مجرم بن کر ابھر سکتا ہے۔ میری انگلیاں بری طرح جل چکی تھیں۔ جس کی وجہ سے انگلیوں کے نشانات نیست و نابود ہو چکے تھے۔ دوسری طرف میری قوت گویائی بھی ختم ہو چکی تھی۔ اور ساتھ ہی دماغ حلقے میں پڑی ہوئی نہیں کر رہا تھا۔ انہی وجوہات کی بنا پر سامنے بیٹھا کرنل پیچ تاؤ کھا رہا تھا۔ اس کا چہرہ لبوترا ہے؟" کرنل نے سوال کیا۔ میز کی طرف بڑھ گیا۔

"مشکل!" میں نے حسب معمول تین سیکنڈ تک اس کا منہ تکنے کے بعد جواب دیا۔

"کونسا مہینہ ہے؟"

"میں پھر کچھ دیر تک بیوقوفوں کی طرح اس کا منہ تکتا رہا پھر بولا۔" مارچ"

وہ خوش ہو کر مسکرایا۔ "ٹھیک ہے کچھ دن کے بعد بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے" اس سے پہلے جب بھی وہ آیا تھا۔ میں نے اس کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اسی لئے وہ اس تبدیلی پر کافی خوش نظر آ رہا تھا۔

"مسٹر آرنلڈ" وہ آگے کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔ آج تک تم نے ہمیں کچھ نہیں بتایا اب جبکہ تم کچھ کچھ بولنے لگے ہو۔ کیا ہمیں بتاؤ گے۔ کہ تم کہاں کے باشندے ہو۔ تمہارا پیشہ کیا ہے اور یہ کہ اس قدر سنگین جرم اور پھر فرار پر تمہیں کن حالات نے مجبور کیا تھا؟"

میں نے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ ساتھ ہی اکھڑے اکھڑے لہجے میں بولا "کرنل.... کیا.... اس چہرے.... کا بھی کوئی.... علاج ہو.... سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں" چیف آف اسٹیٹ پولیس کرنل سام بولا۔ "ہسپتال کے منتظمین پہلے ہی اس امر کے لئے منصوبہ بنا چکے ہیں۔ . . . ہاں تو مسٹر آرنلڈ کچھ اپنے بارے میں بھی تو بتاؤ؟"

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا۔ کہ کچھ بتاؤں یا نہیں کہ کرنل کا ساتھی سادہ پوش دفعتاً آگے کی طرف جھکا اور میرا ہاتھ پکڑ کر بازو الٹتے ہوئے سگریٹ سے جلے ہوئے تازہ نشانات کو غور سے دیکھنے لگا۔ بازو کی پشت پر جلتے ہوئے سگریٹ چپکانے کے نشانات واضح نظر آ رہے تھے۔ کرنل نے بھی ان نشانات کو دیکھا اور پھر فوراً گھوم کر دروازے میں کھڑے کرن کو خشم آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ کرن اس کی نگاہوں کی

تاب نہ لاکر چپکے سے کھسک گیا۔

کرنل نے سوالات کا سلسلہ پھر شروع کر دیا۔ اور دس منٹ تک اپنی کوشش جاری رکھی۔ لیکن میں نے ایک ہی چپ سادھ لی۔ اور کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف ٹکر ٹکر ان کا منہ تکتا رہا۔

"کوئی بات نہیں۔" کرنل بولا۔ "اب تم آرام کرو۔ ہم چند دن کے بعد پھر آئیں گے۔" اس کے ساتھ ہی دونوں دروازے سے نکل گئے اور دروازہ بند کر دیا۔

بند دروازے کے باہر سے تیز تیز باتوں کی آواز سنائی دی تو میرے کان کھڑے ہوئے لیکن سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ شاید کرنل کمرن کو ڈانٹ پلا رہا تھا۔

دوسرے دن ڈاکٹر افضل اپنے کمرے میں میرا معائنہ کر رہا تھا۔ میں آہنی اسٹول پر اس کے گھٹنوں سے گھٹنے جوڑے بیٹھا تھا۔ اور وہ آگے کی طرف جھک کر میرے چہرے کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

"تم تو گونگے تھے۔" ڈاکٹر افضل کرسی کی پشت سے کمر لگاتے ہوئے بولا۔ "پھر اس طرح اچانک بولنا کس طرح شروع کر دیا؟"

"ڈاکٹر میں گونگا ہرگز نہیں تھا۔" میں نے کہا۔ "لیکن مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ گونگا بہرہ یا خبطی بن کر پولیس کے سوالات سے بچا جائے۔ اور زیادہ سے زیادہ مہلت حاصل کی جائے۔"

"بہت خوب۔ اگر یہی بات ہے تو تم ایک کامیاب ایکٹر بن سکتے ہو۔"

"ایکٹر بن کر میں کیا کروں گا۔ فی الحال تو یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھے ایک نیا چہرہ دے

سکتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔ اور بے تابی سے اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

وہ چند سیکنڈ تک پتہ نہیں کیا سوچتا رہا۔ نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں آخر کار وہ آگے کی طرف جھکا۔ اور میز پر رکھی سگرٹ کی ڈبیہ سے ایک سگرٹ نکال کر جلانے کے بعد بولا۔ "ہاں۔ یہ ناممکن نہیں ہے۔ لیکن مشکل ضرور ہے۔"

"میں اس کام کے لئے معقول معاوضہ بھی دینے کے لئے تیار ہوں۔" میں فوراً بولا

"نہیں مسٹر۔" وہ ایک گہرا کش لگانے کے بعد بولا۔ "مجھے میرے کام کے لئے ہسپتال سے تنخواہ ملتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے زور دے کر کہا۔ "لیکن وہ تنخواہ اتنی معقول نہیں ہوتی۔ کہ کوئی ڈاکٹر خاص توجہ اور پوری تندہی سے کسی ایک مریض میں دلچسپی لے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد بھی میرا چہرہ اتنا خوفناک ہے کہ میں صرف ڈراونی فلموں میں کام کر سکوں۔ اسی لئے میری خواہش ہے کہ تم اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خاص توجہ اور دلچسپی سے میرے چہرے کی تعمیر کرو......
میں تو حیران ہوں تمہارے جیسا پلاسٹک سرجری کا ماہر اس گھٹیا قسم کے ہسپتال میں اپنی زندگی کیوں برباد کر رہا ہے؟"

"ٹھیک کہتے ہو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "پاکستان میں بھی کچھ کم شہرت یا قدر و منزلت نہیں تھی۔ کراچی میں بہت اچھا کام چل رہا تھا۔ لیکن خواہش تھی کہ اپنے فن میں مزید مہارت اور کوالی فیکیشن کا اضافہ کروں۔ چنانچہ یہاں چلا آیا۔ تاکہ یہاں امتحان دے کر ڈگری حاصل کروں۔ مگر امتحان کے لئے ایک خاص عرصہ تک اس ملک میں رہنے اور کسی ہسپتال میں عملی کام کرنے کی شرط عائد ہے۔ اس لئے اس گھٹیا ہسپتال

میں کام کرنے پر مجبور ہوں۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ تمہارے ملک میں باہر سے آنے والوں
کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی اور قدم قدم پر سرخ فیتہ آڑے آتا ہے۔"
"مگر یہاں تمہیں وہ تمام سہولتیں اور آسائشیں بھی حاصل نہیں ہیں جو تمہارے
لئے ضروری ہیں" میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک کہتے ہو۔ مگر جو کچھ مجھے چاہئے تھا۔ وہ مجھے مل گیا ہے۔ میں یہاں اس
ہسپتال میں آنے سے پہلے نیو آرلین کے گرلیس ہسپتال میں تھا۔ بہت بڑا اور جدید قسم
کا ہسپتال ہے لیکن وہاں کام کرنے کی آزادی مفقود تھی۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی ساتھ
چپکا رہتا تھا۔ اور یوں کرو۔ یوں نہ کرو۔ قسم کی ہدایات دیتا رہتا تھا۔ نتیجہ یہ تھا۔ کہ
میں آزادی سے کام نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہاں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ کہ میں
کیا کرتا ہوں اور کس طرح کرتا ہوں۔ چنانچہ یہاں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر
کرنے اور ذاتی قسم کی تکنیک پر تجربات کرنے کے مجھے پورے مواقع حاصل ہیں۔"
"تو گویا تم یہاں پوری طرح مطمئن ہو؟"
"ہاں۔ اس لئے کہ مجھے اپنے پیشہ اور فن سے عشق ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" میں پرجوش انداز میں بولا۔ "تم میرے چہرے پر ہر قسم کے
تجربات کر سکتے ہو۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں۔ میرا چہرہ بالکل ٹھیک ہو جائے تمہاری
محنت کا مناسب معاوضہ بھی ادا کر دوں گا۔"
"تم مجھے بھلا کیا معاوضہ دے سکتے ہو۔ تم جن حالات میں یہاں آئے ہو مجھے
سب معلوم ہیں۔ ہسپتال آنے سے پہلے بھی تمہاری ملازمت وغیرہ کا کوئی سراغ نہیں
ملتا اور جو تمہارے حالات ہیں ان کی بنا پر مجھے یقین ہے۔ کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں

ہے۔ اس کے علاوہ تمہیں شاید علم نہیں کہ تم کرنل سام کے لئے ایک مسئلہ بنے ہوئے ہو؟"
"مسئلہ نہیں تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "رہا سوال پلے کچھ نہ ہونے کا تو یہ
حقیقت ہے کہ ہسپتال کی چار دیواری کے اندر میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر
اس کے باوجود میں تمہیں نقد معاوضہ ادا کر سکتا ہوں۔ بیس ہزار ڈالر کے متعلق کیا
خیال ہے۔ دس ہزار پیشگی اور باقی دس ہزار بعد میں۔ لیکن شرط صرف یہ ہے کہ کام
فرسٹ کلاس ہونا چاہیئے۔"
"نقد" ڈاکٹر افقلی نے حیرت سے چونک کر کہا۔
"ہاں۔ دس ہزار ڈالر نقد اور پیشگی۔" میں نے اپنی بات دہرائی۔
"مگر یقین نہیں آتا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔
"میں قطعی سنجیدہ ہوں ڈاکٹر اور جب تم بھی سنجیدگی سے غور کر لو تو بتا دینا
پھر میں تمہیں وہ جگہ بتا دوں گا۔ جہاں سے تمہیں دس ہزار ڈالر مل جائیں گے۔ میں تو
چونکہ یہاں قید ہوں اس لئے تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گا۔ البتہ جو جگہ میں بتاؤں
گا۔ وہاں سے رقم تمہیں مل جائے گی۔ رقم تم رکھ لینا اور رقم کے ساتھ جو دوسری
چیز ملے وہ مجھے لا دینا۔"
"کیا وہ جگہ کہیں قریب ہی ہے؟" ڈاکٹر نے دلچسپی کا اظہار کیا۔
"نہیں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔
"تو اس کا مطلب ہے کہ مجھے نہ صرف اپنا وقت بلکہ پلے سے کرایہ بھی خرچ
کرنا ہوگا؟"
"ہاں۔ لیکن یہ بھی سوچ لو کہ دس ہزار ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہوتی اس

سے تم اچھے پیمانے پر اپنی پریکٹس بھی شروع کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں غور کرنے کے بعد میں بتاؤں گا۔"

"خوب اچھی طرح غور کر لو۔"

"میرا خیال ہے کہ جس رقم کا تم تذکرہ کر رہے ہو غیر قانونی ہے؟"

میں نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور اٹھ کر مسکراتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بھی اٹھ کر دروازے تک آیا۔ اور چابی لگا کر مقفل دروازہ کھول دیا۔ میں وارڈ میں چلا گیا۔ بہرحال دانہ ڈال دیا تھا۔

تین ہفتوں کے بعد ایک نرس کو کہتے ہوئے سنا کہ ڈاکٹر افضل پلاسٹک سرجری کے ماہرین کی کنونشن میں شریک ہونے کے لئے نیو یارک جا رہا ہے اور پھر اسی شام اس نے مجھے اپنے آفس روم میں بلا بھیجا۔

"آؤ بیٹھو۔" کمرے کا دروازہ مقفل کرنے کے بعد اس نے کہا۔ اور جب میں اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ میں ابھی تک کشمکش و پیچ میں ہوں اور۔۔۔"

"ڈاکٹر افضل۔" میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ "سنا ہے کہ نیو یارک جا رہے ہو۔ لیکن جب تک جیب میں کافی رقم نہ ہو نیو یارک کی سیر کا صحیح لطف نہیں اٹھایا جا سکتا۔"

"تو گویا وہ رقم نیو یارک کے قریب ہی کہیں موجود ہے؟"

"ہاں۔ نیو یارک سے صرف ڈھائی سو میل کے فاصلہ پر دس ہزار ڈالر کی رقم تمہاری منتظر ہے۔"

"ڈھائی سو میل۔" جیسے ڈاکٹر افضل نے اپنے آپ سے کہا۔ "ہوں۔۔۔ خیر تم تفصیل تو بتاؤ۔"

"نیو یارک پہنچ کر کوئی کار کرایہ پر حاصل کر لینا۔ پھر جو جگہ میں بتاؤں گا وہاں سے دس ہزار ڈالر نکال لینا۔ اور رقم کے ساتھ جو دوسری چیز ہو وہ مجھے لا دینا۔ رقم زمین کی سطح سے ڈیڑھ فٹ نیچے کینوس کی ایک تھیلی میں دفن ہے۔۔۔۔۔ تم سوچ رہے ہو گے کہ کہیں میں تمہیں بیوقوف تو نہیں بنا رہا۔ لیکن مسٹر افضل ذرا خود ہی غور کرو کہ مجھے اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ تمہاری واپسی تک میں یہیں ہوں گا۔ چنانچہ یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں بیوقوف بنانے کی کوشش کروں اور وہ بھی قطعی بے فائدہ اور لاحاصل۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ تم مجھے وہ جگہ اور دیگر تفصیل بتاؤ۔"

"نیو ہیمپ شائر کے قریب ہلمز بورو کے علاقے میں گارڈین انجل نامی قبرستان ہے وہ قبرستان متروک اور غیر مستعمل ہے۔" میں اسے بتا رہا تھا، اور وہ کاغذ کے ایک پرزے پر نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ "کار چلاتے ہوئے فرنٹ گیٹ سے اندر چلے جانا۔ گیٹ سے داخل ہوتے ہی مٹی اور بجری کی نیم پختہ سڑک ہے۔ جو بیضوی قبرستان کی چار دیواری کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہے۔ تم دائیں طرف مڑ جانا۔ تقریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد اندرون قبرستان سے آنے والی ایک اور کچی سڑک اس سڑک سے ملتی ہے۔ چنانچہ اسی سڑک پر ہو جانا۔ پھر دائیں طرف سے تیسری قبر کے کتبہ پر سیلوری کا نام کندہ نظر آئے گا۔ اسی کتبے کے عین پیچھے ٹھیک بارہ فٹ کے فاصلہ پر سطح زمین سے تقریباً اٹھارہ انچ نیچے دفن شدہ وہ تھیلی تمہیں مل جائے گی۔ جس میں دس ہزار ڈالر کی رقم چھوٹے نوٹوں کی شکل

میں دفن ہے۔"

"اگر وہ گیٹ مقفل ہوا تو؟" ڈاکٹر افضل نے خدشہ ظاہر کیا۔

"وہاں گیٹ قسم کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اینٹوں کی ایک محراب ہے جو اتنی کشادہ ہے کہ بڑی سے بڑی کار اندر داخل ہو سکتی ہے۔ قبرستان قطعی متروک ہے نہ کوئی محافظ ہے۔ اور نہ نگران کیونکہ قصبے والوں نے ایک نیا قبرستان بنا لیا ہے۔" میں نے اسے پوری طرح مطمئن کرتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ "نیو یارک میں کتنے دن ٹھہرو گے؟"

"دس دن تک ..... اور ہاں تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے مولیے نے تمہارے چہرے کی تعمیر نو کی منظوری دے دی ہے چنانچہ نیو یارک سے واپس آتے ہی میں تمہارے چہرے پر کام شروع کر دوں گا۔ البتہ تمہیں یہ بتا دینا بھی بہت ضروری ہے کہ دوران علاج دل برداشتہ مت ہو جانا کیونکہ نئے چہرے کی تعمیر کا کام کافی طویل اور صبر آزما ہو گا۔ درد اور تکلیف کی اذیت برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ تمہارا مکمل تعاون بھی درکار ہو گا" اس نے خبردار کن لہجے میں کہا۔

"میں ہر طرح تعاون کروں گا ڈاکٹر۔ اور اب میں بہت زیادہ خوش ہوں۔ تم بھی نیو یارک جاؤ۔ اور زندگی کا لطف اٹھاؤ ......" میں اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ پھر چند سیکنڈ کے لئے رک کر اس کی طرف دیکھا۔ "ڈاکٹر برائے مہربانی پال مال سگرٹ کا ایک ڈبہ کسی نرس کے ہاتھ مجھے وارڈ میں بھجوا دینا؟ اتنا کہہ کر دروازے کے قفل میں لگی چابی گھمائی اور دروازے کو کھول کر میں باہر نکل گیا۔ سگرٹوں کا ڈبہ منگوانا ڈاکٹر کا دراصل امتحان تھا۔

۲

دو دن کے بعد جب پرزن وارڈ میں ڈاکٹر مولیے داخل ہوا تو حسب معمول اس کے پیچھے دیگر ڈاکٹروں اور نرسوں کا جلوس بھی تھا۔ مولیے نے میری خیریت پوچھی اور آگے بڑھ گیا۔ اس کے بعد جلوس ولی کے قریب جا رکا۔ لیکن ایک نرس خلاف معمول میرے قریب ہی کھڑی رہی۔ اور جب جلوس کچھ آگے چلا گیا۔ تو اپنے ڈھیلے ڈھالے کوٹ کے اندر چھپا ہوا سگرٹ کا ڈبہ نکال کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور تیزی سے چل کر جلوس سے جا ملی میں نے دائیں بائیں نظر ڈالی اور ڈبہ تکیے کے نیچے چھپا دیا۔ یاد رہے کہ ہسپتال کے پرزن سیل میں سگرٹ نوشی کی اجازت نہیں ہوتی۔

سگرٹ کے ڈبے کی حفاظت میرے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔ دراصل میں کمرن کو دانہ ڈالنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کی رضامندی اور تعاون کے بغیر میرا منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ پرزن وارڈ میں تین اٹنڈنٹ ڈیوٹی دیتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو باری باری تیسرے ہفتے ایک دن کی چھٹی ملتی تھی اتوار کی چھٹی کے بعد کمرن پیر کو ڈیوٹی پر آ گیا۔ مولیے حسب معمول وارڈ کے معائنے کے لئے آیا تو قریب رک گیا۔

"اب تو کچھ بہتر نظر آ رہے ہو مسٹر آرنلڈ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں..... اب کچھ..... بہتر..... ہوں..... شکریہ ڈاکٹر۔" میں نے ہکلاتے ہوئے وقفوں کے ساتھ الفاظ نکالتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ رہا ہوگا۔ کہ ہسپتال کے علاج کا اثر ہے۔ حالانکہ جو بہتری میں ظاہر کر رہا تھا۔ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھی موبلے کے ساتھ جلوس میں شامل دوسرے ڈاکٹر، نرسیں اور اسٹوڈنٹ مجھے بولتے ہوئے دیکھ کر سخت حیران نظر آ رہے تھے۔ کیونکہ اس سے پہلے کسی نے بھی مجھے بولتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ دور کھڑا اٹینڈر کمرن بھی بے یقینی سے مجھے گھور رہا تھا۔ موبلے کے سامنے بول کر میں نے یہ ثابت کر دیا تھا۔ کہ آخر کار ہسپتال کے علاج سے بہتر نتائج ظاہر ہو رہے ہیں اور یہ کہ میرے چہرے کی پلاسٹک سرجری پر خرچ کی جانے والی ہسپتال کی رقم ضائع نہیں جائے گی۔

آج موبلے کے ساتھ ڈاکٹر افضل نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ نیو یارک روانہ ہو گیا ہوگا۔ معائنہ ختم ہونے اور موبلے کے چلے جانے کے بعد کمرن میری طرف بڑھا۔ وہ کچھ کہنے کے لئے سخت بے تاب نظر آ رہا تھا۔

"میرے تکیے کے نیچے تمہارے لئے ایک خاص تحفہ رکھا ہے۔" اس کے بولنے سے پہلے ہی میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ پہلے تو تعجب اور بے یقینی سے چند سیکنڈ وہ میری صورت دیکھتا رہا۔ پھر گھوما اور چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب میں اپنے پلنگ پر واپس پہنچا تو سگرٹوں کا ڈبہ تکیے کے نیچے نہیں تھا۔ اس واقعہ کے بعد کمرن کا رویہ اچانک بدل گیا۔ اب نفرت و حقارت اور دشمنی کی جگہ دوستی نے لے لی تھی۔ میں بخوبی جانتا تھا۔ کہ اس کے رویہ میں یہ تبدیلی وقتی اور لالچ کے زیر اثر ہے ورنہ وہ مجھ سے

انتہائی نفرت کرتا تھا۔ کیونکہ میں نے اس کے دوست ڈپٹی شیرف فرنکلن کو جہنم کا راستہ دکھا دیا تھا۔ چنانچہ کمرن کی دوستی مصنوعی اور محض دکھاوے کی تھی۔ سگرٹ کا ڈبہ اسے دے کر میں یہ بھی ثابت کرنا چاہتا تھا۔ کہ میں جو کہ باہر سے سگرٹ کا ڈبہ تک منگوا سکتا ہوں بے یار و مددگار ہرگز نہیں تھا۔ لہٰذا خیال یہی تھا۔ کہ آئندہ وہ جلتے ہوئے سگرٹ میرے جسم پر چپکانے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچے گا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی ضرور سوچے گا۔ کہ جو شخص سگرٹ کا ڈبہ دے سکتا ہے وہ اور بھی بہت کچھ دے سکتا ہے۔ اور حقیقت بھی بلاشبہ یہی تھی اگر ڈاکٹر افضل رقم لے کر کامیاب واپس لوٹا تو میرا ارادہ کمرن کو بہت کچھ دینے کا تھا۔ کیونکہ کمرن میرے فرار کے منصوبے کا انتہائی اہم کردار تھا۔

دس دن کے بعد ڈاکٹر افضل نیو یارک سے واپس آ گیا اور معائنہ ختم ہوتے ہی اس نے مجھے اپنے کمرے میں بلا لیا۔ وہ نئی انگلش برجس اور قیمتی بوٹ پہنے ہوئے تھا۔

"تو گویا، تم رقم حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک کہتے ہو۔" اس نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"تو لاؤ۔ رقم کے علاوہ جو چیز تھیلی میں موجود تھی۔ وہ میرے حوالے کر دو۔"

یہ سن کر اس نے اپنے ڈھیلے ڈھالے سفید کوٹ کی اندرونی جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ میں نے نوٹ لے کر جلدی جلدی گنے۔ سو سو ڈالر کے بائیس نوٹ تھے ڈاکٹر افضل نے نہایت دیانتداری سے دس ہزار ڈالر خود رکھ کر باقی رقم میرے حوالے کر دی تھی۔

"ڈاکٹر۔" میں تاکیدی لہجے میں بولا۔ "رقم کے علاوہ تھیلی میں کچھ اور بھی تھا۔

"ہاں . . . . . لیکن پستول میں تمہیں ہرگز نہیں دوں گا۔"

"ڈاکٹر!" میں نے پرزور لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے مابین یہی طے ہوا تھا کہ رقم میں سے دس ہزار ڈالر تمہارے ہوں گے۔ اور باقی رقم اور رقم کے ساتھ جو کچھ بھی تھیلی میں موجود ہوگا۔ وہ تم لاکر میرے حوالے کر دو گے۔"

"سنو مسٹر۔" اس نے مستحکم لہجے میں کہا۔ "تم خواہ کچھ بھی کہو پستول میں تمہیں ہرگز نہیں دوں گا۔ رہا سوال دس ہزار ڈالر کا تو وہ تم نے چہرے کی تعمیر کے لئے دیئے ہیں اور میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔"

"دے دو ڈاکٹر۔ مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔" اس مرتبہ میرا لہجہ خوشامدانہ تھا۔

"قطعی نہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تم ایک نہ ایک دن یہاں سے فرار ہو جاؤ گے ممکن ہے فرار کا تمہارا منصوبہ ناکام ہو جائے اور تم پکڑے جاؤ۔ اس صورت میں میں جانتا ہوں کہ تم بلا دریغ گولیاں چلاؤ گے اور ہرگز پرواہ نہیں کرو گے کہ کتنے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور کتنے زخمی۔ نہیں مسٹر اس قسم کے خون ناحق میں میں ہرگز مدد و معاون نہیں بن سکتا۔ اس کے علاوہ اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہوا۔ تو مکمل تفتیش کی جائے گی اور میں خود بھی نہیں بچ سکوں گا۔ لہٰذا یہ طے ہے۔ کہ پستول میں کسی بھی قیمت پر تمہیں نہیں دوں گا"

"چلو یوں ہی سہی۔" میں نے بیدلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ چہرے پر کام کب شروع کرو گے؟"

"آئندہ ہفتے باقاعدہ کام شروع ہو جائے گا۔" اس نے میز پر رکھی ڈبیہ میں سے

سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔ "اور اس سے پہلے چند باتوں کا جواب دو . . . . . اگر کوئی زخم لگ جائے تو وہ جلدی ٹھیک ہو جاتا ہے یا دیر میں؟"

"بہت جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔"

"بہت خوب دراصل اصل مسئلہ جلد کی بافتوں کا ہے۔ اگر ہمارے پاس مشین ہو تو حسب ضرورت باریک سے باریک اور موٹے سے موٹا پرت اتارا جا سکتا ہے۔ اور سارا دارومدار ہی کاٹ جانے والے پرتوں کی موٹائی یا باریکی پر ہے۔ اوپر کی دو بافتیں جن کا نام ایپی تھیلیم اور ڈیپر کوریم ہے کاٹ کر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اگر دو بافتیں پوری نہ لی جائیں تو بالائی بافت پوری اور کوریم نصف بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔"

"اور ان دونوں طریقوں میں فرق کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جلدوں کو یکجان کرنے اور رنگ تبدیل کرنے کا تمام تر انحصار انہی بافتوں پر ہے جس قدر زیادہ موٹا پرت استعمال کیا جائے گا۔ رنگ میں اتنی ہی کم تبدیلی ہوگی۔ اسی لئے چہرے کی سرجری کرتے ہوئے انتہائی احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔"

میں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اس کے آگے بڑھاتے ہوئے ساتھ بولا۔ "ڈاکٹر چہرے سے بھی زیادہ مجھے ان ہاتھوں کی ضرورت ہے کیا چہرے سے پہلے ان کا علاج نہیں کیا جا سکتا۔ میرا مطلب ہے کہ ہاتھوں کے علاج کے دوران میرے جسم کے تمام لوازمات بھی سامنے آ جائیں گے مثلاً زخم کتنی دیر میں ٹھیک ہوتے ہیں ایک جگہ کی جلد دوسری جگہ سیٹ ہونے میں کتنے دن لگاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔" اتنا کہہ کر میں اس کی طرف پر امید نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ حقیقت یہ تھی۔ کہ چہرے کی نسبت مجھے

ہاتھوں کی زیادہ ضرورت تھی۔ تاکہ وہ دوبارہ قابلِ استعمال ہو سکیں۔

ڈاکٹر کی نگاہیں میرے بری طرح جلے ہوئے ہاتھوں پر مرکوز تھیں۔ وہ انہیں نہایت غور سے دیکھ رہا تھا۔ جلنے کی وجہ سے کہیں گڑھے بن گئے تھے۔ تو کھال سمٹ کر اکٹھی ہونے سے کہیں ٹیلے جیسے ابھرے ہوئے تھے۔ انگلیوں کی کھال ادھڑ کر سروں پر جمع ہو گئی تھی۔ اور بازوؤں پر نئی جلد ابھر آئی تھی۔

"تمہاری بات میں کافی وزن معلوم ہوتا ہے۔" آخر کار کئی سیکنڈ کے بعد ڈاکٹر افضل نے کہا۔ "ٹھیک ہے ہم ہاتھوں سے شروع کریں گے پہلے ایک ہاتھ پھر دوسرا۔ بات یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے قطعی مختلف طریق کار ہے۔ مناسب قطع و برید کے بعد تمہارے ایک ہاتھ کو چھاتی کی ڈھیلی کھال چیر کر اندر ڈال دیا جائے گا۔ چھاتی کی کھال آہستہ آہستہ تمہارے ہاتھ کی پشت پر جمنا شروع ہو جائے گی۔ اور جب میں دیکھ لوں گا کہ کھال پوری طرح جم گئی ہے تو چند مراحل کے اندر ہاتھ کو ادھر ادھر کی جلد کاٹ کر چھاتی سے جدا کر لیا جائے گا۔ پھر یہی عمل دوسرے ہاتھ پر دہرایا جائے گا۔ چھاتی پر نئی جلد خود بخود ہی پیدا ہونے لگے گی۔"

"اور چہرے کی مرمت کے لئے کیا کچھ کرنا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"پیشانی اور ناک کے لئے دو قطعی مختلف طریق کار استعمال کرنے ہوں گے۔ میں پیشانی کے لئے تو تمہاری کھوپڑی پر سے پرت اتاروں گا۔ اور ناک کے لئے بازوؤں اور ران کی جلد مناسب رہے گی۔ یہ بھی غور سے سن لو کہ میں سو فیصد کامیابی کی ضمانت ہرگز نہیں دے سکتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی سن لو کہ جسم کے یہ حصے دوبارہ ہرگز نہ جلنے پائیں۔ کیونکہ جو کچھ میں اس مرتبہ تمہارے لئے کر رہا ہوں۔ دوبارہ دنیا کا کوئی بھی

ماہر نہیں کر سکے گا۔"

"اور اس تمام عمل میں کتنا وقت لگے گا؟"

"قطعی طور پر بتانا ناممکن ہے۔ بہرحال تقریباً دس ماہ یا ممکن ہے اس سے بھی زیادہ وقت لگ جائے۔"

مجھے اس قدر طویل مدت لگ جانے کی امید نہیں تھی۔ تاہم علاج ناگزیر تھا۔

"پھر کب سے شروع کرنے کا ارادہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

ڈاکٹر افضل نے خون وغیرہ کے نمونے اسی وقت لے لئے اور میں وارڈ میں آ گیا۔ کرن اور جیمز گیلری میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ میں چپکے سے دبے پاؤں غسل خانے میں چلا گیا۔ غسل خانے میں بنی ایک کونے میں ایک بڑی الماری تھی۔ جس میں صفائی وغیرہ کرنے والا عملہ اپنے جھاڑو، برش، جراثیم کش محلول اور ٹوائلٹ پیپر وغیرہ رکھا کرتے تھے۔ الماری کے ایک کونے میں گتے کا ایک بڑا ڈبہ بھی تھا۔ اس ڈبے کو میں کئی روز پہلے وہاں رکھا دیکھ کر اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ ٹوائلٹ پیپر کے رولوں سے بھرا ہوا تھا۔ اوپر سے نیچے تک پیپر رول قطاروں میں چنے رکھے تھے۔ میں نے درمیانی رول نکالنے شروع کئے ایک کے بعد ایک نکال کر ڈبے کی تہہ تک پہنچ گیا اس کے بعد جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر ایک ہزار ڈالر گن کر جیب میں رکھ لئے اور باقی بارہ سو کے نوٹ ڈبے کی تہ میں رکھ کر سارے پیپر رول اسی طرح ڈبے میں چن دیئے۔ اور اطمینان سے اپنے بستر پر آ کر سو گیا۔

دوسرے دن سہ پہر کے وقت میں حسب معمول کھڑکی کے قریب بیٹھا ہسپتال کے طویل و عریض صحن اور لان کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کہ کرن آ گیا۔ وہ

دروازہ بند کرنے کے لئے گھوما ہی تھا۔ کہ میں نے اس کا نام لے کر اسے پکارا وہ مڑ کر حیران نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے دوبارہ پکارا۔ اور قریب آنے کا اشارہ کیا اس کے چہرے پر حیرت اور الجھن کے تاثرات تھے۔ میں نے اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی گڈی نکالی اور اس کی طرف بڑھا دی۔ ساتھ ہی بولا۔ "لو مسٹر کرن یہ تمہارے لئے ہیں۔"

اس نے حریص نگاہوں سے سو سو کے نوٹوں کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر نوٹ میرے ہاتھ سے لے لئے پھر ان کو جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔ "مسٹر آرنلڈ یہ تمہیں کہاں سے مل گئے ؟"

"اور بھی دوں گا۔" میں جلدی سے بولا۔ "اب جاؤ بعد میں تفصیل سے بات کریں گے۔"

وہ فوراً نکل گیا۔ میں بخوبی جانتا تھا۔ کہ ایک ہزار ڈالر دے کر بھی میں اس کی نیت تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ مناسب موقع ہاتھ آنے پر اپنے دوست، ڈپٹی شیرف فرنکلن کے قتل کا انتقام مجھ سے ضرور لے گا۔ تاہم بعد میں مزید رقم دینے کا حربہ استعمال کر کے میں نے کچھ وقت ضرور حاصل کر لیا تھا۔ اب مزید رقم ملنے کے لالچ میں اسے انتظار کرنا ہو گا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ کہ ڈاکٹر افضل جب تک اپنا کام مکمل نہ کر لے کرن میرے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے۔

اسی رات جب سونے کے لئے میں بستر پر لیٹ گیا تو کرن دبے پاؤں اندر آیا اور میرے قریب آ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ "مسٹر آرنلڈ اب بتاؤ مجھ سے کیا چاہتے ہو ؟"

یہ وہی کرن تھا۔ جو مجھ سے سخت نفرت کرتا تھا۔ اور قدم قدم پر نہ صرف مجھے پریشان کرتا تھا۔ بلکہ چلتے ہوئے سگرٹ چپکا چپکا کر میرا ناک میں دم کر دیا تھا۔ لیکن ایک ہزار ڈالر نے اس کا رویہ یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔ میں یہ بھی جانتا تھا۔ کہ یہ تبدیلی محض دکھاوے کی ہے ورنہ اب بھی وہ مجھ سے اسی طرح نفرت کرتا ہے۔ اور یہ کہ موقع ملنے پر فرنکلن کا انتقام لینے سے ہرگز باز نہیں آئے گا۔

"مجھے ایک پستول چاہیئے۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"پستول ؟" اس نے فرط حیرت سے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ اور اس کے لئے میں تمہیں پانچ ہزار ڈالر تک دینے کے لئے تیار ہوں۔"

وہ چند سیکنڈ تک خاموشی سے مجھے گھورتا رہا۔ جیسے کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو پھر بولا۔ "کب تک چاہیئے ؟"

"ڈاکٹر افضل کا علاج ختم ہونے پر۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی کافی وقت ہے۔ پانچ ہزار ڈالر کے عوض میں تمہیں پستول مہیا کر دوں گا۔"

میرا پروگرام ہر لحاظ سے کامیاب رہا تھا اسے یقین تھا۔ کہ میرے پاس پانچ ہزار ڈالر کی رقم یقیناً ہو گی۔ اور اسی رقم کے لالچ میں اب وہ نو دس ماہ تک نہ صرف یہ کہ کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گا۔ بلکہ اس کا رویہ بھی دوستانہ رہے گا۔

دوسرے ہی دن سے ڈاکٹر افضل نے میرے چہرے اور ہاتھوں پر کام شروع کر دیا۔ ساڑھے دس ماہ کے دوران میں جن مرحلوں سے گذرا وہ ایک طویل اور تکلیف دہ داستان ہے۔ ڈاکٹر افضل کی پلاسٹک سرجری کا عمل بہت طویل صبر آزما

اور راکتا دینے والا تھا۔ وہ میری رانوں، پنڈلیوں، کھوپڑی اور شانوں سے مطلوبہ جلد کی باریک تہیں اتار اتار کر چہرے کی تعمیر کرتا رہا۔ اور میں دل پہ جبر کر کے مکمل تعاون کرتا رہا۔ اس دوران بستر پہ دراز رہنے یا کھڑکی میں بیٹھ کر باہر دیکھتے رہنے کے علاوہ میرے پاس اور کوئی کام نہیں تھا۔ کئی مرتبہ ایسے مواقع بھی آئے جب میں نے محسوس کیا۔ کہ ڈاکٹر افضل اپنا عمل مکمل کر چکا ہے اور یہ کہ اب جلد ہی فراغت مل جائے گی۔ مگر دوسرے ہی روز وہ کوئی نیا عمل شروع کر دیتا۔ اور مجھے یہ کہہ کر مطمئن کر دیتا۔ کہ وہ چہرے کی جلد کو مزید قدرتی رنگ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس طویل مدت کے دوران ڈاکٹر افضل نے مجھے ایک مرتبہ بھی اپنا چہرہ نہیں دیکھنے دیا۔ جب کبھی میں اس قسم کی خواہش ظاہر کرتا تھا تو وہ یہ کہہ کر کہ آخر میں ایک ہی مرتبہ دیکھ لینا تمام چہرے اور سر کو پٹیوں سے ڈھانپ کر مسکراتے ہوئے چلا جاتا تھا اس کے انداز و اطوار سے اتنا یقین ضرور ہو گیا تھا۔ کہ وہ اپنے تجربے میں کامیاب رہا ہے۔

آخری مرحلے میں ایک دن پٹیاں لپیٹتے ہوئے وہ بولا۔ "مسٹر آرنلڈ تمہیں آئندہ تمام زندگی سر پہ وگ استعمال کرنی ہوگی۔ یہ کوئی ایسی انوکھی بات نہیں ہے۔ آجکل وگ کا استعمال عام ہو رہا ہے۔ تمہاری پلکوں کے بال ہمیشہ کے لئے ضائع ہو چکے ہیں اور وہ کسی بھی طرح تمہیں نہیں مل سکتے البتہ یہ وِگ میں تمہیں دے سکتا ہوں"۔

"ڈاکٹر ابھی کتنے دن اور لگیں گے" میں نے پوچھا۔ کیونکہ میں اب تنگ آ چکا تھا۔

"صرف دس بارہ دن اور لگیں" اس نے پٹیاں کستے ہوئے جواب دیا۔

میں دل ہی دل میں بہت خوش تھا۔ میں نے منصوبہ بنا لیا تھا۔ کہ آخری مرتبہ پٹیاں کھلنے سے پہلے ہی فرار ہو جاؤں گا۔ اس لئے کہ اس وقت تک میرا اپنا تعمیر شدہ چہرہ کسی نے بھی نہیں دیکھا ہو گا۔ بلکہ خود میں نے بھی نہیں دیکھا ہو گا۔

مجھے کوئی علم نہیں کہ ڈاکٹر افضل میرے ارادوں کو بھانپ گیا تھا یا نہیں بہر حال میں نے اس کے کمرے کی الماری سے اس محلول کی دو شیشیاں اڑا لی تھیں جو پٹیاں کھولنے کے بعد وہ میرے چہرے پہ چھڑکا کرتا تھا۔ تاکہ انہیں بعد میں استعمال کیا جا سکے۔

"پرسوں تمہاری پٹیاں ہمیشہ کے لئے کھل جائیں گی۔" چند دن کے بعد پٹیاں باندھ کر فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر افضل نے کہا۔

میں نے اس کا بہت اچھے الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ اور اپنے کمرے میں آ گیا کمرن پہلے ہی وہاں موجود تھا۔

"اب وقت آ گیا ہے مسٹر کمرن" میں نے پلنگ پہ بیٹھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں رات کو ذرا دیر سے آؤں گا۔ تاکہ سب لوگ سو جائیں"۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اور میں تمام شام اپنے منصوبے کے مختلف پہلوؤں پہ غور کرتا رہا ایک دو مرتبہ جیمز ادھر سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ نظریں چرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے مختلف قسم کے لوگوں کی نفسیات کا وسیع تجربہ تھا۔ چنانچہ فوراً سمجھ گیا۔ کہ کمرن یقیناً میرے لئے کوئی خطرناک چال چل رہا ہے۔ اور یہ کہ جیمز بھی لازماً اس میں شامل ہے۔

رات کو بارہ بجے کے بعد کمرن دبے پاؤں چل کر میرے پلنگ تک آیا اور سرگوشی

کہتے ہوئے بولا ۔ "چلو باہر چلیں ۔ یہاں اطمینان سے باتیں نہیں کر سکتے ۔
میں اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیا ۔ اور آگے پیچھے چلتے ہوئے ہم برآمدے سے
آگے نکل کر سن ڈیک پر پہنچ گئے ۔

"رقم کہاں ہے؟" بیٹھتے ہی اس نے کہا ۔

"فکر نہ کرو ۔ رقم بھی مل جائے گی ۔" میں نے جواب دیا ۔ میں ہرگز یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا ۔ کہ رقم میں ساتھ لئے پھر رہا ہوں ۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ مجھے وہیں ختم کر سکتا تھا ۔

"مگر خبردار ، کوئی چالبازی نہیں چلے گی ۔" جیب سے سگرٹ نکالتے ہوئے اس نے کہا ۔

"چالبازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔"

"اس وقت تو تم بالکل عقلمندوں کی طرح باتیں کر رہے ہو ۔ کیا اس تمام مدت کے دوران محض ہمیں بیوقوف بناتے رہے ہو؟"

"اگر ایسا نہ کرتا تو کیا تمہیں اتنی بڑی رقم مل سکتی تھی؟"

"ٹھیک کہتے ہو ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ رقم کس وقت دو گے؟"

"جس وقت تم مجھے یہاں سے نکال کر بحفاظت ہائی وے تک پہنچا دو گے ۔"

"منظور ہے ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ لین دین ہسپتال کی حدود سے نکلنے کے بعد ہی ہو ۔"

"مجھے نہ صرف پستول بلکہ کپڑوں اور جوتوں کی بھی ضرورت ہے ۔ اور یہ سب چیزیں تم ہی مہیا کرو گے ۔"

اس نے اس کے باہر جاتے ہی ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اٹھ کر اس کی الماری سے ...پیپرس کا ایک بنڈل ، چپکاں ہونے والی ٹیپ اور چھوٹی سی ایک قینچی نکال کر جیب میں ڈال لی ۔ اس کے بعد دوسرے خانے میں اوپر تلے رکھے کئی ڈبوں میں سے سب سے نیچے والا ڈبہ نکالا ۔ یہ سب ڈبے ٹین کے بنے تھے ۔ اور ان میں میک کا سامان تھا ۔ ڈبے میں سے میں نے کریم کی دو ٹیوبیں نکال کر جیب میں ڈال لیں ۔ کیونکہ پورے ڈبے کو لباس میں چھپانا ناممکن تھا ۔ ان ٹیوبوں کے متعلق ڈاکٹر افضل بہت پہلے مجھے بتا چکا تھا ۔ کہ پٹیاں کھلنے کے بعد چہرے کی جلد کو مزید قدرتی رنگ بخشنے کے لئے ان ٹیوبوں دفعتاً کھر... پر کافی دنوں تک استعمال کرنی پڑے گی ۔ ٹیوبیں نکالنے کے بعد آدنلڈ ۔ تمہارے جیسے ... دن کو ... ڈبے اس کے اوپر رکھ دیئے ۔

"یہ صرف اس لئے ہے کہ میں نے سب کچھ تم پر چھوڑ دیا ہے ۔"

"ہوں ...... اور کوئی بات یا اور کوئی چیز؟"

"ایک ہیٹ کی بھی ضرورت ہوگی ۔ لیکن ذرا بڑا ہونا چاہیئے ۔"

"وہ بھی لے آؤں گا ۔ اور ہماری روانگی ٹھیک گیارہ بجے ہوگی ۔" اس نے سگرٹ کا ایک لمبا کش لگانے کے بعد کہا ۔ "اس لئے کہ میں بارہ بجے سے پہلے پہلے یہاں اپنی ڈیوٹی پر واپس پہنچ جانا چاہتا ہوں ۔ رات بارہ بجے شفٹ تبدیل ہوتی ہے ۔ اور ہماری جگہ دوسرے لوگ ڈیوٹی پر آجاتے ہیں ... صرف ایک دو ... ڈیوٹی کے دوران ہو ...... نکال لیتا تھا ۔ اور ایک دو دن کے بعد جب نیا بھرا ہوا ڈبہ آ ... چکے ۔ تو وہ رقم حسب سابق اس میں چھپا دیتا تھا ۔

... وہ کر متعلق ... مکمل ہو چکی تھیں ۔ اب صرف وقت کا انتظار تھا ۔ دن کاٹے نہیں کٹ

کہتے ہوئے بولا ”چلو باہر چلیں۔ یہاں اطمینان سے باتیں نہیں کر سکتے۔
میں اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ اور آگے پیچھے چلتے ہوئے ہم برآمدے سے آگے نکل کر سن ڈیک پر پہنچ گئے۔

”رقم کہاں ہے؟“ بیٹھتے ہی اس نے کہا۔

”فکر نہ کرو۔ رقم بھی مل جائے گی۔“ میں نے جواب دیا۔ میں ہرگز یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کہ رقم میں ساتھ لئے پھر رہا ہوں۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ مجھے وہیں ختم کر سکتا تھا۔ [illegible] شش کرتا تھا۔ رات

”مگر خبردار، کوئی چالاکی [illegible]“

”مسٹر افضل کچھ دنوں کے بعد آپ کے نام ڈاک سے ایک پیکٹ آئے گا۔“ دوسرے دن صبح میں نے ڈاکٹر افضل سے کہا۔ ”لیکن اس پیکٹ کو اس وقت کھولنا جب تم تنہا ہو اور دیکھنے والا کوئی نہ ہو۔“

وہ سمجھ گیا کہ میرا کیا مطلب ہے۔ اس پیکٹ میں اس کی محنت کے صلے کی بقایا دس ہزار ڈالر کی رقم ہوگی۔ جس کا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے لب و لہجہ سے اسے ذرا سا بھی شبہ نہ ہونے دیا۔ کہ میں آج ہی فرار ہونے والا ہوں۔ اس کی ہدایات کے بموجب
”جس وقت تم مجھے پہ [illegible]“ مگر فوراً ہی بعد ڈاکٹر افضل نے بغیر
”منظور ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ لین دین [illegible] طرح کہ دس گیارہ ماہ کے
بعد ہی ہو۔“ بد دیانتہ طور پر

”مجھے نہ صرف پستول بلکہ کپڑوں اور جوتوں کی بھی ضرورت ہے
تم ہی مہیا کر دو گے۔“

میں نے اس کے باہر جاتے ہی ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اٹھ کر اس کی الماری سے پٹیوں کا ایک بنڈل، چپکانے والی ٹیپ اور چھوٹی سی ایک قینچی نکال کر جیب میں ڈال لی۔ اس کے بعد دوسرے خانے میں اوپر تلے رکھے کئی ڈبوں میں سے سب سے نیچے والا ڈبہ نکالا۔ یہ سب ڈبے ٹین کے بنے تھے۔ اور ان میں میک کا سامان تھا۔ ڈبے میں سے میں نے کریم کی دو ٹیوبیں نکال کر جیب میں ڈال لیں۔ کیونکہ پورے ڈبے کو لباس میں چھپانا ناممکن تھا۔ ان ٹیوبوں کے متعلق ڈاکٹر افضل بہت پہلے مجھے بتا چکا تھا۔ کہ پٹیاں کھلنے کے بعد چہرے کی جلد کو مزید قدرتی رنگ بخشنے کے لئے ان ٹیوبوں کے اندر جو کریم ہے چہرے پر کافی دنوں تک استعمال کرنی پڑے گی۔ ٹیوبیں نکالنے کے بعد وہ ڈبہ میں نے اسی طرح سب سے نیچے رکھا اور باقی تمام ڈبے اس کے اوپر رکھ دیئے۔

میری دلی خواہش تھی۔ کہ ڈاکٹر افضل کو شکریہ ادا کرتے ہوئے الوداع کہوں لیکن میں اس پر مزید ذمہ داری کا بوجھ لادنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے جو کچھ میرے لئے کیا تھا وہی کافی تھا۔

وارڈ میں واپس جا کر میں نے تمام اشیاء پلنگ کی دری کے نیچے چھپا دیں۔ چہرے پر چھڑکنے والے محلول کی بڑی ٹیوبیں بھی وہیں تھیں۔ اب مجھے غسل خانے سے اپنے بارہ سو ڈالر نکالنے تھے۔ گیارہ ماہ کے دوران وہ رقم مجھے کئی مرتبہ نکالنی اور دوبارہ رکھنی پڑی تھی۔ میں جب بھی دیکھتا تھا۔ کہ ٹوائلٹ پیپر کے بنڈلوں کی صرف ایک دو زیریں تہیں رہ گئی ہیں۔ تو رقم ڈبے سے نکال لیتا تھا۔ اور ایک دو دن کے بعد جب نیا بھرا ہوا ڈبہ لا رکھ دیا جاتا تھا۔ تو وہ رقم حسب سابق اس میں چھپا دیتا تھا۔

تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ اب صرف وقت کا انتظار تھا۔ دن کاٹے نہیں کٹ

رہا تھا۔ صرف ایک بات ایسی تھی جو پریشانی کا باعث تھی۔ اور وہ تھی۔ فرار کا وقت۔ کمرن نے گیارہ بجے رات کا وقت مقرر کیا تھا۔ لیکن یہ میرے لئے کسی بھی طرح موزوں نہیں تھا چونکہ کمرن اور جیمز کی ڈیوٹی بارہ بجے ختم ہو جاتی تھی۔ اور بارہ بجے دوسری شفٹ شروع ہو جاتی تھی۔ اس لئے اس بات کا صد فیصد امکان تھا۔ کہ بارہ بجنے کے فوراً بعد تمام عملے کو علم ہو جائے گا۔ کہ میں فرار ہو گیا ہوں اور نتیجے کے طور پر مجھے ہسپتال سے نکلنے کے بعد بہت کم وقت کی مہلت حاصل ہو گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی خدشہ تھا۔ کہ اگر کمرن اور جیمز کو کچھ ہو گیا۔ جس کا امکان بہت زیادہ تھا۔ اور وہ بارہ بجے سے قبل اپنی ڈیوٹی پر واپس نہ پہنچ سکے تو ظاہر ہے کہ تمام بستروں اور مریضوں کو چیک کیا جائے گا۔ اور مجھے اپنے بستر پر نہ پا کر خطرے کا الارم بجا دیا جائے گا۔ بہرحال ایک بات اطمینان بخش ضرور تھی۔ اور وہ یہ کہ کمرن اور جیمز اس وقت تک مجھے شوٹ نہیں کریں گے۔ جب تک انہیں یقین نہ ہو جائے کہ رقم میرے پاس موجود ہے۔ اور جب انہیں یقین ہو جائے گا۔ کہ رقم میرے پاس موجود ہے تو قتل کرنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کریں گے۔ وہ کسی بھی قیمت پر یہ پسند نہیں کریں گے۔ کہ میں زندہ حالت میں ہسپتال واپس پہنچ کر ان کے خلاف بیان دوں یا کوئی اور کہانی بیان کروں جس سے وہ قانونی شکنجے میں جکڑے جائیں۔

مجھے یقین تھا۔ کہ جیمز کمرن کی مدد کے لئے ساتھ ضرور جائے گا۔ کمرن اتنا احمق ہرگز نہیں تھا۔ کہ تنہا میرے ساتھ جائے اسے بھی اپنی جان عزیز تھی۔ البتہ اس نے مجھ سے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ کہ جیمز بھی ساتھ ہو گا۔ ایک ہی صورت ہو سکتی تھی اور وہ یہ کہ جیمز دوسری کار میں ہمارا تعاقب کرے۔ اور بوقت ضرورت کمرن کی مدد کرے میرے لئے بھی بیک وقت دونوں سے نمٹنا ناممکن تھا۔ لہٰذا یہ زیادہ بہتر تھا۔ کہ جیمز

دوسری کار میں تعاقب کرے۔ اور موقع ملنے پر میں یکے بعد دیگرے دونوں کو ٹھکانے لگا دوں۔

۳

میں ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا۔ آخر کار پونے دس بجے بتیاں بجھنے کا وقت آ گیا اور تمام بتیاں بجھ گئیں۔ بہت معمولی طاقت کا صرف ایک بلب جلتا رہ گیا۔ جس سے دھندلی سی روشنی وارڈ میں پھیل رہی تھی۔ نصف گھنٹہ مزید گذرنے پر میں بستر سے اٹھا اور دری کے نیچے سے تمام چیزیں نکال کر جیکٹ میں لپیٹ کر بنڈل سا بنا لیا۔ اس کے بعد آہنی پلنگ کو تھوڑا سا اٹھا کر سرہانے کی طرف والے دونوں پایوں کے آہنی پہیے نکال لئے۔ میں کمرن کے ڈبل کراس کے پیش نظر ہر قسم کے حالات کے لئے تیار رہنا چاہتا تھا۔ دونوں مٹھیوں میں ایک ایک پہیہ دبا کر میں دوبارہ بستر پر دراز ہو گیا۔

چالیس منٹ کے بعد کمرن آیا اور پلنگ کے بالائی آہنی پائپ کو تھپتھپایا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا۔ کہ ہر چیز تیار رہے۔ میں چپکے سے اٹھا اور جیکٹ والا بنڈل بغل میں دبا کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ آہنی پہیے بدستور ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے چند قدم چلنے کے بعد اس نے غسل خانے کی طرف اشارہ کیا۔ اور خود دروازے کے

قریب کھڑا ہو گیا۔ تاکہ غیر متوقع طور پر اگر اس طرف کوئی آنکلے تو مجھے بروقت خبردار کر دے۔

غسل خانے میں ایک اسٹول پر قمیض، پتلون، جیکٹ، اسپورٹ کوٹ، جرابیں اور تنکوں کا بنا ایک ہیٹ رکھا تھا۔ نیچے فرش پر جوتوں کا جوڑا بھی تھا۔ دروازہ بند کرکے میں نے بغل والا بنڈل اسی اسٹول پر رکھا۔ اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔ ٹوائلٹ پیپر کے ڈبے سے جلدی جلدی رول نکال کر اپنے بارہ سو ڈالر نکالے اور واپس گھوم کر کمرن کے لائے ہوئے کپڑے پہننے لگا۔ کپڑے بہت معمولی اور کم قیمت معلوم ہوتے تھے۔ جیکٹ تنگ اور پتلون کافی ڈھیلی تھی۔ البتہ کوٹ کسی حد تک جسم پر فِٹ تھا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اپنی تمام چیزیں مختلف جیبوں میں ٹھونس لیں۔ لیکن دائیں طرف والی کوٹ کی جیب خالی رہنے دی۔ ہسپتال کے کپڑے وہیں فرش پر پڑے چھوڑ دیئے۔ سوائے ایک عدد جراب کے جس میں میں نے دونوں آہنی پہیے ڈال دیئے اور واش ہینڈ بیسن سے صابن کی ایک پوری ٹکیہ بھی اٹھا کر جراب میں ڈال لی۔ اور پھر وہ جراب دائیں طرف والی خالی جیب میں رکھ لی۔

ہر طرح تیار ہو کر آئینے کے سامنے گیا۔ تو حلیہ اطمینان بخش تھا۔ تنکوں کے ڈھیلے ڈھالے اور بلند چوٹی کے ہیٹ نے کانوں تک سر کی تمام پٹیوں کو چھپا لیا تھا۔ صرف چہرے کی پٹیاں نظر آرہی تھیں۔ جب میں غسل خانے سے برآمد ہوا تو کمرن اسی جگہ دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

"تیار ہو؟" اس نے آواز دبا کر پوچھا۔

"بالکل تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو آؤ چلیں۔"

میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ برآمدے میں نکلنے سے پہلے اس نے جھانک کر دیکھا باہر کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے چابی ڈال کر شیشوں دار بھاری دروازہ کھولا اور ہم باہر نکل گئے۔ برآمدے میں پچیس گز آگے سیڑھیاں تھیں سیڑھیاں اتر کر چند قدم چلنے کے بعد ہم اس دروازے تک پہنچ گئے۔ جو پارک کی طرف کھلتا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر کمرن نے پہلی مرتبہ ایک بھرپور نظر میرے سراپا پر ڈالی میرا دایاں ہاتھ بدستور دائیں جیب پر تھا۔ اگر باہر نکل کر کمرن نے شور مچانے یا اور کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو جراب سے تیار کردہ ہتھیار اس سے نمٹنے کے لئے کافی ہو گا۔ اور اس کے بعد مجھ سے زیادہ اسے پلاسٹک سرجری کی ضرورت ہو گی۔

جواباً میں نے بھی اسے بغور دیکھا۔ لیکن کوئی بھی جیب اتنی ابھری ہوئی نہیں تھی کہ اس میں پستول یا ریوالور کا شبہ ہوتا۔ اس کا مطلب تھا۔ کہ اسلحہ جیمز کے پاس ہو گا کمرن نے چابی لگا کر دروازہ کھول دیا۔ اور ہم باہر آگئے۔ باہر کی ہوا گرم اور حبس آلود تھی۔ لیکن میں خوش تھا۔ کیونکہ دو سال کے بعد پہلی مرتبہ ہسپتال کی جراثیم کش دواؤں سے رچی بسی فضا سے نجات حاصل ہوئی تھی۔

"میری کار اس طرف ہے" کمرن نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ میں بھی تیز قدموں سے اس کے پیچھے ہو لیا۔ لیکن ایک قدم پیچھے رہ کر

وسیع و عریض پارک کے مشرقی گوشے میں صرف ایک آرک لیمپ روشن تھا جس کی ہلکی ہلکی دودھیا روشنی تمام پارک میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہسپتال کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہم آخری گوشے تک پہنچ گئے۔ پارک بالکل سنسان پڑا تھا۔ صرف

ہمارے قدموں کی چاپ ہی ہمیں سنائی دے رہی تھی۔

گوشے کے ساتھ گھومنے سے پہلے ہی میں نے دائیں جیب سے جراب نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی، پھر بالائی سرے سے پکڑ کر دو مرتبہ تیزی سے اپنے سر پر گھمائی اور تیسرے چکر میں پوری قوت سے کمرن کی کنپٹی پر دے ماری۔ دونوں آہنی پہیوں اور صابن کی ٹکیہ نے حسب دلخواہ کام کیا، ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔ اس کے ساتھ ہی وہ لڑکھڑایا اور دوسرے ہی منٹ اوندھے منہ گھاس پر آ رہا۔

میں اس پر جھک گیا۔ جراب دوسرے وار کے لئے ہاتھ میں بالکل تیار تھی۔ مگر دوسرے وار کی ضرورت پیش نہ آئی۔ کیونکہ وہ دنیا و مافیہا سے قطعی بے خبر ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ زندہ حالت میں وہ میرے لئے زیادہ مفید ثابت ہو سکتا تھا۔ جلدی جلدی اس کی جیبیں ٹٹول ڈالیں۔ کار کی چابیاں اور بٹوہ اس کی اندرونی جیب سے مل گیا۔ بٹوے میں میرے دیئے ہوئے ہزار ڈالر کی رقم میں سے اب صرف سات سو آٹھ ڈالر باقی تھے۔ مجھے اس رقم کی زیادہ ضرورت تھی۔ چنانچہ جیب میں ڈال لی۔ اس کے بعد اس کے جیبی چاقو سے اس کی چرمی پیٹی کاٹ کر وارڈ کی چابیاں بھی نکال لیں۔ یہ اس لئے کہ چابیوں کے بغیر وہ ہسپتال کا مقفل دروازہ کھول کر ہسپتال واپس نہیں پہنچ سکے گا۔ اس طرح مجھے کچھ اور وقت مل جائے گا۔ اس تمام کام میں صرف چند سیکنڈ صرف ہوئے اور یہ اطمینان کر کے کہ وہ ابھی کچھ دیر بے ہوش رہے گا۔ بجائے گوشے کی طرف گھومنے کے بائیں طرف ہو لیا۔

مجھے معلوم تھا کہ ملازمین کی گاڑیاں پارک میں کس جگہ کھڑی ہوتی ہیں۔ چنانچہ بیس پچیس قدم بائیں طرف قدرے تاریکی میں چلتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا۔ تمام کاریں خالی

تھیں۔ صرف ایک کار میں مجھے ڈرائیونگ سیٹ پر ایک انسانی سر کا تاریک ہیولا سا دکھائی دیا۔ جراب میں پڑے آہنی پہیوں میں سے ایک نکال کر مضبوطی سے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور جھک کر دبے پاؤں اسی طرف ہو لیا۔ نیم دائرے کی شکل میں چکر کاٹ کر میں کار کے پیچھے پہنچ گیا۔ سر تھوڑا سا بلند کر کے نگاہ ڈالی۔ تو وہ بلاشبہ جیمز ہی تھا۔ جو اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرتے ہوئے عمارت کے اس گوشے کی طرف نگاہیں جمائے ہوئے تھا، جس سے نکل کر مجھے اور کمرن کو آنا تھا۔ گویا کہ وہ ہمارا انتظار بڑی بے تابی سے کر رہا تھا۔ میں نے دو قدم آگے بڑھ کر ایک نگاہ اور ڈالی تو دیکھا کہ اس کے گھٹنوں پر کوئی بھاری چیز رکھی تھی۔

میں اب سیدھا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نگاہیں بدستور کونے پر جمی ہوئی تھیں میں نے آہنی پہیہ مٹھی میں پکڑ کر اس کی چند انچ لمبی پن اس کی گردن کی پشت پر دبا دی۔ ساتھ ہی بولا: "خبردار جو ذرا بھی آواز نکالی ورنہ شوٹ کر دوں گا۔"

وہ جس حالت میں تھا۔ اسی میں جم کر رہ گیا۔ میں نے دوسرا ہاتھ کھڑکی میں ڈال کر اس کی گود سے وہ چیز اٹھا لی، دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ ایک شاٹ گن تھی۔ جس کا کندا کٹا ہوا تھا۔ جی ہاں کندا کٹی ہوئی ڈبل بیرل شاٹ گن۔

"باہر نکلو۔" میں نے آہستہ لیکن پر رعب لہجے میں کہا۔ وہ ایک لفظ کہے بغیر چپکے سے باہر آ گیا۔ اس کی پشت ہنوز میری طرف تھی۔ "یہ چابیاں پکڑو۔" میں نے چابیاں اس کے چہرے کے سامنے جھلاتے ہوئے کہا، پھر بولا۔ "یہ کمرن کی کار کی چابیاں ہیں اس کی کار کی طرف چلو۔"

وہ دائیں طرف گھوم کر آگے بڑھ گیا۔ چند گز آگے کمرن کی کار کھڑی تھی۔ ان کا

منصوبہ بھی اپنی جگہ ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ پروگرام کے مطابق مجھے اور کمرن کو کمرن والی کار میں جانا تھا۔ اور جیمز نے ڈبل بیرل شاٹ گن کے ساتھ اپنی کار میں ہمارا تعاقب کرنا تھا۔ پھر جیب میں پانچ ہزار ڈالر کی رقم کمرن کو دے چکتا۔ تو کمرن کوئی اشارہ کرتا اور جیمز میرا کام تمام کر دیتا۔

"اندر بیٹھو اور انجن اسٹارٹ کرو۔" میں نے کمرن کی کار کے قریب پہنچ کر کہا مجھے خوشی تھی۔ کہ وہ چون و چرا کئے بغیر مشینی انداز میں میرے ہر حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ چنانچہ جوں ہی وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا میں بھی دروازہ کھول کر عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس طرح کہ شاٹ گن کا رخ اس کے سر کی طرف تھا۔ "اب ادھر تاریک جگہ کی طرف چلو۔" میں نے دور پرے قدرے تاریک گوشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور جب وہاں پہنچ گئے تو میں نے اسے گاڑی روک کر انجن بند کرنے کا حکم دیا۔

"اب باہر نکل کر واپس اپنی کار تک چلو۔"

دوسرے ہی منٹ آگے پیچھے چلتے ہوئے ہم دونوں اس کی کار تک پہنچ گئے "چلو بیٹھو اور انجن اسٹارٹ کرو۔" میں اسی طرح مرعوب کن لہجے میں بولا۔ وہ فوراً ڈرائیونگ سیٹ پر چلا گیا۔ اور میں پچھلی سیٹ پر جم گیا۔ "اب ہائی وے کی طرف چلو۔" اس نے گیر لگا کر گاڑی کا رخ ہائی وے کی طرف جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔

"یہیں ایک طرف کر کے روک لو۔" میں نے یہ اندازہ لگانے کے بعد کہ اب ہائی وے زیادہ دور نہیں ہے اسے حکم دیا۔ دونوں طرف گھنی جھاڑیاں تھیں اور ہیڈ لائٹوں کی روشنی میں بائیں طرف گہری کھائی نظر آ رہی تھی۔ میں دیکھ رہا تھا۔ کہ جیمز سخت گھبرایا ہوا تھا۔ اور اس کا سارا چہرہ پسینے میں بھیگ رہا تھا۔ "چلو اب باہر نکلو۔ جلدی کرو"

میں نے دروازہ کھول کر باہر نکلنے کے بعد کہا۔ اس نے آگے والا دروازہ کھولا۔ اور آہستہ آہستہ کھسک کر باہر نکلنے لگا۔ مگر باہر قدم رکھتے ہی وہ ایک طرف کو دوڑ پڑا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ باہر نکال کر اور سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کرنے کے بعد کھائی میں ڈال دوں گا۔ مگر اسے دوڑتے ہوئے دیکھ کر میرا سارا منصوبہ خاک میں ملتا نظر آ رہا تھا۔ میں اس طرح اسے ہرگز نہیں جانے دے سکتا تھا۔ چنانچہ شاٹ گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔

"رک جاؤ ورنہ شوٹ کر دوں گا۔" بھاگتے بھاگتے میں چیخا۔ لیکن وہ اور تیز ہو گیا اسے غالباً یقین ہو گیا تھا۔ کہ میں اسے قتل کر کے کھائی میں پھینک دوں گا۔ اسی لئے اپنی دانست میں جان بچا کر بھاگ پڑا تھا۔ مجھے یقین تھا۔ کہ شاٹ گن لوڈ ہوگی۔ لہذا جب دیکھا کہ وہ باوجود خبردار کرنے کے نہیں رک رہا۔ تو نالیوں کا رخ اس کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ راستے کے سناٹے میں ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اور دوسرے ہی لمحے جیمز لڑکھڑاتا ہوا گر گیا۔ اور ڈھلوان پر لڑھکتا ہوا کھائی میں گر گیا۔ میں تیزی سے کھائی میں اترا۔ جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ جیمز اب میرے لئے کسی پریشانی کا باعث نہیں بن سکتا تھا میں نے کمرن کی ہسپتال کی چابیاں اور کار کی چابیاں وہیں جیمز کے پاس ڈال دیں۔ تاکہ پولیس کے لئے زیادہ سے زیادہ پیچیدگی اور الجھنیں پیدا کر سکوں۔

میں دل ہی دل میں خوش تھا۔ کہ سب کچھ منصوبے کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ کہ جب کمرن کو ہوش آئے گا۔ تو وہ سب سے پہلے اپنی چابیوں کو غائب پائے گا۔ اور اس کے بیان پر پولیس ایک ایسے شخص کی تلاش میں سرگرداں ہو جائے گی جس کا سر اور چہرہ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ساتھ ہی وہ جیمز اور اس کی کار کو غائب پا کر پتہ

نہیں کیا کیا قیاس آرائیاں کریں۔ اسی قسم کی باتیں سوچتا ہوا میں کار میں بیٹھا اور انجن اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دور جا کر میں نے ایک مناسب جگہ دیکھ کر کار روک لی۔ سب سے پہلے سر اور چہرے کی تمام پٹیاں اتار دیں۔ پھر میک اپ والی ٹیوبیں جیب سے نکال کر تھوڑی تھوڑی کریم نما چیز ٹیوبوں سے نکالی۔ اور دونوں ہتھیلیوں پر مل کر سر اور چہرے پر لگا لی۔ میں ہسپتال میں دیکھ چکا تھا۔ کہ وہ کریم نئے پیدا ہونے والے گوشت کے گلابی پن کو کافی حد تک قدرتی رنگ پر لے آتی تھی۔ اس کے بعد ہیٹ سر پر رکھ کر دیکھا پٹیاں اتارنے کے بعد اب وہ کچھ ڈھیلا ہو گیا تھا۔ بہرحال گذارے کے لئے ٹھیک ہی تھا۔

کار کا گلو کمپارٹمنٹ کھولا۔ تو اس میں شاٹ گن کے نصف درجن کارتوس نظر آئے۔ انہیں دیکھ کر مجھے جیمز غریب کا افسوس ہونے لگا۔ کیونکہ اس کی ذات سے مجھے کبھی کوئی تکلیف یا پریشانی نہیں ہوئی تھی۔ البتہ کرن انتہائی ذلیل اور کمینہ شخص تھا۔ میں دراصل جیمز کو ہرگز ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن وہ احمق خواہ مخواہ بھاگ پڑا اور مجھے فائر کرنا پڑا۔ ہاں اگر اس کی جگہ کرن میرے ہاتھوں مارا جاتا۔ تو مجھے بہت خوشی ہوتی۔

انجن اسٹارٹ کر کے کار آگے بڑھائی اور ہائی وے پر پہنچ گیا۔ میں چاہتا تھا کہ جس وقت تک پولیس جیمز تک پہنچے بہت دور نکل جاؤں۔ فی الحال میری منزل بینی کی کیبن تھی۔ جہاں فونکس پر ڈاکے کی رقم دفن تھی۔ کار کی رفتار بڑھا کر میں نے کار ریڈ لیوان کر دیا۔

۴

کار کے بائیں طرف والے اگلے ٹائر میں ہوا کچھ کم تھی۔ اور پٹرول ٹنک بھی صرف نصف بھرا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ایکسیلیٹر میں بھی کچھ خرابی تھی۔ بہرحال اب تو ہر چہ بادا باد والی بات تھی۔ کیونکہ صبح ہونے تک میں ہر قیمت پر ہڈسن پہنچ جانا چاہتا تھا اس کے علاوہ میں یہ بھی سوچ رہا تھا۔ کہ ہائی وے پر سفر جاری رکھنا ہر لحاظ سے خطرناک تھا۔ چنانچہ پہلے ہی انٹرسیکشن پر گاڑی ہائی وے سے اتار کر دائیں طرف والی سڑک پر موڑ دی اس وقت معلوم ہوا۔ کہ گاڑی کا ٹرننگ سگنل بھی کام نہیں کر رہا تھا۔ ہائی وے کی بجائے دوسری سڑک سے ہڈسن تک کے سفر میں مجھے معلوم تھا۔ کہ کم از کم پانچ گھنٹے لگیں گے لیکن سفر قدرے محفوظ تھا۔

ہوا بالکل بند ہونے کی وجہ سے گرمی بہت تھی اور مجھے پسینہ آ رہا تھا۔ کار کے ریڈیو پر بے ہنگم قسم کا کوئی گانا لگا ہوا تھا۔ اس لئے میری تمام تر توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز تھی بیس میل سفر کے دوران ابھی تک صرف دو کاروں سے آمنا سامنا ہوا تھا۔ دو پٹرول پمپ بھی گذر چکے تھے۔ لیکن دونوں تاریک پڑے ہوئے تھے۔ چند میل کے بعد جب ایک اور پٹرول پمپ آیا جو روشن تھا تو میں نے اس خوف سے کہ کہیں راستے میں ہی تیل ختم

نہ ہو جائے گاڑی پٹرول پمپ کی طرف موڑ دی۔ دوسرے ہی منٹ ایک لڑکا اندر سے برآمد ہوا اور کار کے قریب آیا۔

"ٹنکی بھر دو۔" میں نے لڑکے سے کہا۔ اور اس نے ایک لفظ کہے بغیر ٹنکی بھر دی۔ "ساڑھے تین ڈالر۔" وہ آگے آکر بولا۔

میں نے جیب سے چار ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیئے۔ "یہ لو اور ایک روڈ میپ بھی مجھے لا دو۔" وہ سن کر اندر گیا۔ اور ایک روڈ میپ اور بقایا ریزگاری مجھے پکڑا دی۔

"شکریہ۔" نقشہ اور ریزگاری لیتے ہوئے میں نے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ مجھے یقین تھا۔ کہ لڑکے کو میری شکل یا گاڑی کا نمبر وغیرہ کچھ بھی یاد نہیں رہے گا۔ اس کی ایک وجہ تو پٹرول پمپ کے علاقے میں ناکافی روشنی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی لڑکے کی آنکھوں میں پہلے ہی نیند بھری ہوئی تھی۔ اور وہ جمائیاں لے رہا تھا۔

چالیس منٹ کے بعد کار کے ریڈیو سے موسیقی کا پروگرام یک لخت رک گیا اور دوسرے لمحہ اناؤنسر کی آواز سنائی دی: "ایک اہم اعلان سنئے...... ہسپتال کے پرزن وارڈ سے ایک قیدی مریض اچانک فرار ہو گیا ہے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک مسروقہ کار میں شمال کی جانب فرار ہوا ہے۔ کار پرانے ماڈل کی سبز و سفید ڈاج سیڈان ہے جس پر فلوریڈا کی نمبر پلیٹ ہے۔ کار کا نمبر دو سو چالیس ڈیش تین سو چھپن ہے۔ مفرور شخص مسلح ہے اور انتہائی خطرناک ہے۔ جس کسی کو بھی کار کہیں نظر آئے براہ کرم فوری طور پر نزدیکی اسٹیٹ ہائی وے پٹرول پوسٹ کو مطلع کرے۔"

اس کے بعد اناؤنسر نے ان کپڑوں کے متعلق تفصیل سے بتایا جو میں ہسپتال میں فرار سے پہلے پہنے ہوئے تھے۔ میں نے اعلان سنا اور مسکرا دیا۔ لوگ سوچتے ہوں گے کہ عجیب نامعقول اعلان ہے۔ مفرور کے حلیے کا ذرا بھی تذکرہ نہیں کیا گیا کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے اور چہرے مہرے سے کیسا دکھائی دیتا ہے۔

مجھے اطمینان تھا۔ کہ پولیس کو ابھی تک جیمز اور اس کی کار کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ وہ ابھی تک یہی سمجھ رہے تھے کہ میں کمرن کی کار میں فرار ہوا ہوں۔ کیونکہ اعلان شدہ کار کمرن کی تھی اس سے یہ بات بھی صاف ظاہر تھی۔ کہ پولیس ابھی تک کمرن کی کار تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ بہر حال یہ تمام باتیں میرے لئے کافی حوصلہ افزا تھیں جب تک پولیس کمرن کی کار تک نہیں پہنچتی میں ہر طرح محفوظ تھا۔ کیونکہ میں تو جیمز کی کار میں سفر کر رہا تھا۔

چند منٹ کے بعد میں نے گاڑی ایک طرف کر کے روکی اور روڈ میپ کو غور سے دیکھا۔ پانچ میل پیچھے ایک کچی سڑک تھی۔ جو دیہاتی علاقے میں سے ہوتی ہوئی ہڈسن کی طرف جا نکلتی تھی۔ کچی سڑک پر سفر وقت طلب بھی تھا۔ اور وقت بھی زیادہ صرف ہونا تھا۔ لیکن گشتی پولیس کاروں سے محفوظ رہنے کے لئے قابل ترجیح تھا۔ چنانچہ میں نے گاڑی موڑی اور تیزی سے واپس ہو لیا۔

تقریباً سو گز تک تو کچی سڑک قدرے بہتر حالت میں تھی لیکن اس کے بعد تکلیف دہ حد تک خراب تھی۔ دونوں طرف دور تک جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور سڑک صرف اٹھارہ فٹ چوڑی تھی۔ جس پر گاڑیوں کے چلنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں سڑک پر اور دونوں طرف کناروں پر سیمنٹ جیسی باریک سرخی مائل گرد جمی ہوئی تھی۔

عقب نما پر نظر ڈالی تو پیچھے دور تک گرد و غبار کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ چند میل
اور چلنے کے بعد دونوں طرف اگی بلند جھاڑیاں بلند تر ہوتی گئیں۔ حتیٰ کہ جھاڑیوں
کی جگہ بلند و بالا درختوں نے لے لی۔ جو سڑک پر جھکے ہوئے تھے۔ اور سڑک ایک سرسبز
سرنگ بن کر رہ گئی تھی۔ کار کی ہیڈ لائٹیں بہت تھوڑے فاصلے تک کار آمد ثابت
ہو رہی تھیں اس کے علاوہ سڑک پر جابجا چھوٹے بڑے گڑھوں کی وجہ سے کار کو
تیز چلانا ناممکن ہو گیا تھا۔

میرے پاس چونکہ گھڑی بھی نہیں تھی۔ اس لئے وقت کا اندازہ لگانا بھی مشکل
تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ سال کے اس حصے میں صبح عموماً ساڑھے چھ بجے ہوا کرتی ہے اور میں
چاہتا تھا۔ کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے ہڈسن پہنچ جاؤں۔ اسی خدشے کے پیش نظر ہر
سو دو سو گز کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا تھا۔ لیکن پیچھے تو گرد و غبار کے طوفان کے
سوائے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں یہ بھی جانتا تھا۔ کہ اس قسم کی سڑک پر صرف ایک شخص
پوری فوج کو روک سکتا تھا۔

گاڑی کی رفتار مزید بڑھانا چونکہ ناممکن تھا۔ اس لئے صبر شکر کر کے برابر چلتا
رہا۔ آبادی کا دور دور تک نام و نشان تک نہیں تھا۔ مختلف مقامات پر دائیں طرف
دو کچی سڑکیں اس سڑک سے آ کر ملیں۔ جس پر میں چلا جا رہا تھا۔ لیکن نقشے کے مطابق میں
اسی سڑک پر چلتا رہا۔ جھینگروں کی شائیں شائیں اور کبھی کبھی مینڈکوں کے ٹرانے کے
علاوہ ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا۔

میری توقع سے ایک گھنٹہ پہلے ہی سن کے مضافات کے آثار شروع ہو گئے میں
کسی بھی قیمت پر قصبے کے درمیان سے گذرنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ پھر نقشے

کو غور سے دیکھا۔ چند فرلانگ آگے ایک کچی سڑک بائیں طرف جاتی تھی۔ جو قصبے کے
باہر سے ہی آگے نکل جاتی تھی۔ میں اس سڑک پر ہو لیا۔ اور سات میل کا چکر کاٹ
کر قصبے سے کافی دور پختہ سڑک پر جا نکلا۔ میں جانتا تھا۔ کہ اگر ہینگ کے کیبن کی نگرانی
کی بھی جا رہی ہو گی تو نگرانی کرنے والوں کی تمام تر توجہ سڑک کے دوسری طرف مرکوز
ہو گی نہ کہ قصبے کی طرف سے آنے والی سڑک پر۔ چنانچہ اسی امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے
میں کیبن کی طرف جانے والی کچی سڑک پر مڑ گیا۔ اس مقام سے کیبن بہت دور تھا۔ اور کسی
کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ کوئی ادھر سے بھی آ سکتا ہے۔

میں نے جب اندازہ لگا لیا کہ کیبن اب تقریباً ایک میل دور رہ گیا ہو گا۔ تو کار روک
لی اور سڑک سے ہٹا کر کافی دور گھنی جھاڑیوں اور درختوں کے نیچے کھڑی کر دی۔ تاکہ
آسانی سے نظر نہ آ سکے۔ اس کے بعد شاٹ گن اٹھائی۔ اور کچی سڑک پر پیدل چل پڑا۔
گھنے درختوں اور جھاڑ جھنکاڑ کی وجہ سے فضا نم آلود اور حبس تھی۔ گرمی سے دم گھٹا
جا رہا تھا۔ اندھیرا اس قدر تھا۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ چند منٹ چلنے کے
بعد یوں محسوس ہونے لگا۔ جیسے میں کیبن کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ رک کر چند سیکنڈ تک غور
سے ادھر ادھر دیکھا تو دفعتاً دائیں طرف کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آئی۔ چند قدم آگے
جا کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ ایک کار تھی۔ جو درختوں کے نیچے چھپا کر اور سڑک سے
ہٹا کر کھڑی کی گئی تھی۔ آسمان پر چمکتے تاروں کی مدھم روشنی درختوں سے چھن کر صرف
ایک دو جگہ اس پر پڑ رہی تھی۔ اسی لئے اس کے دروازے کا ہینڈل مدھم روشنی میں
چمکتا ہوا مجھے نظر آ گیا تھا۔

گھٹنوں پر جھک کر بڑی احتیاط سے ایک ایک قدم آگے بڑھتا گیا۔ قریب پہنچ

پر سرا بھار کر کھڑکی سے اندر جھانکا۔ تو دیکھا کہ اندر کوئی بھی نہیں تھا۔ اور یہ کہ وہ ایک گشتی پولیس کار تھی۔ گویا کہ پولیس میرے استقبال کے لئے وہاں پہلے ہی پہنچ چکی تھی چند سیکنڈ تک خاموشی سے آہٹ لینے کی کوشش کی۔ مگر ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا پھر احتیاط سے کار کا دروازہ کھولا۔ اور اندر چلا گیا۔ عقبی نشست پر کسی گشتی سپاہی کی تازہ دھلی وردی پلاسٹک کے بڑے لفافے میں بند رکھی تھی۔ ایک رائفل بھی تھی۔ جو ایک زنجیر سے کار کے ساتھ مقفل تھی۔ فرنٹ سیٹ پر پولیس والوں کا مخصوص ایک ہیٹ بھی رکھا تھا۔

کار کا دروازہ اسی طرح کھلا چھوڑ کر میں سڑک پر آگے بڑھ گیا۔ تقریباً دو سو گز آگے جانے کے بعد سڑک کچھ فراخ ہو گئی اور اس سے آگے درختوں میں خلا سا دکھائی دیا۔ میں فوراً سمجھ گیا۔ کہ کیبن کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ لہٰذا اب پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت تھی۔ نہایت احتیاط سے ایک ایک قدم آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ کیبن کا تاریک خاکہ دکھائی دینے لگا۔

ابھی آئندہ اقدام کے متعلق غور کر ہی رہا تھا۔ کہ کیبن کی طرف سے تھپڑ پڑنے کی سی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی کسی کی جھنجھلاہٹ بھری آواز آئی۔ "لعنت ہے ان مچھروں پر۔ کاٹ کاٹ کر برا حال کر دیا ہے۔"

"خاموش رہو۔" جواب میں کسی نے تلخ لہجے میں کہا۔ لیکن اس آواز کو میں ہزاروں میں بھی پہچان سکتا تھا۔ وہ ڈپٹی شیرف فرنکلن کی تھی۔

"تم تو یوں ہی خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو۔" پہلی آواز نے کہا۔ "اس اندھیرے میں اس کی ہیڈ لائٹیں میل بھر دور سے ہی نظر آ جائیں گی۔ ..... کیا خیال ہے ایک سگرٹ پی لوں؟"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ سگرٹ نہیں پی سکتے۔" فرنکلن غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا۔ "تم نہیں جانتے کہ وہ حرامزادہ کس قدر چالاک اور خطرناک ہے۔" یہ گویا میری تعریف ہو رہی تھی۔

"آخر وہ ہے کون؟ ..... اور تم مجھے رات کے پچھلے پہر یہاں کس لئے گھسیٹ لائے ہو!"

"اس لئے کہ ایک دوست نے ٹیلیفون ٹرنک کال کر کے بروقت خبردار کیا ہے۔ تم میرے ساتھ یہاں صرف ٹھہرے رہو۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے عوض تم دولت میں کھیلو گے۔"

"جیسے کہ تم کھیل رہے ہو؟" لہجہ طنزیہ تھا۔ "تمام دوست اور ساتھی حیران ہیں کہ پولیس سے استعفیٰ دینے کے بعد تمہیں دولت کہاں سے مل رہی ہے۔"

"موڈی۔" فرنکلن نے تند لہجے میں کہا۔ "ہمیں گپیں لگانے کی بجائے خاموش رہ کر سننے کی کوشش کرنی چاہیئے؟"

اس کے بعد ان کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ میں چپکے سے واپس ہو لیا۔ ان کی باتیں سن کر مجھے افسوس ہوا۔ اگر فرنکلن نوکری سے استعفیٰ دے کر بھی عیش کر رہا تھا تو صاف ظاہر تھا کہ وہ نولکس کے مال پر عیش کر رہا ہوگا۔ رقم تلاش کرنے کے لئے اسے کافی طویل مدت مل گئی تھی! اس نے یقیناً کھود نکالی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود میں ستاروں کی طرف دیکھ کر سمت کا اندازہ لگاتے ہوئے کیبن کے فرنٹ ڈور سے شمال کی جانب گن گن کر قدم رکھتا ہوا اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں رقم دفن تھی۔

مگر افسوس اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ کئی جگہ زمین تازہ کھدی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ ظاہر تھا کہ فرنکلن نے پورے اطمینان سے وہ تمام جگہ کھود ڈالی تھی اور رقم نکال لی تھی۔

ادھر ادھر چلتے ہوئے اچانک کوئی چیز میرے پیر کے نیچے چرچرائی۔ جھک کر دیکھا تو کوئی پرانا اخبار تھا۔ میں نے مسل مسلا کر بغل میں دبا لیا۔ اور گھر یہ پا کیبن کی طرف بڑھنے لگا۔ دروازہ بند تھا۔ خدا جانے مقفل تھا یا یوں ہی کھڑا ہوا تھا۔ بہر حال میں اپنی رقم کے ضائع ہو جانے پر اس وقت پاگل ہو رہا تھا۔ دروازے سے چند فٹ ادھر ہی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر میں نے اخبار کو بغل سے نکل کر ہاتھ میں پکڑا اور جیب سے ماچس نکال کر جلتی تیلی دکھا دی۔ پھر دائیں ہاتھ میں جلتا اخبار اور بائیں میں شاٹ گن پکڑے ہوئے میں تیزی سے دروازے تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک زوردار ٹھوکر دروازے پر پوری طاقت سے ماری۔ دروازہ تڑاخ کی آواز کے ساتھ ہی چوپٹ کھل گیا۔ میں نے برق سرعت سے جلتا اخبار کیبن میں زور سے اچھال دیا۔ اور ساتھ ہی پھرتی سے اندر داخل ہو کر دروازے سے ہٹ کر فرش پر جھک گیا۔

جلتے اخبار کی مدھم روشنی میں فرنکلن کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ وہ سرمئی سوئٹر اور بھوری پتلون پہنے ہوئے تھا۔ اس کے قریب ہی ایک باوردی گشتی سپاہی کھڑا تھا۔ دونوں شدت حیرت سے بت بن کر رہ گئے اور آنکھوں سے خوف و دہشت کے آثار نمایاں تھے۔

"خبردار جو ذرا بھی حرکت کی۔" شاٹ گن کا رخ ان کی طرف پھیرتے ہوئے

میں دہاڑا۔

موڈی نے غیر متوقع پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلو میں لٹکے ہولسٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ریوالور نکالنا چاہا۔ لیکن میں غافل نہیں تھا۔ شاٹ گن کی نالی کا رخ ذرا سا گھما کر ٹریگر دبا دیا۔ خوفناک دھماکے کے ساتھ ہی موڈی کا نصف سر اور بھیجہ اڑ کر سامنے کی دیوار سے چپک گیا۔ دوسرے ہی سیکنڈ وہ دھڑام سے نیچے گر گیا۔

"رک جاؤ ورنہ۔" میں نے فرنکلن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے ہولسٹر سے اس نے بھاری ریوالور نکال لیا تھا۔ اور چشم زدن میں مجھے ڈھیر کرنے ہی والا تھا۔ کہ میں نے اس کے پیٹ کا نشانہ لے کر دوسرا ٹریگر دبا دیا۔ فرنکلن گھوما اور ایک چکر لگا کر پلنگ سے ٹکراتے ہوئے فرش پر آ رہا۔ وہ اب بھی زندہ تھا۔ اور پیٹ پکڑے ہوئے فرش پر لٹو کی طرح گھوم رہا تھا۔ میں آگے بڑھا اور دایاں پاؤں اس کی چھاتی پر رکھ کر اسے گھومنے سے روک دیا۔

گو وہ زندہ تھا۔ لیکن اس کی دگرگوں حالت سے ظاہر تھا کہ کچھ بچنے کی حد سے گزر چکا ہے میں نے اس کی جیبیں ٹٹولیں۔ اور چابیاں، بٹوہ، اعشاریہ تین آٹھ ریوالور اور سگریٹ کی ڈبیہ نکال کر سب چیزیں اپنی جیبوں میں ٹھونس لیں۔ اس کے بعد خون آلود ہاتھ اس کی پتلون سے پونچھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فرنکلن نے پھر لوٹنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن بہت آہستہ آہستہ۔

باہر نکل کر خیال آیا کہ کیبن کو آگ لگا دوں۔ لیکن دوسرے ہی سیکنڈ یہ خیال ترک کر دیا۔ کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ فرنکلن نے اگر موڈی

کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ تو کسی اور کو بھی کچھ نہیں بتایا ہو گا۔ ایسی حالت میں کون جانے کہ ان دونوں کی لاشوں تک کب کوئی پہنچے گا۔ ممکن ہے کہ مہینوں تک وہیں پڑی سڑتی رہیں۔ میرے لئے رقم تک پہنچنے کا ابھی ایک موقع اور باقی تھا۔ لہٰذا وقت ضائع کئے بغیر روانہ ہو گیا۔

پولیس کار تک پہنچا تو سپیدہ سحر نمودار ہو چکا تھا۔ کار میں داخل ہو کر اپنے تمام کپڑے اتار ڈالے اور پلاسٹک کے لفافے سے پولیس وردی نکال کر پہن لی۔ پتلون اور قمیض قدرے ڈھیلی تھیں۔ لیکن اس وقت ایسی معمولی باتوں پر غور کرنے کی کسے فرصت تھی۔ بیلٹ کس کر باندھنے سے پتلون اپنی جگہ ٹک گئی۔ ہیٹ بھی کچھ بڑا تھا۔ اس لئے ٹائی اندر رکھ کر سر پہ ٹکا لیا۔

طلوع آفتاب میں اب قریباً صرف نصف گھنٹہ باقی تھا۔ اپنے اتارے ہوئے کپڑوں کا بنڈل بنا کر برابر والی نشست پہ رکھ لیا۔ اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر کے شہر کے مخالف سمت چل دیا۔ چند منٹ کے اندر ہی میں اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں میں نے جیمز کی کار کھڑی کی تھی۔ پولیس کار روک کر باہر نکلا پھر جیمز والی کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر کے کار سڑک تک بیک کی۔ اس کے بعد گیر بدل کر تیزی سے جنگل کی طرف بڑھائی۔ کار چھوٹی موٹی جھاڑیوں کو روندتی ہوئی آگے ہی آگے بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ کٹے درخت کے ایک ٹنڈ نے اس کا راستہ روک لیا۔ میں نے وہیں انجن بند کیا اور چابیاں نکال کر دروازہ بند کر کے باہر آ گیا۔ واپس سڑک پہ پہنچ کر کار کی طرف نظر ڈالی۔ تو کار نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ جھاڑیوں نے اسے پوری طرح اپنی آغوش میں چھپا لیا تھا۔ اس طرف سے

مطمئن ہونے کے بعد چابیاں میں نے سڑک کی دوسری طرف دور جنگل میں پھینک دیں یہ تمام بندوبست میں نے اس لئے کیا تھا۔ کہ جب بھی اور جو کوئی بھی کار کو وہاں دیکھے گا۔ محض حادثہ خیال کرے گا۔

دوسرے ہی منٹ میں پولیس کی کروزر میں بیٹھ کر کچی سڑک پہ روانہ ہو گیا گلو کمپارٹمنٹ میں چھوٹی سی ٹارچ موجود تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں فرینکلن کے بٹوے میں موجود اس کے ڈرائیونگ لائسنس پر نظر ڈالی اس کا موجودہ پتہ لائسنس پہ تین سو سات رور سائڈ ہڈسن درج تھا۔ یہ فرینکلن کا وہی پتہ تھا۔ جہاں وہ اور لنزلی دونوں مل کر مجھے ہلاک کرنے کے منصوبے بناتے رہے تھے۔ پختہ سڑک پہ پہنچ کر میں نے کروزر کا رخ شہر کی طرف موڑ دیا۔ اسٹریٹ نمبر لیو۔ ایس اینس پہ پہنچ کر میں نے ریڈیو آن کر دیا اور دوسرے ہی منٹ گاڑی شہر کے زیریں حصے کی طرف موڑ دی۔

تھوڑی ہی دیر میں میں مطلوبہ عمارت تک پہنچ گیا۔ فرینکلن اسی عمارت میں رہتا تھا۔ ٹارچ اور فرینکلن کی چابیاں لے کر میں بیرونی سیڑھیاں چڑھ گیا عمارت بورڈنگ کے طور پر استعمال ہو رہی تھی۔ ڈیوڑھی میں بے شمار لیٹر بکس لگے ہوئے تھے۔ ٹارچ کی روشنی میں فرینکلن کے نام کے لیٹر بکس پہ کمرے کا نمبر ٹو سی تحریر تھا سیڑھیاں پھلانگتا ہوا دوسری منزل پہ پہنچا۔ تو فرینکلن کا کمرہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میرے دل میں خوف یا جھجک کا شائبہ تک نہیں تھا۔ کیونکہ عمارت کے دیگر مکین پہلے ہی عادی تھے۔ اور اس بات کی قطعی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ کون اس وقت آتا ہے۔ اور کون جاتا ہے۔ تمام رات آنا جانا لگا رہتا ہے۔ دوسری چابی آزماتے ہی دروازہ کھل گیا۔ میں نے اندر جا کر دروازوں کی تمام

چیزیں فرش پر الٹ دیں۔ بستر کی چادر اور دری بھی کھینچ کر فرش پر ڈال دی۔ کیبنٹ
کی تمام درازیں چھان ماریں۔ الماریوں کی تمام چیزیں الٹ پلٹ کر دیں۔ اور دیوار
پر لگی فریم شدہ تصویروں تک کو نہیں چھوڑا۔ غرض یہ کہ میں نے ہر جگہ دیکھ ڈالی
جہاں رقم کا امکان ہو سکتا تھا۔ لیکن رقم کہیں بھی نہیں تھی۔ میں آرام سے کرسی پر بیٹھ
گیا۔ جیب سے کرن اور فرینکلن کے بٹوے نکالے۔ بٹوؤں سے برآمد ہونے والی رقم
میں اپنے پاس موجود رقم شامل کر کے کل رقم چار ہزار ڈالر سے بھی کم تھی۔ ظاہر تھا۔ کہ کسی
مناسب جگہ روپوش رہنے کے لئے یہ رقم کافی نہیں تھی۔ اور مجھے اس وقت تک لازماً
روپوش رہنا تھا۔ جب تک کہ چہرے کی جلد فطری رنگ اختیار نہ کر لے۔ اب میرے
لئے دو ہی راستے تھے۔ کسی جگہ ڈاکہ ڈال کر رقم حاصل کروں یا پھر کولوریڈو میں دفن شدہ
تھیلی نکالوں۔

دروازہ بند کر کے باہر نکلا تو سورج کافی اوپر چڑھ چکا تھا۔ پولیس کروزر
اسٹارٹ کر کے آگے چل دیا۔ جب تک پولیس کروزر کے غائب ہونے کی رپورٹ نہیں
ہوتی میں ہر طرح محفوظ تھا۔ پولیس کی وردی میری حفاظت کی ضامن تھی۔ کروزر
چار گھنٹوں تک پوری رفتار سے ہائی وے پر دوڑتی رہی۔ اور میں جلد ہی ہڈسن
پولیس ہیڈ کوارٹر کے وائرلیس کے دائرہ عمل کی حدود سے نکل گیا۔ پولیس کروزر کے
وائرلیس پر مختلف قسم کے پیغامات سنائی دے رہے تھے۔ جن سے ظاہر تھا۔ کہ پولیس
عام حالات کی طرح ضابطے کی کاروائی میں مصروف تھی۔

راستے میں ایک کیفے پر رک کر میں نے دو سینڈوچ خریدے اور دوسرے
ہی منٹ آگے بڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد ڈی فونیک اسپرنگ شہر کے مضافات شروع

ہو گئے۔ گاڑی کی رفتار کم کر کے میں رور روڈ پر مڑ گیا۔ ہر میل دو میل کے فاصلے
پر سڑک کے کنارے تازہ پینٹ شدہ تختیاں نصب تھیں جن پر "ٹام واکرز کیبنز"
تحریر تھا۔ ان تختیوں کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ ان سے ظاہر تھا۔ کہ اندھا ٹام
اپنے کیبن بدستور چلا رہا تھا۔

چند میل مزید آگے جانے پر سڑک کے کنارے ہی دو تین چھوٹی چھوٹی دکانیں
نظر آئیں۔ تو رک گیا۔ اور ایک دکان سے اپنے لئے دو قمیضیں اور دو پتلونیں خرید کر آگے
بڑھ گیا۔ تھوڑی دور ہی گیا تھا۔ کہ پختہ سڑک سے ایک کچی روڈ نکلتی دیکھ کر اس پر
ہو لیا۔ کچی سڑک کے دونوں طرف دور دور تک گھنا جنگل تھا۔ ابھی صرف ساڑھے
گیارہ بجے تھے۔ لیکن میں تھک کر چور ہو چکا تھا۔ چنانچہ کار سڑک سے ہٹا کر گھنے
درختوں کے نیچے کھڑی کی۔ انجن بند کیا۔ پھر وردی اتار کر کپڑے تبدیل کئے اور
لمبی تان کر سو گیا۔

آنکھ کھلی تو شام ہو رہی تھی۔ درختوں کے نیچے اندھیرا زیادہ ہو چلا تھا۔ باہر
مچھروں کی شائیں شائیں دیکھ کر میں نے شیشے دوبارہ چڑھا دیئے کیونکہ میں اپنی تازہ
اور نازک جلد کو مچھروں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اب انتظار کے علاوہ کرنے
کو کوئی کام نہیں تھا۔ جو کچھ میں کرنے جا رہا تھا۔ اس کے لئے شب کی تاریکی ناگزیر تھی۔
لہٰذا سگریٹ پر سگریٹ پھونکتا رہا۔

جب تاریکی ہر چیز پر پوری طرح چھا گئی تو میں نے انجن اسٹارٹ کیا۔ اور کار
کو موڑ کر واپس ہو لیا۔ پختہ سڑک پر پہنچ کر میرا رخ ٹام واکر کے کیبن کیمپ کی طرف
تھا۔ تھوڑی ہی دور آگے پل تھا۔ نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ میں نے گاڑی روک لی

ہیڈ لیمپ بجھائے ایمرجینسی بریک لگائے اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ انجن بدستور چل رہا تھا۔ باہر نکل کر پوری طرح اطمینان کیا کہ رقم جیب میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ تمام چیزیں یعنی پولیس کی وردی۔ کمرن کی چابیاں اس کا مہیا کردہ لباس اور شاٹ گن وغیرہ سب کچھ گاڑی میں ہی چھوڑ دیا۔ پھر اگلی کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر گاڑی کو گیر میں ڈالا اور ایمرجینسی بریک کھول دی۔ اسٹیرنگ گھما کر گاڑی کا رخ پہلے ہی کنارے کی طرف کر دیا تھا۔ کار ڈھلان ہونے کی وجہ سے آگے کی طرف رینگنے لگی۔ پل چند گز آگے تھا۔ لیکن میں نے اسٹیرنگ مزید گھما کر کار کا رخ پل کی اگلی ڈھلان کی طرف موڑ دیا۔ تین چار گز تک آہستہ آہستہ رینگنے کے بعد گاڑی بڑی تیزی سے ڈھلان پر پھسلتی ہوئی شڑاپ کی بلند آواز کے ساتھ دریا میں جا گری۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ دریا اس جگہ کافی گہرا ہے۔ اس لئے کسی وقت گاڑی کے نظر آنے کا قطعی کوئی امکان نہیں تھا۔

پولیس کروزر سے نجات حاصل کرنے کے بعد میں پختہ سڑک پر پیدل چل پڑا۔ میری سب سے بڑی خوش قسمتی یہ تھی۔ کہ میری شکل و شباہت کے متعلق کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ سب یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ چیٹ آرملڈ بمع پولیس کروزر غائب ہو گیا ہے۔

نصف گھنٹہ تک پختہ سڑک پر چلنے کے بعد میں ایک فراخ ریتلی پگڈنڈی پر مڑ گیا۔ یہی پگڈنڈی نما کچی سڑک ٹام کے کیبنوں تک جاتی تھی ٹام کے کیبن کیمپ کی خصوصیت یہ تھی۔ کہ کیمپ کی حدود کے اندر خواہ کچھ بھی ہوتا رہے پولیس کی مداخلت کا قطعی کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کیمپ کے گیٹ کے قریب ہی ٹام کا آفس تھا۔ جس پر

ایک بورڈ آویزاں تھا۔ بورڈ پر "ٹام واکر کیبنز کیمپ" اور نیچے قدرے چھوٹے حروف میں آفس" تحریر تھا۔ گیٹ ایک زنجیر سے ہر وقت مقفل رہتا تھا۔ تاکہ غلط قسم کے لوگ یا پولیس کی مداخلت کا خطرہ نہ رہے اس کے ساتھ ہی ٹام پولیس اور افسران بالا کو باقاعدگی سے معقول رقمیں ادا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس کے کیبن ہر وقت بھرے رہتے تھے۔

میں گیٹ سے متصل دفتر کے دروازے پر پہنچا۔ تو چھوٹا سا کمرہ تاریک پڑا تھا۔ میز پر رکھے ریڈیو کے ڈائل لیمپ کی دھندلی سی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی میں نے ایک مرتبہ دستک دی۔ اور اندر چلا گیا۔ سفید بالوں والا ایک بوڑھا نیگرو پرانی اور بوسیدہ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"ہیلو ٹام ..... کیا کچھ دنوں کے لئے مجھے اپنے پاس رکھ سکتے ہو؟"

اس نے گردن گھما کر اپنی بے نور آنکھیں میری طرف گھمائیں۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر جم گئیں۔ جھریوں بھرے چہرے پر ایک لمحہ کے لئے الجھن کے تاثرات ابھرے۔

"تم ... تم ڈریک ہو؟" ٹام نے پوچھا۔ آواز پہچان لینے میں اس کا جواب نہیں تھا۔

"ہاں ٹام میں ڈریک ہوں۔ مجھے شمال کی جانب والی قطار میں دریا کے قریب والا کیبن چاہیئے؟"

"لیکن وہ تینوں کیبن تو چار برس پہلے سیلاب کی نظر ہو گئے تھے۔ بہرحال میں نے ان کی جگہ نئے اور جدید قسم کے کیبن تعمیر کر لئے ہیں۔ تم ان میں سے آخر والا لے

سکتے ہو۔"

سات سال پہلے کچھ دنوں کے لئے میں ٹام کے کیمپ میں ارل ڈریک کے نام سے ہی ٹھہرا تھا۔ اس وقت ٹام کو میں نے اعشاریہ بتیس کا ایک پستول بھی تحفۃً دیا تھا۔ ارل ڈریک ایسا نام تھا۔ جس پر مجرم ہونے کا کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے بہتر تھا۔ کہ میں یہی نام اپنائے رکھتا۔

"ٹام تمہیں یاد ہوگا۔ کہ میں نے تمہیں ایک پستول بھی بطور تحفہ دیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں اچھی طرح یاد ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے..... لیکن اس مرتبہ مجھے ایک پستول کی ضرورت ہے جو تم مہیا کرو گے۔"

"بہت مہنگا پڑے گا؟" لہجہ سوالیہ تھا۔

"کیبن کی طرح؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"کیبن کا کرایہ ایک سو ڈالر فی ہفتہ ہوگا..... کیا زیادہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

"ٹھیک ہے.... کچھ کم کر دوں گا۔"

"اور پستول والی بات؟"

اس نے دراز کھینچ کر ہاتھ ڈالا اور جب ہاتھ باہر آیا تو اس میں ایک پستول پکڑا ہوا تھا۔

"اس کے متعلق کیا خیال ہے؟" اس نے پستول میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے پستول لے کر غور سے دیکھا۔ جرمنی کا بنا ہوا ۱۹۳۰ ماڈل کا پرانا پستول تھا۔ لیکن تھا بڑی اچھی حالت میں۔ میگزین میں سات گولیاں موجود تھیں اعشاریہ تین آٹھ کا یہ پستول پرانا ہونے کے باوجود مجھے پسند آ گیا۔

"کیا لو گے اس کا؟" میں نے پوچھا۔

"کل بات کر لیں گے۔ اس وقت چل کر آرام کرو۔" یہ کہہ کر وہ کھڑا ہوا۔

وہ اندھا ہونے کے باوجود میرے آگے یوں چل رہا تھا۔ جیسے اسے تاریکی میں بھی سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ چند منٹ کے بعد دریا کے کنارے والے آخری کیبن کا قفل کھول کر چابی اس نے میری طرف بڑھا دی۔ کیبن بلند چبوترے پر بنا ہوا تھا۔ اور نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ دروازہ کھول کر میں اندر گیا اور بتی روشن کر کے ادھر ادھر نظر ڈالی تو دیکھا کہ کیبن نہایت آرام دہ تھا۔ اور جدید فرنیچر سے آراستہ تھا

ٹام کے واپس جانے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا۔ اور بستر پر دراز ہو گیا۔ گذشتہ چوبیس گھنٹوں کی جدوجہد سے سخت تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ چند منٹ کے اندر ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

۵

دوسرے دن آنکھ کھلی تو کھڑکی کے شیشوں سے دھوپ اندر آ رہی تھی۔ میں

بچپن ہی سے کچھ تنہائی پسند واقع ہوا ہوں۔ آٹھ بھائی بہنوں میں میں سب سے چھوٹا ہوں۔ میری زندگی اور میرے مزاج کو جس واقعے نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھا۔ کہ بچپن میں میں دوسرے لڑکے لڑکیوں کے ساتھ کھیلنے کی بجائے صرف اپنی پیاری بلی سے کھیلا کرتا تھا۔ ننھی منی بلی مجھے بہت ہی عزیز تھی۔ ایک مرتبہ ایک امیر عمر رسیدہ خاتون نے قصبے میں پالتو جانوروں کی نمائش کا اہتمام کیا۔ میں بھی اپنی بلی کو نمائش میں لے گیا کیونکہ بلی درحقیقت انتہائی خوبصورت تھی۔ ابتدائی انتخاب میں جن چند جانوروں کو منتخب کیا گیا ان میں میری بلی بھی شامل تھی۔ قریب ہی ایک میرا موٹا ہم جماعت اپنا بل ڈاگ لئے کھڑا تھا کتے کو دیکھ کر بلی غریب سہمی جا رہی تھی۔

میں نے اس موٹے کو کہا کہ کتے کو ذرا دور کر لے۔ لیکن اس نے کتے کو دور کرنے کی بجائے خندۂ استہزا کے ساتھ زنجیر اور ڈھیلی کر دی۔ کتا بلی پر جھپٹا اور ایک ہی جھپٹ میں اس کی گردن بھنبھوڑ ڈالی۔ بلی ایک منٹ تڑپی اور ٹھنڈی ہو گئی۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ طیش میں آ کر میں نے اس پر چھلانگ لگائی اور اسے ساتھ ہی لئے زمین پر آ رہا۔ پھر میں نے اس پر مکوں اور گھونسوں کی بارش کر دی۔ قریب کھڑے لوگوں نے ہمیں چھڑا دیا۔

دوسرے دن اسکول سے چھٹی کے بعد میں نے راستے میں اسے پھر پکڑ لیا اور جی بھر کر اس کی پٹائی کی۔ شام کو اس کا والد میرے والد کے پاس آیا اور میری شکایت کی۔ والد صاحب نے مجھے ڈانٹ پلائی اور کہا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کروں۔ مگر میں نے اسے چھٹی کے بعد پھر پیٹا اور مار مار کر اس کا منہ سجا دیا۔ اس کے والد نے پھر شکایت کی۔ اور اس مرتبہ میرے والد نے مجھے تین چار تھپڑ بھی جڑ دیئے۔ تیسرے دن پھر میں نے اس موٹے

کی ٹھکائی کی شام کو مجھے پھر مار پڑی۔ وہ موٹا اب ایسا کرنے لگا۔ کہ کبھی تو وقت سے پہلے اسکول سے چھٹی کر آتا یا عقبی دروازوں سے چھپ کر نکل جاتا۔ لیکن میں نے بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور صبح کے وقت راستے میں کہیں پکڑ لیتا۔ اور اپنی مار کا انتقام لینے کی خاطر پہلے سے بھی زیادہ مارتا۔ متواتر شکایتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکول والوں نے مجھے اسکول سے نکال دیا۔ لیکن میں باز نہ آیا۔ اور ہر دوسرے تیسرے دن اس موٹے کی ٹھکائی کرتا رہا۔

کچھ دنوں کے بعد موٹے کا والد اپنے سب اہل خانہ کو لے کر پتہ نہیں کہاں چلا گیا۔ وہ قصبہ ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ دو ماہ کے بعد مجھے پھر اسکول جانے کی اجازت مل گئی اور ایک سال بخیریت گذر گیا۔ وہ واقعہ ہی بھول گیا۔ اور بات آئی گئی ہو گئی۔

ایک دن بازار سے گذرتے ہوئے پولیس سارجنٹ نے پتہ نہیں کس غلط فہمی کے تحت مجھے بھرے بازار میں پکڑ لیا۔ اور بازو سے پکڑ کر پولیس اسٹیشن کی طرف لے چلا۔ وہ سارجنٹ تمام قصبے میں اپنی خودسری کے لئے مشہور تھا۔ میں بھی کچھ کم خودسر نہیں تھا۔ چنانچہ ہاتھ جھٹک کر میں نے اپنا بازو چھڑا لیا۔ وہ گالیاں بکنے لگا۔ اور ساتھ ہی ایک تھپڑ بھی مار دیا۔ میرا خون تو پہلے ہی کھول رہا تھا۔ تھپڑ کھاتے ہی بپھر گیا اور دو قدم پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے اچھل کر بوٹ کی بھرپور ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر جما دی۔ اس کی ٹھوڑی پھٹ گئی اور خون بہنے لگا۔ اس کے ساتھ جو دو سپاہی تھے انہوں نے مجھے قابو کر لیا۔ اور پولیس اسٹیشن لے گئے۔ وہاں انہوں نے مجھے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ ایک گھنٹے کے بعد سارجنٹ آیا تو اس کی ٹھوڑی پر پلاسٹر لگا ہوا تھا۔

سارجنٹ کی آتش بار نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ اور چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ دونوں سپاہی بھی اس کے قریب کھڑے تھے۔ اس کا اشارہ پا کر سپاہیوں نے قفل کھول کر مجھے باہر نکالا۔ اور مجھ پر پل پڑے۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں اتنی مار کبھی نہیں کھائی۔ پتہ نہیں کتنی دیر بے ہوش رہا۔ ہوش آیا تو ہسپتال میں تھا۔

میرے والد نے پولیس والوں پر مقدمہ دائر کرنا چاہا۔ لیکن میں نے تعاون کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ میں دو ماہ تک ہسپتال میں رہا تھا۔ ہسپتال سے رخصت ہو کر میں گھر آ گیا۔ اس کے ایک ماہ بعد میں نے ایک سپاہی کو جہنم بھیج دیا۔ مزید ایک ماہ کے بعد دوسرے کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔ میں نے ان دونوں کے قتل کا منصوبہ اس طرح بنایا تھا۔ کہ شبہ ہونے کے باوجود پولیس میرے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے قاصر رہی۔ البتہ میرا والد بہت زیادہ متفکر رہنے لگا تھا۔ حالانکہ میرے خلاف پولیس کے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں تھا۔

اب سارجنٹ کی باری تھی۔ لیکن وہ ظالم بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ میں مناسب موقع کا منتظر رہا۔ ایک طوفانی رات کو سرکاری فرائض کی بجا آوری کے لئے جوں ہی وہ اپنے مکان سے برآمد ہوا میں نے آڑ سے نکل کر اس پر حملہ کر دیا۔ اور بھاری پائپ کی ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا۔

دوسرے دن علی الصبح چیف آف پولیس ہمارے گھر آیا اور میرے باپ سے کہا۔ کہ وہ ایک وحشی درندے کو پال رہا ہے۔ لہٰذا یا تو جلد از جلد قصبہ چھوڑ دے یا اسے گھر سے نکال دے۔ میرے والد نے مکان فروخت کر کے قصبہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ پولیس کے پاس میرے خلاف قطعی کوئی ثبوت نہیں تھا۔ میں بھلا یہ

کیوں کر گوارا کر سکتا تھا۔ کہ میری وجہ سے میرے گھر والے پریشانی میں مبتلا ہوں چنانچہ میں نے گھر چھوڑ دیا۔

گھر سے نکل کر میں شمال میں کئی سو میل دور ایک چھوٹے سے قصبے میں چلا گیا چند دن کی تگ و دو کے بعد آخرکار ایک پٹرول پمپ پر گاڑیوں میں تیل بھرنے کی ملازمت مل گئی۔ ڈیوٹی رات کی تھی۔ ایک کمرہ بھی رہنے کے لئے مل گیا۔ اب تمام رات ڈیوٹی دیتا تھا۔ اور دن میں سوتا تھا۔ ڈیوٹی کے دوران ہی ایک شریف آدمی سے دوستی ہو گئی اس کی عمر یہی کوئی بیس بتیس برس ہو گی۔ چونکہ پڑھا لکھا تھا۔ اس لئے مجھے پڑھنے کے لئے دلچسپ کتابیں بھی لا کر دیا کرتا تھا۔ کئی مرتبہ میرے کمرے میں بھی چلا آتا تھا۔ ایک دن معلوم ہوا کہ اسے پولیس نے گرفتار کر لیا ہے الزام تھا۔ کہ اس نے ایک نابالغ لڑکی سے زنا بالجبر کیا ہے اور یہ کہ وہ اس سے پہلے بھی زنا بالجبر کے الزام میں دو مرتبہ سزا کاٹ چکا ہے مجھے یقین نہ آیا۔ ممکن ہے پہلے الزامات اور سزائیں درست ہی ہوں لیکن اس مرتبہ وہ قطعی بے قصور تھا۔ کیونکہ پولیس نے جو دن اور وقت بتایا تھا۔ اس وقت وہ میرے کمرے میں تھا۔ اور ہم کئی گھنٹوں تک گپ شپ لگاتے رہے تھے۔ میں نے پولیس اسٹیشن جا کر بہتیرا کہا سنا کہ الزام قطعی بے بنیاد ہے۔ لیکن پولیس سارجنٹ اس قدر بد دماغ تھا کہ اس نے میری بات کو ذرا بھی درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اور مجھے الٹا ڈانٹ دیا۔ میں نے بھی اسے خوب ہی جلی کٹی سنائیں۔ اور پولیس اسٹیشن سے نکل آیا۔ دوسرے دن مالک نے نوکری سے جواب دے دیا۔ تیسرے دن مالک مکان نے بھی کمرہ خالی کرنے کا نوٹس دے دیا۔ یہی نہیں بلکہ انتہائی کوشش کے باوجود اس قصبے میں مجھے دوسری ملازمت نہ مل سکی۔ پولیس سارجنٹ نے میرا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا تھا۔ اور رزق حلال کماتا

تک دو بھر کر دیا تھا۔

میں نے وہ قصبہ بھی چھوڑ دیا اور سوا سو میل دور ایک اور قصبے میں چلا گیا۔ سپر مارکیٹ میں محنت مزدوری کا کام مل گیا۔ لیکن تنخواہ اس قدر قلیل تھی۔ کہ رو دھو کر ہی گذارہ ہوتا تھا۔ ایک دن معمولی سے ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا۔ کہ اخبار پہ نظر پڑ گئی۔ ایک چھوٹی سی سرخی دیکھ کر اخبار اٹھا لیا۔ خبر یہ تھی۔ کہ میرے دوست کو زنا بالجبر کے کیس میں پندرہ سال قید بامشقت کی سزا ہو گئی تھی۔ میرے دل کو زبردست دھچکا لگا۔ مجھے سو فیصد یقین تھا۔ کہ وہ غریب قطعی بے گناہ تھا۔ میں سوچنے لگا کہ کیا اس ملک میں پولیس اور محکمہ انصاف اسی قسم کے کارنامے انجام دے رہا ہے اور کیا قانون کے نام پر اسی قسم کی دھاندلیاں ہو رہی ہیں۔

میں نے سپر مارکیٹ کی ملازمت ترک کر دی۔ کیونکہ اگر میں وہاں تمام عمر بھی ملازمت کرتا رہتا تو بھی چار پیسے جمع نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے معاشرے اور معاشرتی نظام سے سخت نفرت ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں نے ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ اور دوسرے دن سے ہی اکیلے دکیلے پٹرول پمپوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ پہلے تو پیدل چل کر اور کھلونا پستول سے ہی کام چلاتا رہا۔ مگر چند دن کے بعد ہی میں نے کار بھی خرید لی۔ اور پستول بھی اور کار میں بیٹھ کر اسی قصبے میں چلا گیا۔ جہاں میرے دوست کو پندرہ برس کی قید کا حکم سنایا گیا تھا۔ میں سیدھا پولیس لفٹیننٹ کے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا اس نے جوں ہی دروازہ کھولا میں نے اسے شوٹ کر دیا۔ اسی حرامزادے نے میرے دوست پر زنا بالجبر کا الزام لگایا تھا۔ اور جھوٹا مقدمہ بنا کر پندرہ برس کی سزا دلوائی تھی۔

اس کے بعد دو برس تک میں مختلف شہروں کی خاک چھانتا رہا۔ پٹرول پمپوں

سے ترقی کر کے میں اب تھیٹروں کے بکنگ آفس، ڈرگ اسٹور اور شراب کی دکانوں پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگا تھا۔ اسی دوران میری ملاقات ایک شخص سے ہوئی جس نے میرا تعارف ایک ایسے گروہ سے کرایا جو بنکوں پر ڈاکہ ڈالتے تھے۔ مگر میری بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ پہلا منصوبہ ہی ناکام ہو گیا۔ حالانکہ وہ منصوبہ چار ماہ کی مسلسل کوشش اور نہایت باریک بینی سے تیار کیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ فرار کے وقت کار کو حادثہ پیش آنے سے دو تو موقع پر ہی جل کر ہلاک ہو گئے۔ باقی ہم تین آدمی ایک جگہ چھپ گئے لیکن پولیس پہنچ گئی۔ ایک ساتھی پولیس سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا اور ہم کو گرفتار کر لیا گیا۔ تین سال کی قید ہو گئی۔

جیل میں ایک ساتھی نے مشورہ دیا۔ کہ لمبے چوڑے منصوبوں پر کام کرنے کی نسبت لوٹو اور بھاگو والا فارمولا زیادہ کامیاب رہتا ہے۔ اس کی بات میں کافی وزن تھا۔ چنانچہ پلے باندھ لی۔ سزا پوری ہونے کے بعد باہر آیا۔ تو خفیہ کے آدمی پیچھے لگ گئے۔ انہیں توقع تھی کہ جیل سے رہائی پانے کے بعد وہ میرے پیچھے لگ کر بنک سے لوٹی ہوئی رقم تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر میں بیوقوف نہیں تھا تھوڑی سی کوشش سے ہی ان سے پیچھا چھڑا لیا۔ ملک کے شمالی حصے میں مجھے جنگل کے ایک ٹھیکیدار کے پاس ملازمت مل گئی۔ جنگل میں درخت کاٹنے اور لکڑی چیرنے کا تمام کام مشینوں سے ہوتا تھا۔

ملازمت کے دوران فارغ اوقات میں میں دور جنگل میں چلا جاتا تھا۔ اور پستول سے نشانہ بازی کی مشق کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں ایک ماہر فن نشانہ باز بن گیا۔ اس عرصے میں بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ایک شخص بہت ہی کارآمد

نظر آیا۔ تو اس کے سامنے اپنا پروگرام رکھا۔ منصوبہ یہ تھا۔ کہ دو چار کام کے آدمیوں کو ساتھ لے کر بنکوں پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ لیکن سال میں صرف ایک دو۔ کیونکہ زیادہ وارداتیں کرنا زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ چند روز کے اندر ہی ہمیں اپنے مفید مطلب آدمی بھی مل گئے۔ اور کام شروع کر دیا گیا۔ ایک بنک لوٹنے سے ہی اتنا کچھ مل جاتا تھا۔ کہ تمام سال خرچ کرنے پر بھی ختم نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم نے کئی کئی ماہ کے وقفے کے بعد پانچ بنک لوٹے۔ میرا اصل ساتھی عورتوں کا بہت رسیا تھا۔ دو سال کے بعد ایک خاوند نے اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے اسے موقع پر پکڑ لیا۔ اور وہیں گولی مار دی۔

میں نے ایک اور ساتھی تلاش کر لیا۔ اور میرا یہ ساتھی بینی تھا۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بینی میرا عزیز ترین دوست بن گیا۔ اس کے ساتھ مل کر میں نے کئی بنکوں پر انتہائی کامیاب ڈاکے ڈالے۔ آخری واردات فونکس بنک کی تھی۔ بدقسمتی یہ ہوئی کہ عین وقت پر ہمیں کوئی قابل اعتماد ڈرائیور نہ مل سکا۔ اور مجبوراً ایک نوجوان لڑکے کو ساتھ لینا پڑا۔ اس کی بزدلی سے سارا کام چوپٹ ہو گیا۔ مجھے بازو میں گولی لگی لیکن فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ بینی فلوریڈا کی طرف بھاگ گیا۔ میں روپوش رہ کر اپنے بازو کا علاج کرواتا رہا تھا۔ اور بینی نہایت باقاعدگی سے ہر ہفتہ ایک ہزار ڈالر ضروری اخراجات کے لئے مجھے بھیج رہا تھا۔ رقم سو سو ڈالر کے نوٹوں میں ہوتی تھی۔ اور سربند لفافے میں رجسٹری کر کے بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی تھی۔ میں بینی سے اپنے حصے کی رقم اس وقت تک لینا نہیں چاہتا تھا۔ جب تک کہ دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو جاؤں۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گیا تھا۔

رقم چونکہ ہڈسن فادریڈا سے بھیجی جاتی تھی۔ اور نہایت باقاعدگی سے ارسال کی جاتی تھی اس لئے ہڈسن کی پوسٹ مسٹرس لنزلی کو شبہ ہو گیا اس نے اپنے بوائے فرینڈ ڈپٹی شیرف فرنکلن سے تذکرہ کیا۔ تو اس نے ایک لفافہ کھول کر چیک کیا۔ لفافے میں ایک ہزار ڈالر موجود تھے۔ فرنکلن بینی کے پیچھے پڑ گیا۔

رقم آنی بند ہو گئی تو میں فوراً سمجھ گیا کہ ضرور بینی پر کوئی افتاد پڑی ہے۔ مگر مجھے ابھی کچھ روز مزید آرام کی ضرورت تھی۔ آخر کار جب میں سفر کرنے کے قابل ہو گیا تو فوراً ہڈسن کے لئے روانہ ہو گیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہ بینی پر کیا مصیبت پڑی ہے۔ مگر چند روز کی تگ و دو کے بعد میں نے سب کچھ معلوم کر لیا۔ اور بینی کی قابل رحم حالت میں پڑی لاش بھی مل گئی۔ چنانچہ اپنے دوست کا انتقام لے کر حساب بھی بے باق کر لیا۔ لیکن نتیجے کے طور پر مجھے تقریباً ایک برس تک اسٹیٹ ہسپتال کے پرزن ونگ میں گذارنا پڑا اور پلاسٹک سرجری بھی کرانی پڑی۔

اب میں آزاد تھا۔ اور آزاد ہی رہنا چاہتا تھا۔

صبح کے وقت کیبن کے دروازے پہ دستک ہوئی۔ لیکن جب دروازہ کھولا تو

وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ البتہ دیوار کے ساتھ ایک تھیلا رکھا تھا۔ جس میں مختلف قسم کے پھل، بسکٹوں کے ڈبے اور ایسی ہی دوسری چیزیں تھیں۔ شام کے کیبن کیمپ کی یہ سب سے بڑی خصوصیت تھی۔ کہ ضرورت کی ہر چیز دروازے پر مہیا کر دی جاتی تھی۔ میں ایک فہرست رات کے وقت دروازے پر لگا دیتا تھا۔ اور شام وہ تمام چیزیں بازار سے منگوا کر چند گھنٹوں کے اندر ہی فراہم کر دیتا تھا۔ باہر نکلنے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ناشتہ اور دونوں وقت کا کھانا بھی کیبن میں پہنچ جاتا تھا۔

غسل خانے میں جا کر چہرے کا جائزہ لیا۔ جلد ابھی کئی جگہ سے کچی اور گلابی رنگ کی تھی۔ سر پر بھی ککڑی کے جالے کی طرح سفید جلد چمک رہی تھی۔ رانوں، بازوؤں اور سینے کی جلد بھی کئی جگہ سے عجیب و غریب نظر آ رہی تھی۔ سوزن کاری کے نشانات بہت بدنماں دکھائی دے رہے تھے۔

غسل سے فارغ ہو کر میں نے چہرے پر ڈاکٹر افضل کی الماری سے اٹھائی ہوئی ٹیوبوں سے لوشن نکال کر لگایا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ میں خود بھی اپنا چہرہ شناخت کرنے سے قاصر رہا یہ وہ چہرہ ہرگز نہیں تھا۔ جو جلنے سے پہلے تھا۔ میں اب اپنی عمر سے دس برس کم عمر کا نظر آ رہا تھا۔ چہرہ گو کوئی زیادہ خوبصورت نہیں تھا۔ لیکن میرا اصل چہرہ ہی کونسا خوبصورت تھا جو مجھے افسوس ہوتا۔ بہر حال اب میں قطعی طور پر ایک نئے چہرے کا مالک تھا۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ ڈاکٹر افضل کو دس ہزار ڈالر کی رقم بھی ادا کرنی ہے۔

اگلے دن میں صبح صبح کیبن سے نکل کر باہر چلا گیا۔ دریا بالکل قریب بہہ رہا تھا پار دوسری طرف جنگل تھا۔ میں کافی دیر تک دریا میں تیرتا رہا۔ پھر کچھ دیر کے لئے

صبح کی ہلکی ہلکی دھوپ میں بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر افضل نے ہدایت کی تھی۔ کہ آفتابی غسل سے چہرے کی جلد کو جلد از جلد قدرتی رنگ میں لایا جا سکتا ہے۔ لیکن دھوپ میں بیٹھنے کا وقت بتدریج بڑھانا ہوگا۔ چنانچہ میں نے پانچ منٹ سے شروع کیا اور ہر روز دو منٹ کا اضافہ کرتا چلا گیا۔ چند دن کے بعد محسوس ہوا کہ چہرے کی جلد کا رنگ بہت آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر بدل رہا ہے۔

کچھ دن کے بعد میں دریا پار کر کے دور جنگل میں نکل جاتا تھا۔ اور شام سے خرید کر وہ پستول سے نشانے کی مشق کیا کرتا تھا۔ کیبنوں کے باہر بھی شام نے پارٹیشن وال بنا کر ایسا بندوبست کر رکھا تھا۔ کہ ہر شخص کی پرائیویسی کامل طور پر قائم رہتی تھی۔ اور کسی قسم کی مداخلت کا اندیشہ نہیں تھا۔

ایک ماہ گزرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میرے پاس موجود رقم بڑی تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے وجہ یہ تھی کہ شام کیبن کیمپ میں رہنا بہت مہنگا پڑتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہاں ہر قسم کی سہولتیں حاصل تھیں۔ اور پولیس وغیرہ کی مداخلت کا بھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن ان تمام چیزوں کے لئے خاصی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔ اور چہرے کی حالت کے پیش نظر مجھے ابھی کم از کم وہاں دو ماہ اور گزارنے تھے۔ موجودہ حالت میں باہر جانا خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ چہرے کو دیکھ کر کوئی بھی کہہ سکتا تھا۔ کہ پلاسٹک سرجری کا کیس ہے۔

میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جب چہرہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ تو سب سے پہلے گولڈن پی کاک نائٹ کلب جاؤں گا۔ گولڈن پی کاک زیر زمین جرائم پیشہ لوگوں کا گڑھ تھا۔ اور وہاں ہر قسم کے جرائم پیشہ رات کے وقت اکٹھے ہو کر ملاقاتیں کرتے تھے۔

اور آئندہ کے لئے نئے نئے منصوبے بنایا کرتے تھے۔ کلب کا مالک سیباسٹین تھا۔ اس نے چونکہ میرے راستے کا روڑا بننے کی کوشش کی تھی۔ اور فونکس کے بنک سے لوٹی جانے والی رقم تلاش کرنے کی کوشش میں بار بار حائل ہوا تھا۔ اس لئے ایک دن مناسب موقع دیکھ کر میں نے اسے بھی اگلے جہاں کا راستہ دکھا دیا تھا۔ اور لاش جنگل میں لے کر کیچڑ سے بھرے ایک گڑھے میں دفن کر دی تھی۔ ابھی تک میرے علاوہ کسی کو بھی علم نہیں کہ اس کی لاش کہاں دفن ہے۔

مجھے معلوم تھا۔ کہ گولڈن پی کاک کو اب اس کا نائب اور دست راست روڈی چلا رہا ہے وہ بھی مجھے جانتا تھا۔ لیکن پورا یقین ہے کہ نئے چہرے سے وہ بھی شناخت نہیں کر سکے گا۔ مگر میں یہ بھی جانتا تھا۔ کہ اگر اسے ذرا بھی شبہ ہو گیا۔ کہ میں چیٹ آرنلڈ ہوں۔ تو فونکس سے لوٹی ہوئی رقم کے لالچ میں آ کر ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ جائے گا۔ اور زندہ نہیں چھوڑے گا۔

چھ ہفتوں کے بعد ایک دن میں نے ٹام کو روک لیا۔

"مسٹر ٹام مجھے ایک گاڑی چاہیئے۔ بہت مہنگی نہ ہو۔ صرف اتنا ہو کہ کام چل جائے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈریک۔" اس نے جواب دیا۔ "میں خیال رکھوں گا۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

چند دن کے بعد وہ آیا تو بولا۔ "مسٹر ڈریک ایک فوکس ویگن مل رہی ہے اچھی حالت میں ہے۔ اور قیمت بھی مناسب ہے۔ چاہو تو ابھی دیکھ لو میرے آفس کے پیچھے کھڑی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گا۔" میں نے کہا۔ "لیکن ڈرائیونگ لائسنس اور رجسٹریشن کا کیا بندوبست ہو گا۔ ارل ڈریک کے نام پر بنوا سکتے ہو؟"

"ہوں۔" اس نے چند لمحے غور کیا پھر بولا۔ "کاغذات بن جائیں گے لیکن رقم خرچ ہو گی۔"

"ٹھیک ہے جو بھی مناسب ہو گا۔ میں دے دوں گا۔ کار کی چابی سوچ میں ہی چھوڑ دینا میں ذرا چلا کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

رات کے وقت میں فوکس ویگن کو کھلی سڑک پر لے گیا۔ گاڑی بری نہیں تھی اس لئے میں نے ایک ہزار ڈالر ٹام کو ادا کر دیئے ساتھ ہی بولا۔ "مسٹر ٹام کچھ معلوم ہے آجکل گولڈن پی کاک نائٹ کلب کیسا جا رہا ہے اور سیباسٹین کہاں ہے؟"

"جہاں تک مجھے معلوم ہے۔" ٹام نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "سیباسٹین یورپ میں چھٹیاں منا رہا ہے اور کلب کا کاروبار اس کا نائب روڈی چلا رہا ہے۔"

تو یہ بات ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ سیباسٹین کی اچانک گمشدگی کو روڈی نے یہ کہہ کر چھپایا ہے کہ وہ یورپ میں چھٹیاں منا رہا ہے اور وہ کہہ بھی کیا سکتا ہے اس کو اگر علم ہوتا کہ سیباسٹین اگلے جہاں پہنچ چکا ہے۔ تو وہ اب تک کلب پر قبضہ کر کے مالک بن چکا ہوتا۔ لیکن ڈرتا ہو گا۔ کہ اگر سیباسٹین کبھی آ گیا تو کیا جواب دے گا۔

اب میرے لئے مشکل یہ تھی۔ کہ میں اپنے پرانے اور شناسا جرائم پیشہ ساتھیوں میں بھی نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ اگر میں انجیل مقدس سر پر رکھ کر بھی قسم کھاؤں کہ میں تمہارا پرانا ساتھی چیٹ آرنلڈ ہوں تب بھی وہ مجھ پر یقین نہیں کریں گے۔ اسی قسم کی باتیں تھیں جن کی وجہ سے میں فکر مند رہتا تھا۔ ادھر رقم دن بدن سکڑتی جا رہی تھی۔

جب میرے پاس صرف اٹھارہ سوڈالر رہ گئے۔ تو میں نے کینپ کیمپ کو خیرباد کہنے کا فیصلہ کرلیا۔ تمام کا حساب چکایا۔ اور گاڑی میں بیٹھ کر چل دیا۔

میرے پاس مناسب کپڑے بھی نہیں تھے۔ لیکن میں فی الحال کپڑوں پر رقم ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سب سے اہم اور فوری ضرورت ایک مناسب قسم کی وگ تھی۔ چنانچہ جب پینیا کولا کے قصبے میں پہنچا۔ تو سیدھا وگوں کی دکان پر چلا گیا۔ شیشوں کے شوکیسوں میں بے شمار وگیں قرینے سے سجی ہوئی تھیں۔ میں باہر کھڑا ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ اندر سے ایک ادھیڑ عمر عورت برآمد ہوئی۔ اپنی مخصوص کاروباری مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"تمہیں غالباً ایک ہیرپیس چاہیئے؟"

"ہاں چاہیئے تو۔ بشرطیکہ موزوں اور مناسب ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"قیمت جیب میں ہے تو سب کچھ مل جائے گا۔" وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے دکان میں چلا گیا۔ جب وہ کاؤنٹر کے پیچھے چلی گئی تو میں نے اپنے سر سے ہیٹ اٹھا دیا۔ ساتھ ہی بولا۔ "یہ دیکھ لو کھوپڑی پر ایک بال بھی نہیں ہے۔"

وہ مسکرائی اور مسکراتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئی۔ دوسرے ہی منٹ میں حیران و ششدر کھڑا اس کی انڈے کی مانند صاف و شفاف کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا۔ ایک منٹ پہلے نہایت دلکش بالوں کا جو جوڑا اس کے سر پر نظر آرہا تھا۔ وہ وگ کی شکل میں اس نے اتار کر کاؤنٹر پر رکھ دیا تھا۔ پھر دوسرے ہی منٹ اسے سر پر جماتے ہوئے کہنے لگی۔ "میرے بال ایک کیمیکل ایکسپلوجن کی نذر ہو گئے تھے ...... تم نے خود ہی

دیکھ لیا کہ موزوں قسم کی وگ شخصیت یا جنسی کشش پر ذرا بھی فرق نہیں پڑنے دیتی" یہ کہتے ہوئے اس نے بائیں آنکھ ٹکا دی۔ ساتھ ہی اس انداز سے مسکرائی کہ میرے خوابیدہ جذبات سر اٹھانے لگے۔ "البتہ وگ کے ساتھ مناسب میک اپ لازمی شرط ہے۔"

"میک اپ؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔ کیونکہ بالوں کے رنگ کی مناسبت سے مناسب میک اپ کیا جائے تو میں گارنٹی دیتی ہوں کہ کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا۔ کہ تم نے وگ لگا رکھی ہے۔ اور میک کرنے کا طریقہ صرف آدھ گھنٹے میں تمہیں سکھا دوں گی...... کیا رنگ پسند کرو گے؟"

"یہ سب کچھ میں تمہیں پہ چھوڑتا ہوں۔ جو مناسب سمجھو کرو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ اس نے عقبی الماری کھول کر سرخی مائل سیاہ بالوں کی ایک وگ نکالی۔ اور آنکھ سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "اس اسٹول پر بیٹھیں۔"

میں اسٹول پر بیٹھ گیا۔ عین سامنے قد آدم سہ طرفہ آئینہ لگا ہوا تھا۔ اس نے وگ میرے سر پر جما دی۔ پھر بڑی دراز کھول کر ٹین کا ایک ڈبہ نکالا۔ ڈبہ نہایت خوبصورت تھا۔ اس نے ڈبہ کھولا تو اس میں بہت سی ٹیوبیں اور پوڈر کی تین ڈبیاں تھیں۔ وہ میرے عین پیچھے دوسرے اسٹول پر بیٹھ گئی۔ پھر میرے شانوں پر یاریوں کی طرح کپڑا ڈالتے ہوئے بولی۔ "میرے پاس بہت سے گاہک آتے ہیں۔ لیکن میں حیران ہوتی ہوں۔ کہ ان میں سے اکثر عورتوں کے پاس جاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ جب میرے بال ضائع ہوئے تھے۔ تو میں بھی جنسی اختلاط سے خوفزدہ رہتی تھی۔ کہ کہیں جنسی عمل کے دوران ہی وگ سر سے نہ اتر جائے۔ چنانچہ میں نے جب تجربہ کیا۔ تو واقعی وہی

ہوا جس کا ڈر تھا۔ وگ کے سر سے کھسکتے ہی وہ مجھے یوں دیکھنے لگا۔ جیسے میں کوئی عجوبہ تھی۔ غرض یہ کہ سارا لطف غارت ہو کر رہ گیا تھا۔

یہ سب کچھ کہتے ہوئے وہ بدستور مسکرائے جا رہی تھی۔ اور میں سامنے لگے آئینوں میں اس کی چٹ پٹی باتیں سن کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اتنی دیر میں وہ میک اپ کا سامان ٹرے میں سجا چکی تھی۔ اس کے بعد گردن کے پیچھے جہاں بالوں کی حد ہوتی ہے ایک لوشن ملتے ہوئے بولی۔ "اگر ہیٹ کا استعمال ترک کر دو۔ تو بہتر ہے کیونکہ وگ کے اوپر ہیٹ پہننے سے کئی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔"

گردن کے پیچھے اور کانوں کے اوپر اس کی ہلکی ہلکی مالش کا عمل کچھ زیادہ ہی طویل ہوتا جا رہا تھا۔ اور میں جانتا تھا۔ کہ وہ دانستہ ایسا کر رہی ہے۔

"اگر راستے میں بارش آ جائے تو؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر دوست لڑکی ساتھ نہ ہو۔ تو اتار کر جیب میں ڈال لینا زیادہ بہتر ہے یا پھر چھتری ہونی چاہیئے۔" مالش کا عمل ختم کرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔ پھر ٹرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "یہ دیکھو یہ گیارہ ٹیوبیں ہیں۔ جن پر ایک سے لے کر گیارہ تک نمبر تحریر ہیں۔ ایک نمبر کی ٹیوب میں ہلکا سرخی مائل سفید کریم ہے اور نمبر دو میں اس سے نسبتاً زیادہ سرخی مائل ہے۔ حتیٰ کہ گیارہ نمبر کی ٹیوب میں تانبے کی رنگت کی سیاہی مائل سرخ کریم ہے۔ ان میں سے جسم کی رنگت کی مناسبت سے کوئی ٹیوب منتخب کرنی ہوتی ہے۔ تمہارے بازوؤں کی جلد کو دیکھ کر میرا خیال ہے کہ نمبر پانچ یا چھ بالکل ٹھیک رہے گی۔"

اس نے چھ نمبر کی ٹیوب کا ڈھکنا اتارا اور ٹیوب کو دبا کر ذرا سی کریم ہتھیلی

پر نکالی۔ پھر اسے انگلی پر اٹھا کر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر ملنے کے بعد دونوں گالوں پر تیزی سے دائروں کی شکل میں مالش کرنے لگی۔ ایک منٹ کے بعد جب اس نے ہاتھ ہٹائے تو نتیجہ واقعی حیران کن تھا۔ اس کے گالوں کا سفید رنگ گندمی ہو گیا تھا۔

"لو اب خود ہی اپنے چہرے پر ٹرائی کر دو۔" ٹیوب میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے اس نے کہا۔

میں نے اسی قدر کریم انگلیوں پر مل کر چہرے کی مالش شروع کر دی اور دو منٹ کے بعد آئینے پر نگاہ ڈالی تو ششدر رہ گیا۔ نہ صرف یہ کہ چہرے کو قدرتی رنگ مل گیا تھا بلکہ جلد پر سوزن کاری کے جو داغ دھبے نمایاں تھے۔ اور جنہیں ٹھیک ہونے میں ابھی کئی ماہ صرف ہونے تھے۔ تمام یوں چھپ گئے جیسے تھے ہی نہیں۔

"اب اس پوڈر کی طرف دیکھو۔" وہ ایک ڈبیا اٹھاتے ہوئے بولی۔ "ان میں سے درمیانی ڈبیہ تمہارے لئے مناسب رہے گی۔ ذرا سا پوڈر لے کر گردن کے پیچھے اور کنپٹیوں پر لگانے سے جلد کا رنگ بالوں کے رنگ سے میچ کر جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پوڈر مل دیا۔ اور پھر کپڑے سے جھاڑ دیا۔ ساتھ ہی وہ پیچ بٹن بھی بند کر دیئے جو وگ میں کانوں سے ذرا اوپر لگے ہوئے تھے اور وگ کے بالوں کے نیچے چھپے ہوئے تھے۔

اب جو میں نے اپنے چہرے مہرے پر نظر ڈالی تو دنگ رہ گیا۔ ایک لمحے کے لئے تو سحر زدہ سا ہو گیا۔ وہ بھی مجھے دیکھ دیکھ کر داد خواہ انداز میں مسکرائے جا رہی تھی۔

"بہت خوب.... کمال کر دیا ہے تم نے۔" آخر کار میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب

اس وگ اور ایک عدد میک اپ بکس کی قیمت بھی بتا دو؟"

"اگر کسی وقت تبدیلی کے لئے دل چاہے، تو یہ کیسی رہے گی۔ میرا تو خیال ہے کہ یہ بھی رکھ لو۔" اس نے دراز سے ایک سرمئی رنگ کی وگ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔

تبدیلی کی ضرورت مجھ سے زیادہ بھلا اور کسے ہو سکتی تھی۔ "ٹھیک ہے۔ یہ بھی دیدو۔ اب بتاؤ کل بل کتنا بن گیا۔

"تم سے کوئی زیادہ قیمت نہیں لوں گی۔ صرف اڑسٹھ ڈالر دے دیں۔" میں نے بٹوہ نکال کر دس دس کے سات نوٹ اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"تم نے وہ سوال نہیں کیا جو میک اپ کرانے والے مرد عموماً کیا کرتے ہیں؟" رقم دراز میں ڈالتے ہوئے وہ لگاوٹ سے مسکراتے ہوئے بولی۔

"کونسا سوال؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ کیا یہ میک اپ کسی عورت کے ساتھ لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے اپنی جگہ قائم رہے گا؟"

"پھر کیا جواب دیتی ہو انہیں؟"

"میں کہتی ہوں کہ اگر انہیں کوئی شبہ ہے تو ابھی سامنے کا دروازہ بند کر کے عقبی کمرے میں آزمائش کئے لیتے ہیں۔"

"بات تو تم ٹھیک ہی کہتی ہو لیکن میں اس معاملے میں ذرا شرمیلا واقع ہوا ہوں"

"شرم ورم سب فضول باتیں ہیں" وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی اور دوسرے ہی منٹ "لنچ کے بعد کھلے گی" کی تختی دروازے پر آویزاں کر کے دروازہ بند کر دیا۔ پھر گھوم کر میرا بازو پکڑا اور کھینچتے ہوئے مجھے عقبی کمرے میں

لے گئی عقبی کمرہ گو چھوٹا سا ہی تھا۔ لیکن بہتر طور پر سجایا گیا تھا۔ چار کرسیاں ایک دیوار کے ساتھ اور دوسری دیوار کے ساتھ فراخ پلنگ تھا۔ جس پر بے داغ بستر بچھا ہوا تھا۔ ایک گوشے میں ڈریسنگ ٹیبل تھی۔ جس میں قد آدم آئینہ لگا تھا۔ دوسرے گوشے کو پورٹیبل چوبی اسکرین لگا کر باقی کمرے سے الگ کر کے غسل خانہ جیسا بنا لیا گیا تھا۔

"کپڑے اتار کر الماری میں ٹانگ دو۔" وہ اسکرین کے پیچھے جاتے ہوئے بولی "اور باقی سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔"

میں قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا اپنا عکس دیکھ رہا تھا۔ اور چہرے کے خد و خال دیکھ دیکھ کر خود ہی حیران ہو رہا تھا۔ کہ آئینے میں میرے پیچھے ایک اور عکس نظر آیا۔ وہ میرے پیچھے میرے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ اور بدعوان انداز میں مسکرا رہی تھی اس کے جسم پر صرف ایک کپڑا تھا۔ جسے انگیا نما مختصر شرٹ کہا جا سکتا تھا۔ جس میں سے اس کے سینے کے ابھاروں کی سفید قوسیں جھانک کر میرے جذبات میں ہلچل مچا رہی تھیں۔

میں جوں ہی گھوما اس نے میری جیکٹ کے بٹن کھولنے شروع کر دیئے۔ پھر قمیض کے بٹن کھول دیئے اور آخر میں پینٹ کی زپ کھینچ کر نیچے کھسکا دی۔ یہ سب کچھ کرتے ہوئے اس کے لبوں پر بڑی ہی پرکشش مسکراہٹ اور آنکھوں میں جنسی جذبات کی کچھ ایسی چمک تھی جو صرف فاحشہ اور بدکار عورتوں کی آنکھوں میں ہی ہو سکتی ہے اس کے بعد وہ ہاتھ پکڑ کر مجھے پلنگ پر لے گئی۔

جنسی معاملات میں وہ واقعی بہت تجربہ کار تھی۔ اختلاط کے عمل کا سرور بخش

اور طمانیت آمیز تجربہ جو مجھے اس کے ساتھ ہوا شاید تمام عمر نہ ہو سکے۔ وہ جانتی تھی کہ مرد کو خوش کرنے کے لئے کیا کچھ کرنا چاہیئے۔

"اب اٹھو اور آئینے میں جا کر دیکھو کہ تمہارے ہیر میں یا میک اپ میں کوئی فرق تو نہیں پڑا؟" اس نے میرے بیڈ پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں نے آئینے میں جا کر دیکھا۔ تو واقعی ذرا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔

"اچھا ہوا کہ تم نے تجربہ کر کے دیکھ لیا۔" وہ میرے قریب آ کر میرے شانوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "اس طرح ہم دونوں کا اطمینان ہو گیا ہے۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔ اور جلدی جلدی کپڑے پہن کر باہر نکل آیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر جب کئی میل دور نکل گیا۔ تو خیال آیا کہ میں نے اس کا نام بھی نہیں پوچھا تھا۔

چند گھنٹوں کی ڈرائیونگ کے بعد میں سو بائی پہنچ گیا۔ لیکن سو بائی میں ایک ہفتہ گزارنے کے بعد احساس ہوا کہ کافی دشواریاں میرے راستے میں حائل ہیں زیر زمین پیشہ ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا انتہائی دشوار تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ نہ تو میں یہ

بتا سکتا تھا۔ کہ میں دراصل کون ہوں اور نہ کسی سے کھل کر بات کر سکتا تھا۔

گولڈن پی کاک نائٹ کلب کو سیبا سٹین کا نائب روڈی چلا رہا تھا۔ اس کے طور اطوار سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو مالک سمجھنے لگا ہے لیکن اسے پختہ یقین نہیں تھا۔ اسے ڈر تھا۔ کہ ممکن ہے۔ سیبا سٹین اچانک کہیں سے آن دھمکے۔

گولڈن پی کاک میں مجھے کوئی ارل ڈریک یا چیٹ آرنلڈ کے نام سے نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ میرے پیشے میں نام کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ گزشتہ تیرہ برسوں میں میں لاتعداد نام استعمال کر چکا تھا۔ اپنی اصل شخصیت ظاہر کرنا ہر لحاظ سے خطرناک تھا چنانچہ میں نے گولڈن پی کاک میں روزانہ کچھ نہ کچھ وقت گزارنا شروع کر دیا۔ کبھی کبھی روڈی سے گپ شپ بھی ہو جاتی تھی۔ تھوڑے ہی دن کے بعد جب کچھ بے تکلفی ہو گئی تو میں نے اسے بتایا کہ میں بھی زیر زمین شکار کھیلتا رہا ہوں۔

مزید چند دن گزرنے کے بعد میں نے اس سے جم کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا۔

"جم کا نام تو کئی سالوں سے نہیں سنا۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ اب یہ دھندا چھوڑ چکا ہے۔ مگر صاحب کیا ہی دل گردے کا مالک تھا وہ۔"

"بالکل ٹھیک کہتے ہو۔" میں نے اس کی تائید کی۔ "اوکلوہاما میں جب اس نے سلاٹر ہوز جیک راسن اور ڈیوک نیلم کے ساتھ مل کر ڈاکہ ڈالا تھا تو پولیس بھی انگشت بدنداں رہ گئی تھی۔"

"تمہاری عمر تو اتنی نہیں لگتی کہ تمہیں اتنا پرانا واقعہ یاد ہو..... بہرحال اس واقعہ کے ایک ہی برس بعد راسن اور نیلم نے ایک اور واردات کی تھی۔ لیکن فرار ہوتے وقت جل کر ہلاک ہو گئے تھے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں مسکرایا۔ "یہ واردات ادھیو بینک پر ڈاکہ تھا۔ دو دن کے بعد جیمبر بھی زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا تھا اور۔۔۔۔"

"ہاں پولیس نے اس مکان پر چھاپہ مارا تھا۔ جہاں وہ چھپے ہوئے تھے جیمبر مقابلہ کرتے ہوئے شدید زخمی ہو گیا تھا۔ بڑا ہی جی دار لڑکا تھا۔ اس کی گینگ میں ایک لڑکا اور بھی تھا۔ وہ ظالم بھی فولادی اعصاب کا مالک تھا۔"

میں اسے بھلا کیونکر بتاتا کہ وہ ظالم لڑکا میں خود تھا۔ جو پولیس کو چکمہ دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ منصوبے میں ہی کوئی خامی تھی۔" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ممکن ہے یہی بات ہو۔ ورنہ اسکیمر کا کوئی منصوبہ آج تک ناکام نہیں ہوا۔"

اسکیمر دراصل فرنیزر کا کاروباری نام تھا۔ اس کا پیشہ ہی بڑے بڑے ڈاکوں کی مفصل اسکیمیں بنانا تھا۔ وہ اسکیمیں بنا کر یا تو نقد رقم لے کر فروخت کر دیتا تھا یا پھر لوٹ کی رقم پر فی صد کے حساب سے بعد میں وصول کرتا تھا۔ وہ خود کبھی ڈاکے میں حصہ نہیں لیتا تھا۔ صرف منصوبے بناتا تھا۔ لیکن منصوبے ہر لحاظ سے مکمل اور قابل تعریف حد تک دماغ سوزی سے تیار کرتا تھا۔ جن میں فرار کے راستوں کا تعین۔ مقامی پولیس کے معمولات اور بینک کی عمارت کی تمام تفصیل کے علاوہ بینک کے عملے کے ہر شخص کے متعلق معلومات درج ہوتی تھیں۔ میں نے خود بھی دو مرتبہ اسکیمر سے دو عدد اسکیمیں خریدی تھیں۔ اور نہایت کامیاب رہی تھیں اور بھی کئی پرانے ساتھی اسکیمر کے منصوبوں پر نہایت کامیابی سے عمل کر چکے تھے۔

روڈی سے ملاقاتیں ہوتی رہیں لیکن اس نے ماضی کے متعلق تو بہت سی باتیں کیں۔ مگر حال کے متعلق ایک لفظ تک نہیں بتایا۔ اس میں اس غریب کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔ کیونکہ جب سے سیباسٹین غائب ہوا تھا، گولڈن پی کاک میں پولیس کی سرگرمیاں تیز ہو گئی تھیں۔ بہرحال اسکیمر کا خیال آتے ہی میری تمام پریشانیاں کافور ہو گئیں جن دنوں میں اس کی اسکیموں پر عمل کر رہا تھا۔ تو میں اس سے کارل کے نام سے متعارف تھا مجھے خوشی تھی کہ میرا تبدیل شدہ چہرہ کبھی زخنہ انداز نہیں ہو گا۔ کیونکہ فرنیزر دی اسکیمر کی یہ خصوصیت تھی۔ کہ وہ دوبدو کسی سے نہیں ملتا تھا۔ تمام کاروباری امور ٹیلیفون یا ڈاک کے ذریعے طے پاتے تھے۔

ایک دن باتوں باتوں میں میں نے سو ڈالر کا نوٹ جیب سے نکالا اور روڈی کے سامنے ڈال دیا۔ ساتھ ہی بولا۔ "مسٹر روڈی کافی مدت سے اسکیمر سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہے یہ نوٹ جیب میں ڈال لو اور مجھے اس کا کاروباری فون نمبر بتا دو۔"

اس نے نوٹ جیب میں رکھ لیا اور نمبر بتلانے کے بعد بولا۔ "نمبر میں نے بتا دیا ہے۔ لیکن اسکیمر پر اپنے آپ کو قابل اعتماد ثابت کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔"

میں ایک گھنٹہ بعد گڈ نائٹ کہہ کر کلب سے باہر نکلا۔ تو بہت حد تک مطمئن تھا۔ ایک پر رونق سڑک پر گاڑی کھڑی کر کے روشن فون بوتھ میں گھس گیا۔ روڈی کا بتایا ہوا واشنگٹن کا ڈائرکٹ کال نمبر ڈائل کیا۔ تو چند سیکنڈ کے بعد ہی اسکیمر کی بھاری اور پر رعب آواز سنائی دی۔"

"کون ہے؟" اس نے چھوٹتے ہی کہا۔

"میں کارل کیسلر بول رہا ہوں۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "گولڈن پی کاک سے تمہارا نمبر معلوم کر کے فون کر رہا ہوں۔"

"کارل کیسلر..... تم وہی تو نہیں جسے..... "

"ایڈمورس نے تم سے متعارف کرایا تھا۔" میں نے فقرہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "امید ہے کہ اب اطمینان ہو گیا ہوگا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا کوئی اچھی اسکیم تیار ہے؟"

"مگر تم اتنا عرصہ کہاں رہے۔ میں کس طرح..... "

"حالات ہی کچھ ایسے تھے۔ بہرحال یہ بھی بتا دوں کہ اگر تم نے میرے متعلق مور بائل سے تصدیق کرنی چاہی تو رو دلمی بھی مجھے نہیں جانتا۔ چونکہ اس نے مجھ سے کھل کر بات نہیں کی اس لئے میں نے بھی اپنے متعلق اسے کچھ نہیں بتایا۔"

"تم دونوں نے بہت اچھا کیا۔ اس کاروبار میں کم سے کم بولنا ہی مفید رہتا ہے ایک بہترین اسکیم تیار ہے۔"

"کمیشن حسب سابق دس فیصد ہی ہوگا نا؟"

"تم غالباً کافی عرصہ تک کاروبار سے الگ رہے ہو..... کمیشن کی شرح اب ساڑھے بارہ فیصد ہوتی ہے۔ سمجھے؟"

"ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔" میں نے فوراً کہا۔ کہیں وہ فون ہی بند نہ کر دے۔

"لفافہ کہاں روانہ کر دوں؟" اس نے پوچھا۔

"پتہ نوٹ کر لو۔ ارل ڈریک۔ جنرل ڈلیوری آفس۔ رچمنڈ ورجینیا..... اسکیم دیکھ کر اگر میں نے اس پر عمل درآمد کا فیصلہ کیا تو تمہیں فون پر مطلع کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اسکیم کل دوپہر تک پہنچ جائے گی۔" اتنا کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

میں بھی بوتھ سے نکلا اور گاڑی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل چلا گیا۔

دوسرے دن صبح آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلا خیال جو مجھے آیا وہ یہ تھا کہ میری پونجی بہت تیزی سے ختم ہو رہی تھی۔ گو کولوریڈو کے پہاڑوں میں ایک تھیلی دفن تھی جو کسی بھی وقت میرے کام آ سکتی تھی۔ لیکن اسے میں نے کسی برے وقت کے لئے بچا رکھا تھا۔ اگر میں وہ بھی نکال کر خرچ کر لیتا اور بعد میں کسی مصیبت میں پڑ جاتا تو مدد کرنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ جس طرح میں ہسپتال کے پرزن وارڈ میں پہنچ گیا تھا اور اگر میرے پاس رقم نہ ہوتی تو خدا جانے میرا کیا انجام ہوتا۔

میک اپ بکس جو وگ کے ساتھ ملا تھا۔ بہت ہی مفید ثابت ہو رہا تھا۔ میک اپ کے بعد میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری کے نشانات نظر نہیں آتے تھے یہی نہیں بلکہ میک اپ سے میں مختلف اوقات میں اپنے چہرے کی جلد حسب منشا تبدیل کر سکتا تھا۔ اور وگ تبدیل کر کے قطعی مختلف آدمی نظر آتا تھا۔

دوپہر کے وقت میں رچمنڈ پہنچ گیا۔ ٹام کا دیا ہوا ارل ڈریک کے نام کا ڈرائیونگ لائسنس استعمال کر رہا تھا۔ جنرل ڈلیوری ونڈو پر جا کر معلوم کیا۔ تو کلرک نے ایک بڑا لفافہ مجھے پکڑا دیا۔ لفافے کے ابھار اور غیر معمولی وزن نے مجھے چونکا دیا۔ ظاہر تھا کہ اس میں بہت ہی پیچیدہ قسم کا منصوبہ ہو سکتا تھا۔ واپسی پر میں ایک کافی شاپ پر رک گیا۔ ایک چکن سینڈوچ اور کافی پینے کے بعد دوبارہ روانہ ہو گیا۔

ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچ کر احتیاط سے دروازہ بند کیا اور ایک آرام دہ

کرسی پر بیٹھ کر ڈرتے ڈرتے لفافے کو کھولا۔ لفافے کے ابھار اور وزن سے جو پریشانی تھی۔ فوراً دور ہوگئی کیونکہ وہ سب وزن موٹے کاغذ پر نقشوں کی وجہ سے تھا۔ بنک کی زیرین منزل کے بلیو پرنٹ نہایت مفصل تھے۔ چند صفحات پر مشتمل ایک رپورٹ تھی جس میں بنک ملازمین کے جملہ کوائف اور ان کی عادات واطوار کا تفصیلی ذکر تھا۔ اس کے ساتھ ہی دو صفحات میں علاقے کی پولیس اور اس کے طریق کار کا تذکرہ تھا۔ ان کے نیچے ایک صفحہ پر فرار کے راستوں کی تفصیل تھی جس میں سڑکوں گلیوں کے علاوہ ٹریفک روٹ، سگنلز۔ امکانی ناکہ بندیوں اور شیرف کے محکمہ کی بابت تمام تفاصیل موجود تھیں۔ فرنیزدی اسکیمر کی خصوصیت ہی یہ تھی۔ کہ معمولی سے معمولی بات کو بھی نظر انداز نہیں کرتا تھا۔

تمام کاغذات کے اوپر جو کاغذ تھا۔ اس پر بہت ہی مختصر الفاظ میں منصوبے کا خلاصہ تحریر تھا۔ "تین آدمیوں پر مشتمل منصوبہ۔ قابل اعتماد آدمی جو کسی بھی وقت بہیلکئے جاسکتے ہیں۔ سینڈی۔ ڈک۔ تھرسٹی۔ ہیرس۔ بوب ولف اور برکیٹ ..... ضرورت سمجھو تو فوراً رابطہ قائم کرو۔"

منصوبے کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ بنک تھورنٹن میں فلاڈلیفا کے مضافات میں واقع تھا۔ میں اس علاقے سے اچھی طرح واقف تھا۔ منصوبہ یہ تھا۔ کہ ہر بدھ کی سہ پہر کو بنک بند ہونے کے بعد ایک آرمرڈ کار میں کیش آتا تھا۔ اور جمعرات کی صبح بنک کھلنے پر مختلف خزانچیوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ فیکٹری کے ملازمین کی تنخواہوں کے بل ادا کئے جائیں۔ لہٰذا اگر جمعرات کی صبح بنک میں داخل ہو کر کیش تقسیم ہونے سے پہلے ہی تمام رقم پر قبضہ کر لیا جائے تو منصوبے کی کامیابی یقینی تھی۔

منصوبہ اچھا ہی تھا۔ لیکن خطرات بہت زیادہ تھے۔ اگر تو بنک کھلنے کے بعد اپنا کام شروع کیا جاتا تو تین آدمیوں سے ہرگز کامیابی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ کیونکہ تین آدمی ملازمین کے علاوہ گاہکوں کی ایک بڑی تعداد کو ہرگز قابو نہیں کر سکیں گے۔ دوسری صورت میں اگر بنک کھلنے سے پہلے کارروائی کی جائے تو بنک مینیجر اور اس کے نائب مینیجر کو گھروں سے جگا کر بنک لانا ہوگا۔ کیونکہ والٹ کے کومبی نیشن میں دونوں برابر کے شریک تھے۔ نصف کومبی نیشن مینیجر کو معلوم تھا۔ اور نصف نائب مینیجر کو۔ اس کے علاوہ ان دونوں پر قابو پانے کے بعد ٹائم لاک کھلنے کا بھی انتظار کرنا ہوگا۔ کیونکہ والٹ کا قفل کومبی نیشن کے باوجود مقررہ وقت سے پہلے نہیں کھل سکتا تھا۔

منصوبے میں کئی پیچیدگیاں دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ چنانچہ کمرے سے نکل کر نیچے چلا گیا۔ کاونٹر کے قریب ٹیلیفون بوتھ سے اسکیمر کو فون کیا۔ جب وہ لائن پر آیا تو میں نے اسے ایک پے فون کا نمبر بتایا اور اس نمبر پر دس منٹ کے بعد فون کرنے کو کہا اس نے جواب میں "ٹھیک ہے۔" کہا تو میں ہوٹل سے نکل کر قریبی ٹیلیفون بوتھ میں چلا گیا۔

چند منٹ کے بعد ہی اسکیمر نے فون کیا تو میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے چپکا لیا۔

"کیا بات ہے؟" اس کی بھاری آواز سنائی دی۔

"اسکیمر!" میں نے کہا "میں تو امید کر رہا تھا۔ کہ تم میرے لئے کوئی "یک فرد" اسکیم بھیجو گے۔ کیونکہ میں آجکل بالکل تنہا ہوں۔ لیکن تم نے سہ فرد منصوبہ بھیج دیا ہے۔"

"یہ فرد اسکیمیں بہت ہی خطرناک ہیں اور کامیابی کے امکانات بہت کم ہیں"
اس نے جلدی جلدی بات کرتے ہوئے کہا۔ "میں چاہتا ہوں۔ کہ تم اسی اسکیم پر کام کرو۔
کیونکہ یہ میں نے تمہارے ہی جیسے ذہین آدمی کے لئے بچا رکھی تھی۔ آدمیوں کی فہرست
دیکھی ہے؟"

"دیکھی ہے۔" میرا لہجہ طنزیہ تھا۔ "مجھ سے ناکارہ آدمی بھی تمہاری
اس فہرست میں درج ہیں۔"

"سنو مسٹر۔" اس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "یہ وہ آدمی ہیں۔ جو سردست موجود ہیں
اور کسی بھی وقت بلائے جا سکتے ہیں۔ اب یہ خود تمہارے اوپر منحصر ہے کہ تم کس کس کو
منتخب کرتے ہو۔ میں نے کسی کی بھی سفارش نہیں کی؛

"اور یہ منصوبہ تم نے انہیں میں سے کسی کو کیوں نہیں دیا؟"

"اس لئے کہ وہ سب کے سب کارکن یا پیروکار کے طور پر تو کام کر سکتے ہیں لیکن
منصوبہ بندی یا لیڈر شپ کی صلاحیتیں ان میں سے کسی میں بھی نہیں ہیں۔ بہرحال اگر منصوبہ
تمہیں پسند نہیں ہے۔ تو واپس بھیج دو۔ میں تمہیں پوسٹ آفس باکس نمبر بتائے دیتا ہوں"
اس نے آخری فقرے بڑی ہی بے نیازی سے کہے۔

"ٹھہرو اسکیمر،" میں نے جلدی سے کہا۔ "ذرا مجھے سوچنے دو۔"

"میں یہاں تمام دن تو کھڑا نہیں رہ سکتا۔ جو بھی فیصلہ کرنا ہے جلد کرو۔"

"ہیرس اس وقت کہاں ہے؟"

"ویگاس میں۔" اس نے جواب دیا۔

"اس سے رابطہ قائم کر سکتے ہو؟"

"یقیناً۔"

"تو اسے کہنا کہ میریٹ ہوٹل۔ واشنگٹن ڈی سی میں ارل گڈریک سے پرسوں ملاقات
کرے۔... اور یہ ڈک کیسا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ عورتوں کا بہت دلدادہ ہے۔"

"محض کاروباری حد تک۔ وہ ننگی فلمیں بناتا ہے اور اپنی فلموں کے لئے سرمایہ
اسی قسم کے کارناموں سے حاصل کرتا ہے۔"

"سنا ہے کہ وہ قمار باز بھی ہے۔ اور اب تم کہتے ہو کہ ننگی فلمیں بھی بناتا ہے
تو کیا وہ ایک اچھا ساتھی ثابت ہو سکے گا؟" میرے لہجے میں تشویش تھی۔

"ان سب باتوں کے باوجود وہ ایک اچھا ساتھی ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ وہ فولادی
اعصاب کا مالک ہے۔ اور اس قسم کے کاموں میں کامیابی کا دارومدار مضبوط اعصاب
پر ہی موقوف ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے،" میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "اسے بھی پرسوں آنے کے لئے کہہ دینا۔"

"بالکل کہہ دوں گا۔" اس نے اسی طرح کاروباری انداز میں کہا۔

"تمہارا حصہ کہاں بھیجنا ہوگا؟"

اس نے جواب میں ایک پوسٹ آفس بکس نمبر بتایا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

۸

عام لوگوں کا خیال ہے کہ بنکوں کو لوٹنے والے سال میں محض ایک دن کام کرتے

ہیں اور سارا سال عیش کرتے ہیں۔ تو جناب عرض ہے۔ کہ یہ بات قطعی طور پر غلط ہے
میں ایسے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں جو تمام سال اپنے جائز کاروبار میں مصروف
رہتے ہیں اور صرف چند دن یا چند گھنٹوں کے لئے کسی مہم میں آکر شریک ہو جاتے ہیں
وجہ یہ ہے کہ ڈاکے کی رقم کو ہضم کرنا بھی کچھ کم مشکل نہیں ہوتا۔ اگر آپ کام نہیں کریں
گے تو لوگوں کو خواہ مخواہ شک گزرے گا۔ کہ آپ کے شاہانہ اخراجات کے لئے آپ کا ذریعہ
آمدنی کیا ہے۔

بنک لوٹنا مشغلہ کی بجائے ماہرانہ پیشہ ہے۔ جان کو ہتھیلی پر رکھنا پڑتا ہے معمولی
سی غلطی بھی موت کے منہ میں دھکیل دیتی ہے۔ یا پھر تمام عمر کے لئے جیل کی کال کوٹھڑی
میں سڑوا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں بہت ہی محتاط ہو کر کام کرتا ہوں معمولی سے
معمولی بات کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔

رچمنڈ سے روانہ ہونے سے قبل میں نے منصوبے پر ایک تفصیلی نظر ڈال لی تھی
اس لئے ستھورنٹن میں واقع ٹرسٹ بنک کے متعلق میں اتنا کچھ جان چکا تھا۔ کہ شاید بنک
کا کوئی ملازم بھی مشکل ہی سے جانتا ہو گا۔

پیر کے دن صبح ڈک میریٹ ہوٹل پہنچ گیا۔ وہ ایک خوش شکل اور خوش باش قسم
کا آدمی تھا۔ جب وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں سولہ ملی میٹر کیمرہ لٹک رہا تھا میرا خیال ہے
کہ وہ غسل خانے میں بھی کیمرہ لے کر جاتا ہو گا۔ مجھے اس کی یہ بات کچھ اچھی نہیں لگی لیکن
پھر یہ سوچ کر چپ ہو رہا۔ کہ چلو ڈاکے کے وقت کیمرہ ہاتھ میں دیکھ کر لوگوں کو شبہ
بھی نہیں ہو گا۔ کہ وہ کوئی ڈاکو ہے۔

"کیا اسکیم ہے چچا زاد۔" اس نے رسمی سلام دعا کے بعد نہایت بے تکلفی
سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں بہت ہی مصروف قسم
کا آدمی ہوں۔ نیویارک میں فلم کی شوٹنگ چھوڑ کر آیا ہوں۔ اگر اسکیمر کی بجائے کوئی
اور کہتا تو کسی بھی قیمت پر کام چھوڑ کر نہ آتا۔"

"ہیرس بھی آجائے تو بہتر ہے ورنہ تمام تفاصیل دوبارہ بتانی پڑیں گی۔" میں
نے جواب دیا۔

"یہ تم نے چہرے پر میک اپ کس لئے کر رکھا ہے؟"

میں ذرا سا گھبرا گیا۔ اور کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ تو وہ خود ہی بولا۔

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ کہ تمہارا میک اپ ناقص ہے اور ہر کوئی دیکھ سکتا ہے
نہیں چچا زاد یہ بات نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے۔ کہ فلمی لائن میں ہونے کی وجہ سے میں اس
فن میں بھی ماہر ہوں۔ اور چہرہ دیکھ کر فوراً جان لیتا ہوں کہ میک اپ کیا ہوا ہے۔۔۔
خیر جانے دو اس بات کو اور یہ بتاؤ کہ تمہیں میرا نام کیونکر معلوم ہوا؟"

"اسکیمر سے" میں نے جواب دیا۔ "اس نے بتایا تھا۔ کہ تم فولادی اعصاب کے مالک ہو"

"ٹھیک ہی بتایا ہے اس نے۔ تم خود ہی دیکھ لو گے۔ مگر ایک بات کا خیال رکھنا
کہ مجھے کوئی گھریلو ملازم سمجھ کر حکمرانی شروع نہ کر دینا۔"

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور ٹیلیفون اٹھا کر روم سروس کو
سینڈوچ اور کافی کا آرڈر دے کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے بعد دروازے پر
دستک ہوئی تو میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ملازم لڑکا ٹرے اٹھائے باہر کھڑا تھا۔ ڈک
میرے کہے بغیر ہی تیزی سے چل کر غسل خانے میں چلا گیا تھا۔ اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ

وہ پہلے امتحان میں کامیاب رہا تھا۔ مگر پندرہ بیس منٹ کے بعد ہی اس نے اپنی کامیابی کا تاثر خود ہی مٹا دیا۔ ہوا یوں کہ وہ ٹہلتے ٹہلتے کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ پھر فوراً ہی خوشی سے چہکتے ہوئے بولا۔

"اف خدایا سوئمنگ پول کے پاس میں پریوں کا جمگھٹا۔" میں ابھی کھڑکی تک پہنچا بھی نہیں تھا۔ کہ وہ کیمرہ اٹھاتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گیا۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو نیچے سوئمنگ پول کے قریب کئی نوجوان اور دلکش لڑکیاں بکنی پہنے آپس میں چہلیں کر رہی تھیں۔

دو منٹ کے بعد ہی ڈک سوئمنگ پول کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس سے قبل کہ لڑکیاں جان سکیں کہ اس کا کیا ارادہ ہے۔ اس نے ان کی تصویر کیمرہ میں محفوظ کر لی۔ اس کے بعد وہ وہاں ایک سیکنڈ بھی نہیں ٹھہرا اور بڑی تیزی سے چل کر میرے پاس آ گیا۔

"اگر وہاں ان میں سے کسی کا بوائے فرینڈ یا شوہر تمہیں پکڑ لیتا تو کیا ہوتا؟" میں نے ترش لہجے میں کہا۔

"پرواہ مت کرو۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔ "فلم کے لئے اچھا شاٹ مل گیا ہے"

"تو کیا تم ان لڑکیوں کو اپنی واہیات فلموں میں شامل کر کے عام لوگوں کو دکھاؤ گے۔؟"

"تو اور کیا کروں گا۔ چچا زاد تم بالکل بے فکر رہو۔ ملک میں کروڑوں باشندے ہیں جن کی صورتیں بھی ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی ہیں۔" وہ یہ کہہ کر مسکراتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ساتھ ہی بولا۔ "یہ بتاؤ کہ ہیرس کس وقت آئے گا۔ مجھے نیویارک واپس بھی پہنچنا ہے۔"

"اگر ایسی ہی جلدی ہے۔ تو چلے کیوں نہیں جاتے۔ آئے کس لئے تھے؟" میں نے غصے میں آکر کہا۔

"میں ایسے کاموں میں تاخیر کا قائل نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ کام جلدی میں کرنے کا نہیں ہے۔ اس کے لئے تو......" اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ڈک پہلے کی طرح پھرتی سے غسل خانے میں چھپ گیا۔ وجہ یہ تھی کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ کوئی ہمیں اکٹھے دیکھ لے۔

دروازہ کھولا تو باہر ایک دبلا پتلا شخص کھڑا تھا۔ کنپٹیوں پر بال سفید ہو چلے تھے۔ آنکھیں اپنے خانوں میں گہری اور بہت چمکدار تھیں۔ وہ گہرے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔

"میں ہیرس ہوں۔" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"میرا نام ارل ڈریک ہے۔ آؤ اندر آ جاؤ۔" میں نے دروازے سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

ڈک بھی غسل خانے سے باہر آ گیا۔ اور ہیرس کو دیکھتے ہی چہکا۔ "سناؤ چچا زاد کیسی گذر رہی ہے؟" وہ شاید اسے اچھی طرح جانتا تھا۔

"ٹھیک ہی گذر رہی ہے۔" ہیرس نے متین لہجے میں کہا۔ ہیرس ڈک کے بالکل الٹ سنجیدہ قسم کا آدمی تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم وقت ضائع کرنے کی بجائے اس کام پر توجہ دیں جس کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔" ہیرس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ڈک نے کرسیاں اٹھا کر بڑی میز کے گرد رکھ دیں۔ اور ہم آرام سے بیٹھ گئے اس کے بعد میں دس منٹ تک متواتر بولتا رہا۔ بینک کے نام اور اس کی جائے وقوع کے سوائے میں نے انہیں ساری تفصیل بتا دی۔

"بینک مینیجر کے تین بچے ہیں۔" میں نے کہا۔ "جبکہ اسسٹنٹ مینیجر کا کوئی بچہ نہیں ہے۔ اگر ہم یوں کریں۔ کہ اسسٹنٹ مینیجر اور اس کی بیوی کو صبح تین بجے کے قریب مینیجر کے گھر لے جائیں۔ تو اس طرح نہ صرف یہ کہ وہ دونوں ہمارے قابو میں ہوں گے بلکہ ان کے بیوی بچے بھی ہمارے قبضے میں ہوں گے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ بلا چوں و چرا وہی کریں گے جو ہم چاہیں گے..... جمعرات کے دن صبح ہونے سے پہلے ہی ہم ان دونوں کو بینک لے جائیں گے اور....."

"جمعرات کے دن؟" ڈک نے میری بات کاٹتے ہوئے سوالیہ لہجے میں کہا۔ "نہیں ہرگز نہیں۔ آج سوموار ہے اور میں جمعرات تک یہاں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔"

"مسٹر ڈک میں نے اس جمعرات کا نام نہیں لیا۔ اور نہ ہی اس سے اگلی جمعرات کا نام لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جمعرات ایک ماہ بعد آئے یا ممکن ہے دو ماہ بعد ہو۔"

"تو جناب یہ منصوبہ تمہیں کو مبارک ہو۔ میں یہاں اتنے دن کسی بھی قیمت پر نہیں ٹھہر سکتا۔" ڈک نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی فوری رقم کی ضرورت ہے۔" ہیرس نے کہا۔ "ہم یہ بھی تو کر سکتے ہیں کہ کوئی چھوٹا موٹا ہاتھ مار کر دو چار ماہ کا خرچہ پانی بنا لیں۔ اور پھر آرام سے اس منصوبے کے لئے تیاری کریں۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" ڈک نے خوشی سے اچھلتے ہوئے تائید کی۔ "ہم تینوں

چاہیں تو ابھی ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنی جیبیں نوٹوں سے بھر سکتے ہیں۔"

"لیکن مقامی بنک تو ابھی پندرہ منٹ کے بعد بند ہو جائے گا؟" میں نے اعتراض کیا۔ "تو پھر کل صبح سہی۔" ہیرس بولا۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ کیونکہ میں اس قسم کے کاموں سے بڑا گھبراتا تھا۔ جو بے سوچے سمجھے کر باقاعدہ منصوبہ نہ بنایا گیا ہو۔ کیونکہ اس قسم کی حماقت سے واپسی کا امکان کم ہی ہوتا تھا۔ لیکن یہ امر بھی پیش نظر تھا۔ کہ جیب اپنی بھی کافی حد تک ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ اگر میں انکار کر دیتا۔ تو مجھے از سر نو نئے آدمی تلاش کرنے پڑتے جو بجائے خود ایک مشکل کام تھا۔ لہٰذا میں نے اثبات میں سر کو جنبش دیتے کہا۔ "ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد بڑے منصوبے کے لئے تم دونوں کو مقررہ تاریخ سے ایک ہفتہ قبل میرے پاس پہنچ جانا ہوگا۔"

"منظور ہے چچا۔" ڈک دوبارہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ "تم بڑے منصوبے کی تفصیلات تیار کرو۔ اس کے لئے تمہیں فاضل معاوضہ لینے کا حق ہوگا۔ ہم دونوں وقت پر تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"بہت خوب" میں بولا۔ "تو پھر آج رات ہم تینوں اپنے اپنے طور پر کوئی جگہ منتخب کریں گے۔ پھر اسی جگہ صبح آٹھ بجے اکٹھے ہو کر یہ طے کریں گے کہ کس جگہ ہاتھ مارا جائے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ اور اب میں چلتا ہوں۔" ڈک اٹھ کھڑا ہوا۔

"لیکن فرار کے لئے کار کا انتظام کیونکر ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"بھلا یہ بھی کوئی مسئلہ ہے۔؟" ڈک نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

میں ابھی تک کوئی ایسی کار نہیں بنی ہے جسے اڑانا میرے لئے مشکل ہو۔ فکر نہ کرو۔
دوست کار والی بات مجھ پر چھوڑ دو۔"

دوسرے ہی منٹ وہ دونوں چلے گئے۔ اور میں سوچوں میں ڈوب گیا۔ اگر میری جیب خالی نہ ہوتی تو میں اس قدر خطرناک کام کے لئے قطعی آمادہ نہ ہوتا۔ بہرحال اب تو ہر چہ بادا باد والی بات تھی۔ کمرے سے نکل کر نیچے آیا۔ اور کار میں بیٹھ کر چل دیا۔ کی برج سے گزر کر میں روڈی آئی لینڈ ایونیو کے علاقے میں پہنچ گیا۔ پھر مشرقی سڑک پر گھوم کر تھوڑی ہی دیر میں براڈ وے جا پہنچا۔ سڑک کے سرے پر ایک پٹرول پمپ تھا۔ ادھر ادھر دو چار کیفے اور ریستوران بھی تھے۔ ان سے تھوڑا آگے وہ بنک تھا۔ جسے دیکھنے کی غرض سے میں اس علاقے میں گیا تھا۔ بنک ایسی جگہ واقع تھا۔ جہاں کئی سڑکیں آکر ملتی تھیں۔ اور واردات کے بعد فرار ہونا کوئی زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ فوری ناکہ بندی کا بھی امکان نہیں تھا۔ بنک اور جنرل اسٹور کے درمیان خالی جگہ میں کار پارک تھا۔

میں بنک پر نظر ڈالتا ہوا کئی بلاک آگے چلا گیا۔ پھر چکر لے کر گاڑی موڑ کر دوبارہ بنک تک پہنچ گیا۔ سڑکوں اور عمارتوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد ہوٹل چلا گیا۔ اور کاغذ پر بنک اور مختلف سڑکوں کا خاکہ بنانے میں مصروف ہو گیا۔

دوسرے دن صبح ہیرس پہلے پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے ڈریک کچھ پژمردہ سے نظر آ رہے ہو۔ کیا خوفزدہ ہو؟" ہیرس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں کوئی خاص تو نہیں ہوں۔ میں نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ک

"کیا تم اسی قسم کے جلد باز ہو؟"

"نہیں ڈریک میں خود بھی اس قسم کی مارا مار کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن آجکل مالی حالت اتنی پتلی ہے کہ مجبور ہو گیا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ کوئی مناسب جگہ نظر آئی؟"

"ہاں ایک بنک ہے۔ اور نہایت مناسب ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم یقیناً کام لے میں گے یہ دیکھو یہ بنک ہے اور یہ قرب و جوار کی سڑکیں ہیں۔" میں نے نقشے پر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ہیرس میرے مرتب کردہ نقشے کا بغور مطالعہ کر ہی رہا تھا۔ کہ ڈک بھی پہنچ گیا میں نے دروازہ بند کر کے اسے کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا جو اس نے لاپرواہی سے پلنگ پر ڈال دیا۔ اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ لیکن دوسرے ہی منٹ ا اور بریف کیس اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے بولا۔ "یہ دیکھو۔ میں پوری تیاری کر کے آیا ہو اس کے ساتھ ہی اس نے بریف کیس میں سے پلاسٹک کے بنے ہوئے تین عدد مصنوعی چہرے نکال کر میز پر رکھ دیئے۔ "کیا پروگرام ہے؟"

"ڈریک نے ایک بنک کا انتخاب کیا ہے۔" ہیرس نے جواب دیا۔ "یہ دیکھ جارجیا ایونیو کے علاقے میں یہ مقامی بنک کی شاخ ہے۔ یہ مختلف سڑکیں ہیں اور یہ...

ہیرس بڑی اچھی طرح اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن میں دیکھ رہا تھا ڈک سمجھنے کی کوشش تو کجا سننے تک کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ اس کی بجائے وہ ہر منٹ بعد اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا۔

"بھئی جو کچھ کرنا ہے جلد کرو۔ کیونکہ مجھے جلد از جلد نیویارک واپس پہنچنا

گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے ڈک بے تابی سے بولا۔

"یہ دیکھو۔" میں بولا۔ "ہم اپنی کار اس جگہ کھڑی کریں گے۔ روئے سخن ڈک کی طرف تھا۔ "تم ہمیں ٹھیک ساڑھے نو بجے اس جگہ سے اٹھاؤ گے۔ کار تم اس پارک سے اڑاؤ گے اور اپنی کار وہیں چھوڑ دو گے۔ ہم فرار کے لئے مسروقہ کار استعمال کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" ڈک بولا۔ "سب سے پہلے بینک میں میں داخل ہوں گا۔ اور تمام گاہکوں کو ہانک کر ایک گوشے میں جمع کر دوں گا۔ دوسرا شخص بینک کے دروازے کی نگرانی کرے گا۔ جبکہ تیسرا آدمی تمام کاؤنٹروں سے رقم سمیٹ کر ایک تھیلے میں بھر لے گا۔"

"دروازے کی نگرانی کرنے والے کے پاس ہتھیار کونسا ہوگا؟" میں نے سوال کیا

"میری کار کی ڈکی میں رائفل گن رکھی ہے [illegible] ہی لے کر آیا۔" یہ کہہ کر ڈک تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "تیزی کی ضرورت نہیں ہے۔ گن ساتھ ہی لے جانی ہے۔ اس لئے وہیں رہنے دو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" وہ مطمئن انداز میں بولا۔ "تم بریف کیس ساتھ لے لینا۔ میں مسروقہ کار میں گن لے کر آجاؤں گا۔ . . . اور اب میں چلتا ہوں؟" اتنا کہہ کر وہ مسکراتا ہوا نکل گیا۔

"میں کاؤنٹروں سے رقم جمع کروں گا۔" ہیرس ایک تکیے سے غلاف اتار کر بریف کیس میں رکھتے ہوئے بولا۔ "اور تم دروازے پر نظر رکھنا۔"

"منظور ہے۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم ٹہلتے ہوئے ہائی وے پر چلو۔ میں اتنے ہوٹل کا حساب وغیرہ بے باق کر دوں۔"

ہیرس بریف کیس اٹھائے ہوئے دروازے سے نکل گیا۔ اس وقت وہ ایک مصروف تاجر کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ دس منٹ کے بعد میں اپنی کار میں ہائی وے پر پہنچ گیا۔ ہیرس دروازہ کھول کر پیچھے سے بیٹھ گیا۔ اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ راستے میں ہم بالکل خاموش رہے کیونکہ اعصاب پر کشیدگی طاری تھی۔ ملٹری روڈ پر گاڑی روکی تو مقررہ وقت میں صرف آٹھ منٹ باقی تھے۔ ایک ایک منٹ صدیاں بن کر گذر رہا تھا۔ آخر کار عقب نما میں ایک اولڈس موبائل آتی دکھائی دی۔ ڈک نے دور سے ہی اشارہ کیا اور اولڈس موبائل عین ہماری کار کے پیچھے لاکر روک لی۔

میں اور ہیرس اپنی فوکس ویگن سے نکلے۔ اور جلدی سے اولڈس موبائل میں بیٹھ گئے

"ہاتھ کی صفائی دکھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ پہلی ہی لائن میں دو کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔" ہمارے بیٹھتے ہی ہیرس کا رکردگی بیان کرتے ہوئے بولا۔ "چیز زیادہ طاقتور بھی لے آیا ہوں۔"

ہیرس کی نظریں ڈک کے پہلو میں سیٹ پر رکھے کمبل پر جمی ہوئی تھیں جس کے ابھار سے ظاہر تھا۔ کہ نیچے کوئی چیز چھپی ہوئی ہے اس کے ساتھ ہی بھڑکدار چیک کا ایک کوٹ بھی رکھا تھا۔ جس کی ایک آستین گہرے سرخ رنگ کی تھی جبکہ دوسری نیلے رنگ کی۔

"یہ کیا ہے؟" ہیرس نے کوٹ پر نظریں جمائے ہوئے پوچھا۔

"لوگوں کو بیوقوف بنانے کا سامان۔" ڈک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ظاہر ہے کہ واردات کے وقت لوگوں کی توجہ میرے قدوقامت اور خدوخال کی بجائے اس عجیب و غریب کوٹ کی طرف زیادہ رہے گی۔"

"لو یہ نقلی چہرے چڑھا لو۔" ڈک نے دو چہرے عقبی نشست پر ڈال دیئے۔

"چلو اب جلدی کرو۔" میں نے کہا، اور یہ کہتے ہی ڈک نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

بنک کے سامنے صرف دو کاریں کھڑی تھیں۔ ظاہر تھا کہ ہماری کار کے کاروں میں گھر کر پھنس جانے کا کوئی خدشہ نہیں تھا۔ ڈک نے بینک سے آگے نکل کر کار کو موڑا اور اس کا رخ اسی طرف کر کے کھڑی کر دی۔ جدھر سے ہم آئے تھے۔

نو بجکر بائیس منٹ ہو رہے تھے۔ سب سے پہلے ڈک باہر نکل کر بنک کی طرف بڑھا۔ مصنوعی چہرہ لگائے عجیب و غریب کوٹ پہنے اور گردن میں کیمرہ لٹکائے وہ اس وقت قطعی طور پر کسی تھیٹر کا مسخرہ معلوم ہو رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد بازو پر کمبل لٹکائے جس کے نیچے رائفل گن چھپی ہوئی تھی۔ میں بھی نکل کر بنک کی طرف بڑھ گیا۔ ہیرس بھی میرے پیچھے تھا۔

ڈک نے شیشوں دار گھومنے والے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا میں اور ہیرس بھی اس کے پیچھے تھے۔ میں دروازے کے قریب ہی ڈٹ گیا جہاں سے اندر اور باہر دونوں طرف نظر رکھ سکتا تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ لیکن گارڈ کہیں نظر نہ آیا۔ نصف درجن کے قریب لڑکیاں کاونٹروں کے پیچھے بیٹھی اپنے اپنے کام میں مصروف تھیں۔ گاہک صرف تین تھے ایک مرد اور دو عورتیں۔ پیچھے دفتر میں صرف ایک آدمی بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ کاؤنٹروں کے پیچھے تھوڑے ہی فاصلے پر طویل

جنگلا تھا۔ اور اس کے اس طرف دفتر تھا۔ جس میں میزوں پر جمع تفریق کرنے والی کئی مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔

"سب کے سب جنگلے کے اس طرف چلے جائیں۔" ڈک کی آواز دفعتاً گونجی میں نے بھی کمبل بازو سے کھسکا کر نیچے گرا دیا۔ اور گن کا رخ دفتر میں بیٹھے بابو کی طرف کر دیا۔

"خبردار جو کسی نے گڑبڑ کرنے کی کوشش کی!" میں نے بلند آواز سے کہا۔ کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی کئی لڑکیوں کی چیخیں گلے ہی میں گھٹ کر رہ گئیں۔ کسی کا منہ پھٹا کا پھٹا رہ گیا تھا۔ تو کسی کی آنکھیں۔

ڈک نے تینوں گاہکوں اور تمام لڑکیوں کو بھیڑوں کی طرح ہانک کر جنگلے کے اس طرف کر دیا۔ چوبی جنگلہ اتنا اونچا تھا۔ کہ وہ سب کے سب میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ہیرس پھرتی سے کاؤنٹروں کے پیچھے چلا گیا۔ اور درازوں سے نوٹوں کی گڈیاں سمیٹ سمیٹ کر غلاف میں بھرنے لگا۔

میں نے سامنے لگے دیوار گیر کلاک پر نگاہ ڈالی۔ تو ڈیڑھ منٹ گذر چکا تھا۔ عین اسی وقت گھومنے والا دروازہ گھوما اور بنک کا مسلح گارڈ ہاتھوں پر ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں سات آٹھ کپ اور ایک چینک تھی۔ گارڈ کی نظر جوں ہی مجھ پر اور رائفل گن پر پڑی۔ وہ چونک گیا۔ اس کا ردعمل حیران کن حد تک تیز تھا۔ ٹرے اور تمام کپ وغیرہ نیچے گر کر ٹوٹ گئے۔ اور اس نے انتہائی پھرتی سے شانے پر لٹکی ڈبل بیرل سیدھی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے رائفل گن کی نالی اس کی چھاتی پر رکھ دی۔ اور پیچھے سے جنگلے کے پیچھے چلے جانے کو کہا۔ آدمی عقلمند معلوم ہوتا

تھا۔ چنانچہ شاٹ گن چھوڑ کر سیدھا چلا گیا۔ جنگلے کے اس طرف سے دفعتاً خواتین
کا احتجاجی شور بلند ہوا۔

ہیرس ابھی درازیں صاف کر ہی رہا تھا۔ کہ جنگلے کے پیچھے تیز روشنی کا جھماکہ
سا ہوا۔ میں حیران رہ گیا کہ وہاں کیا ہو رہا تھا۔ ہیرس نے ایک سیکنڈ کے لئے
حیران ہو کر جنگلے کے دوسری طرف دیکھا اور دوبارہ درازیں صاف کرنے میں مصروف
ہو گیا۔ مزید چند سیکنڈ کے بعد بائیں ہاتھ میں بھرا ہوا غلاف لٹکائے۔ وہ کاؤنٹروں
کے پیچھے سے نکلا اور میرے قریب سے گذر کر دروازے سے نکل گیا۔ اسی وقت
ڈک بھی دائیں ہاتھ میں ریوالور پکڑے جنگلے کے پیچھے سے نمودار ہوا۔ اور دروازے
سے نکل گیا۔

میں نے باہر جانے سے پہلے گن گھما کر سب کو خبردار کیا اور دروازے کی طرف
بڑھ گیا۔ ابھی میں باہر نکلا بھی نہیں تھا۔ کہ دروازے کو دھکا لگا۔ اور ڈک بڑی
ہڑبڑاہٹ میں دروازے کے دوسری جانب سے اندر داخل ہوا۔ لیکن عین اسی
وقت بینک کا گارڈ تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور دروازے کے لابی کے سمت
والے خانے میں پیر اڑا دیا۔ اب حالت یہ تھی۔ کہ میں اور ڈک دونوں الگ الگ
خانوں میں مقید ہو کر رہ گئے تھے۔

میں نے گارڈ کو ڈرانے کے لئے گن کا رخ اس کی طرف موڑا ہی تھا۔ کہ ڈک نے
ریوالور سے یکے بعد دیگرے تین فائر کئے۔ شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ گارڈ بچنے کے
لئے جلدی سے ایک طرف ہو گیا۔ مگر لگتے ہی دروازہ گھوم گیا۔ اور میں ڈک
تیزی سے باہر آ گئے۔

"یہ تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ واپس کیوں آ گئے تھے؟" باہر نکل کر میں نے غصے سے
پوچھا۔

"میں نے سوچا کہ ممکن ہے تمہیں میری مدد کی ضرورت ہو۔" اس نے جواب دیا۔

"مجھے جب بھی مدد کی ضرورت ہو گی۔ پہلے ہی بتا دوں گا۔ لیکن ایسی حماقت
آئندہ مت کرنا۔"

ہیرس انجن اسٹارٹ کئے ہمارا منتظر تھا۔ چنانچہ ہمارے بیٹھتے ہی اس نے
گاڑی ہوا کر دی۔ اب ہمارا رخ جنوب کی طرف تھا۔ ہمارے تعاقب میں نہ کوئی
گاڑی تھی اور نہ پولیس سائرن چیخ رہے تھے۔ ہم نے مصنوعی چہرے پہلے ہی اتار
دیئے تھے۔ اور نم آلود چہرے پر تازہ ہوا بہت ٹھنڈی محسوس ہو رہی تھی۔

ڈک نے آگے جھک کر غلاف اٹھا لیا اور گاڑی کے فرش پر الٹ دیا
میں بھی ذرا سا گھوم کر بیٹھ گیا۔ تاکہ پیچھے سڑک اور ڈک کی کارروائی دونوں
پر بیک وقت نظر رکھ سکوں۔

"لعنت ہے۔" ڈک بڑبڑایا۔ "یہ تو بہت تھوڑا مال ہے۔"

"مجھے معلوم ہے بہرحال ہے اندازاً کتنا؟" ہیرس نے گاڑی چلاتے
چلاتے پوچھا۔

"بیس ہزار سے بھی کم معلوم ہوتا ہے۔" ڈک نے تین ڈھیریوں میں
نوٹوں کے بنڈلوں کو تقسیم کرتے ہوئے جواب دیا۔ "لو بھئی چیک کر لو۔" وہ سیدھا
بیٹھتے ہوئے بولا۔

"پیچھے نظر رکھنا۔" میں نے کہا۔ اور فرش پر لگی ڈھیریوں پر جھک گیا

بغیر کھلے بنڈلوں سے اندازہ لگایا۔ تو تقسیم ٹھیک ہی معلوم ہوتی تھی۔ "ٹھیک ہی معلوم ہوتے ہیں۔"

ڈک نے اپنے قریب والی ڈھیری سے بنڈل اٹھا اٹھا کر مختلف جیبوں میں ٹھونس لئے اور اس کے بعد میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ اس وقت تک ہم ملٹری روڈ تک پہنچ چکے تھے۔ پولیس تعاقب کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

ڈک نے تیسری ڈھیری کے نوٹ اٹھا کر اگلی سیٹ پر ڈال دیئے۔ "لو بھئی سنبھالو انہیں۔"

ہیرس نے ایک لمحہ کے لئے مڑ کر ڈک کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی بولا۔ "اتنے خطرناک حالات میں ایسی حماقت تمہارے علاوہ شاید ہی دوسرا کوئی کر سکے۔"

"کونسی حماقت؟" میں نے متعجب ہو کر پوچھا۔

"یہ حضرت کاؤنٹر کے پیچھے تمام لڑکیوں کو مادر زاد ننگا کر کے اپنے مووی کیمرے سے ان کے مختلف پوز فلما رہے تھے۔"

"سوائے ایک کے۔" ڈک نے ترنگ میں آکر قہقہہ لگایا۔ "اس نے شرٹ تو اتار دی تھی لیکن پینٹ نیچے کھسکاتے ہوئے نخرے کر رہی تھی۔ حالانکہ ریوالور کی نالی میں نے اس کے دونوں پستانوں کے درمیان ٹکا دی تھی۔ بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ غریب چند دنوں کے لئے ......"

"لعنت ہے تم پر۔" میں نے اسے ڈانٹ پلائی۔ "پتہ نہیں بنک کی عمارت کا کتنا حصہ اس فلم میں محفوظ ہو گیا ہو گا...... کان کھول کر سن لو کہ اگر وہ فلم تم نے کاروباری طور پر استعمال کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

"یہ چہرے تو اسی گاڑی میں چھوڑ دیں گے۔ کیا خیال ہے؟" ہیرس نے پوچھا

"ہاں۔ صرف گن ساتھ لے لینا۔ مگر گن اور ان چہروں کو احتیاط سے صاف کر دو۔" میں نے ڈک کی طرف گھومتے ہوئے کہا۔

ہائی وے کے ایک طرف ہیرس نے گاڑی روک دی۔ ہم تینوں باہر نکلے اور ہائی وے پار کر گئے۔ سامنے ہی ہیری کار کھڑی تھی۔ تینوں اس میں بیٹھ کر آگے روانہ ہو گئے اب ہمارا رخ برانٹ ووڈ کی طرف تھا۔ جہاں ڈک نے اپنی کار ایک پارک میں کھڑی کی تھی

"اب بتاؤ اسکیمر کے منصوبے پر عمل کے لئے اگلے ہفتے کے متعلق کیا خیال ہے؟" میں نے گاڑی چوراہے سے برانٹ ووڈ کی طرف موڑتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بھئی۔" ڈک بولا۔ "میں آئندہ پورا ہفتہ بہت مصروف رہوں گا۔ اس لئے دو ہفتہ بعد کوئی دن مقرر کر لیں تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میں یہاں سے سیدھا فلاڈلفیا جاؤں گا۔ اسکیمر کو معلوم ہو گا۔ کہ میں کہاں ہوں۔ اس لئے اس سے فون پر معلوم کر لینا۔"

"تو آج سے دو ہفتہ بعد میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" ڈک نے ہیرس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ہیرس نے مختصر جواب دیا۔

"بس یہیں روک لو۔" ڈک رائٹ گن کو کمبل میں اچھی طرح لپیٹتے ہوئے بولا: "میری گاڑی سامنے اس پارک میں کھڑی ہے۔"

میں نے گاڑی سڑک سے ایک طرف کر کے روک لی: "یہ نوٹ ایک ہی جگہ خرچ مت

کرنا۔" میں نے ڈک کو ہدایت کی۔ اور وہ اثبات میں سر کو جنبش دیتے ہوئے اتر گیا۔

میں ڈک کو اتارنے کے بعد آگے روانہ ہو گیا تو ہیرس بولا۔ "میں تو اس احمق کے ساتھ آئندہ کسی بھی قیمت پر کام کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

میں جانتا تھا۔ کہ ہیرس ٹھیک ہی کہہ رہا ہے لیکن نئے ساتھی بھرتی کرنے میں بھی تو خطرہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کی کیا ضمانت تھی کہ وہ ڈک سے بہتر ثابت ہوں گے۔

"تمہاری شکایت بالکل بجا ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ وہ خطرات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا۔"

"جب کھوپڑی میں بھیجہ ہی نہ ہو۔ تو پرواہ کرتے یا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

"اب ہم اس پر زیادہ نظر رکھیں گے اور کوئی نامعقول حرکت نہیں کرنے دیں گے"

میں نے اسے مطمئن کرتے ہوئے کہا۔ "بولو کہاں اترنا چاہتے ہو؟"

"دو بلاک آگے اتار دینا۔"

میں نے اسے دو بلاک آگے اتار دیا۔ اور خود فلاڈلفیا کی طرف روانہ ہو گیا۔

۹

مناسب موقع ملنے پر اپنے حصے کی رقم گنی تو کل چھ ہزار چار سو ڈالر تھی۔ توقع سے بہت کم تھے اور خطرات کے پیش نظر کچھ بھی نہیں تھے۔ بہرحال اپنی پتلی حالت کو دیکھتے ہوئے

غنیمت تھے۔ فلاڈلفیا پہنچ کر میں نے اسی ہوٹل میں قیام کیا جس میں پہلے بھی کئی مرتبہ ٹھہر چکا تھا۔

ایک دن آرام کرنے کے بعد میں نے اسکیمر کو ایک پبلک کال بوتھ سے فون کیا۔

"ہیلو اسکیمر،" میں بولا۔ "میں نے تمام اسکیم پر غور کر لیا ہے اور دو ہفتے بعد عمل کرنے کا ارادہ ہے لڑکے تمہیں فون کریں گے۔ انہیں بتا دینا کہ میں فلاڈلفیا میں کارروسل ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہوں۔"

"بتا دوں گا۔" اس نے مختصر جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

تیسرے دن میں اپنی فوکس ویگن میں شہر کا چکر لگانے کے لئے نکل گیا۔ شہر میں کافی تبدیلیاں آ چکی تھیں اور بہت سی نئی عمارتیں بن چکی تھیں۔ لنچ کے بعد کچھ دیر آرام کیا اور اس کے بعد ٹیلیفون ڈائرکٹری لے کر بیٹھ گیا۔ زرد صفحات پر بڑے بڑے اشتہارات تھے۔ اشتہارات کی عبارت کی مدد سے میں نے نہایت غور و فکر کے بعد ایک کاغذ پر بال پوائنٹ سے چھ سوالات تحریر کئے۔ پھر احساس ہوا۔ کہ سوالات زیادہ ہیں پڑھنے میں زیادہ وقت صرف ہوگا۔ اس لئے مزید کاٹ چھانٹ کے بعد مندرجہ ذیل چار سوالات مرتب کئے یہ حربہ میں پہلے بھی آزما چکا تھا۔ اور کافی کامیاب رہا تھا۔ فرق صرف یہ تھا۔ کہ اس مرتبہ میں ٹیلیفون کمپنی کا ہی نمائندہ بن بیٹھا تھا۔

۱۔ کیا آپ کا اشتہار ہماری ٹیلیفون ڈائرکٹری کے زرد صفحات میں موجود ہے؟

۲۔ اگر نہیں تو کیا آپ کو احساس ہے کہ ہمارے زرد صفحات عام اخبارات و رسائل کی طرح ضائع نہیں ہوتے؟"

۳۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ ٹیلیفون ڈائرکٹری میں موجود اشتہار سب سے زیادہ موثر

ثابت ہوتا ہے؟

کیا آپ پسند کریں گے کہ زرد صفحات میں اشتہار کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی معلومات کے ساتھ ٹیلیفون کمپنی کا خاص نمائندہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو؟

دوسرے دن ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر میں شہر کے پرانے حصے کی طرف نکل گیا۔ اس علاقے میں کاروباری ریل پیل بس واجبی ہی سی تھی۔ ایک چھوٹے سے پریس کے آگے میں نے فوکس ویگن روک لی۔ آدمی کوئی نظر نہ آیا۔ تو بلند آواز سے بولا۔ کیونکہ اندرونی دروازے کے پیچھے کھٹا کھٹ پریس چلنے کی آواز آتی تھی۔

"کوئی ہے؟"

معاً پریس بند ہو گیا۔ اور ایک ادھیڑ عمر منحنی قسم کا آدمی برآمد ہوا۔

"کیا کام ہے!" اس نے کاروباری انداز میں پوچھا۔

میں نے جیب سے کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ ساتھ ہی بولا: "نہایت صاف ستھرے کاغذ پر بہت ہی خوبصورت الفاظ میں یہ پانچ سو بل چھاپنے ہیں۔"

اس نے کاغذ میرے ہاتھ سے لے کر غور سے پڑھا۔ پھر بولا۔" آفسیٹ پر چھپے گا"

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس طرح چھپے گا۔ میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ کاغذ اچھا ہو اور چھپائی لاجواب ہو۔"

وہ ایک منٹ تک کچھ حساب لگاتا رہا پھر بولا۔" ساڑھے سترہ ڈالر ہوں گے اور پہلے ادا کرنے ہوں گے"

میں نے بیس ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیئے اس نے باقی دیتے ہوئے بڑی بے نیازی سے کہا۔ کہ کل گیارہ بجے آ کر لے جانا اور یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔

میں نے تمام شام اپنے کمرے میں ہی گزاری اور منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ بات دراصل یہ تھی۔ کہ میں بنک کی عمارت کی زیریں منزل کے اس نقشے سے مطمئن نہیں تھا۔ جو اسکیمر نے اسکیم کے ساتھ منسلک کیا تھا۔ مجھے ڈر تھا۔ کہ زیریں منزل میں کچھ تبدیلیاں نہ کر دی گئی ہوں۔

دوسرے دن گیارہ بجے پریس گیا تو بل تیار تھے۔ دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ مجھے توقع نہیں تھی۔ کہ اتنے چھوٹے سے گئے گذرے پریس میں اس قدر شاندار کام بھی ہو سکتا ہے واپسی میں اسٹیشنری کی دکان سے ایک کلپ بورڈ خریدا اور بل کلپ میں لگا کر کاروباری انداز اختیار کرتے ہوئے ہنٹنگٹن کے قصبے میں پہنچ گیا۔ راستے کے ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ اس لئے سوائے آرام کرنے کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا۔ اگلے دن آٹھ بجے صبح میں بنک کے عین سامنے سڑک کے پار ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جو میز منتخب کی تھی وہ کھڑکی کے بالکل قریب تھی۔

گرم کیک اور کافی کا آرڈر دے کر میں نے اخبار اپنے چہرے کے سامنے پھیلا لیا۔ بظاہر میں اخبار پڑھ رہا تھا۔ حالانکہ درحقیقت میری نگاہیں بنک کے کار پارک پر لگی ہوئی تھیں۔ اور دماغ میں مختلف قسم کے خیالات کی کھچڑی پک رہی تھی۔ میں بنک مینجر اور اسسٹنٹ مینجر کے متعلق غور کر رہا تھا۔ بنک کے والٹ کو بھی بینش ان ہی دونوں کے پاس تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ان دونوں کو مقررہ دن صبح ان کی آمد کے وقت ہی بنک کے عقبی دروازے پر گھیر لیا جائے اور پسٹل پائنٹ پر اندر چل کر والٹ کھول دینے پر مجبور کر دیا جائے مگر غور کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ اس میں کئی قباحتیں تھیں۔ اس کے علاوہ اسکیمر کی بھی خلاف ورزی ہوتی تھی۔ اس لئے یہ خیال اسی وقت ترک کر دیا۔

ٹھیک آٹھ بج کر اٹھاون منٹ پر ٹھوس بارٹن بنک منیجر پارک میں گاڑی
کھڑی کر کے عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسکیمر نے اس کا جو حلیہ منصوبے میں بیان
کیا تھا۔ اس سے اسے میں نے فوراً پہچان لیا۔ عمر تقریباً پینتالیس سال قد پانچ فٹ دس
انچ اور وزن بھی کوئی دو سو پونڈ کے لگ بھگ ہوگا۔ چہرے پر عجیب سنجیدگی طاری
تھی۔

اسسٹنٹ منیجر نو بجکر سترہ منٹ پر اپنی کیچڑ میں لتھڑی ریمبلر کار سے اترا
وہ دبلا پتلا زرد رو قسم کا آدمی تھا۔ چہرے سے بیمار نظر آتا تھا۔ میں حیران تھا۔ کہ ان
کی آمد تک بنک کی ملازم لڑکیاں کیش کہاں سے حاصل کرتی ہوں گی۔ اسسٹنٹ منیجر
میک کے متعلق اسکیمر نے لکھا تھا۔ کہ وہ اس بنک میں اکیس برس سے کام کر رہا ہے۔ کئی مرتبہ
اپنی ترقی کے مواقع کو بھی ٹھکرا چکا ہے۔ کیونکہ وہ اس قصبے کو کسی بھی قیمت پر چھوڑنا
نہیں چاہتا۔

بنک کے دروازے پر دونوں منیجروں کو قابو کرنا اس لحاظ سے بھی خارج
از امکان تھا۔ کہ اس وقت تک بنک کے قریباً ملازمین ڈیوٹی پر آجاتے تھے۔ بلکہ ان کے
علاوہ دس بارہ گاہک بھی بنک میں موجود رہتے ہیں۔ چنانچہ ہو بہو اسکیمر کی اسکیم پر
عمل کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر میں ہوٹل سے باہر آگیا۔ اس کے بعد پانچ سات
بڑی فرموں میں جا کر اپنے آپ کو متعارف کرایا۔ اور ہینڈ بل دیئے۔ میں نے پانچ سات
فرموں یا اسٹورز میں روزانہ جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ یہ اس لئے تھا۔ کہ قصبے میں میری
موجودگی کا جواز فراہم ہو سکے۔ کیونکہ فلاڈلفیا کی پولیس کچھ زیادہ ہی چوکنی واقع ہوئی

تھی۔ اسی مقصد کے پیش نظر میں قصبے میں پیدل ہی چکر لگاتا رہا تھا۔ دو چار دن میں
ہی میں نے تمام سڑکیں اور گلیاں خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

ایک ہفتہ تک میں متواتر بنک کے سامنے والے ریستوران میں ناشتہ کرتا رہا۔ اور
بنک کے ملازمین کے آنے کے اوقات نوٹ کرتا رہا۔ اسکیمر کے منصوبے میں درج تمام تفاصیل
سو فیصد درست تھیں۔ بنک کی زیریں منزل میں بھی بظاہر کوئی نئی تبدیلی نہیں ہوئی
تھی۔ حد تو یہ تھی۔ کہ گاہکوں کو بنک سے دور رکھنے کی ترکیب بھی اسکیمر نے اپنے زرخیز
ذہن سے خود ہی تحریر کر دی تھی۔ اور وہ ترکیب یہ تھی۔ کہ ایک گتے کے بڑے ٹکڑے
پر جلی حروف میں "ہیڈ آفس سے معائنہ کرنے والی ٹیم آئی ہوئی ہے۔ اس لئے
بنک دس بجے کھلے گا" لکھ کر بنک کے صدر دروازے پر لٹکا دیا جائے۔ واقعی بہت
اچھی ترکیب تھی۔

بدھ کے روز میں اسی ریستوران میں ناشتہ کرنے کے لئے خاص طور پر ذرا
جلدی چلا گیا۔ تاکہ ملازمین کے آنے کے اوقات نوٹ کر سکوں۔ تمام ملازمین حسب معمول
آئے۔ اس کے بعد میں شام کو پھر چلا گیا تھا۔ تاکہ بکتر بند ٹرک کی آمد کا وقت چیک
کروں۔ ٹرک ٹھیک اسی وقت آیا۔ جو اسکیمر نے منصوبے میں درج کیا تھا۔ اور کیش بنک
ملازمین کے حوالے کر دیا گیا۔

اب مجھے بنک منیجر اور اسسٹنٹ منیجر کے بیوی بچوں کی طرف متوجہ ہونا تھا۔
لیکن یہ کام میں تنہا نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ہیرس اور ڈک کا انتظار کرنے کے علاوہ
اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

جمعہ کی رات کو ڈک نے کاروسل ہوٹل میں مجھے فون کیا۔

"کیا حال ہے چچا زاد؟" اس نے چھوٹتے ہی شوخ لہجے میں کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔" میں بولا۔ "اتوار کی رات کو تمام تفاصیل طے ہوں گی اور اس کے بعد جمعرات کی صبح میدان عمل میں کود پڑیں گے۔"

"بہت خوب۔ میں اتوار کی رات کو دس بجے یہاں پہنچ جاؤں گا۔ اور تم لوگوں کی تفریح طبع کے لئے چند فٹ فلم بھی ساتھ لیتا آؤں گا۔"

"نہیں بھئی ہمارے پاس اس قسم کی فضول باتوں کے لئے وقت کہاں ہوگا۔" میں نے اعتراض کیا۔

"صرف چند منٹ لگیں گے۔ خدا کی قسم مزا آجائے گا۔ اچھا اب اتوار کو ملاقات ہوگی۔" اتنا کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

ہیرس کی فون کال اتوار کو صبح تین بجے آئی۔ کئی مرتبہ گھنٹی بجنے پر میری آنکھ کھلی اور بادل ناخواستہ اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو ڈریک۔ کیا پروگرام ہے؟" ہیرس کی آواز آئی۔

"پروگرام بن گیا ہے۔" میں نے خمار آلود آواز میں کہا۔ "میں تو تمہاری طرف سے مایوس ہو چلا تھا۔ اور اگر تم صبح دس بجے تک فون نہ کرتے تو میں اسکیمر کو کوئی اور آدمی بھیجنے کے لئے کہہ دیتا۔ بہرحال جمعرات کا دن مقرر ہوا ہے۔ اور تمہیں ہر حالت میں آج رات تک پہنچ جانا ہوگا۔"

"ابھی تو میں کچھ دیر سونا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تمام رات کھیلتا رہا ہوں اور ابھی ابھی میز سے اٹھ کر آرہا ہوں۔ بہرکیف میں پہنچ تو یقیناً جاؤں گا۔ لیکن رات گئے تک پہنچوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم میں سے کوئی تمہیں لینے کے لئے ہوائی اڈہ پر پہنچ جائے گا۔"

"شکریہ ڈریک۔ اچھا خدا حافظ۔"

میں فوراً سمجھ گیا۔ کہ بھائی سب کچھ ہار بیٹھا ہے جبھی تو ڈریک یاد آیا ہے اگر کوئی بڑی رقم جیت جاتا تو پروگرام دھرے کا دھرا رہ جاتا۔

میرے دونوں ہی ساتھی ایسے تھے۔ جن کو نہ تو خود میں نے منتخب کیا تھا۔ اور نہ ہی وہ میرے جانے پرکھے ہوئے تھے۔ اور اس قسم کے جان جوکھوں کے کام میں ناقابل اعتماد ساتھیوں پر بھروسہ کرنا سخت حماقت تھی۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں دو چار اپنے ایسے ساتھیوں کو جانتا تھا۔ جن پر پوری طرح بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔ اور جو میرے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے بخوشی تیار ہو جاتے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن تھا۔ کہ میں اپنے نئے چہرے اور نئی شخصیت کا راز ان پر فاش کر دیتا۔ لیکن یہ میں کسی بھی قیمت پر کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ اب ڈک اور ہیرس پر ہی بھروسہ کرنا ہوگا۔

۱۰

ڈک نے ہوائی اڈے سے فون کیا۔ تو میں فوراً گاڑی لے کر روانہ ہوگیا۔ وہ

پارکنگ لاٹ کے قریب ایک نیم تاریک گوشے میں کھڑے میرا منتظر تھا۔ اسے اس امر کا بخوبی احساس تھا، کہ ہم دونوں کو اکٹھے نہیں دیکھا جانا چاہیئے۔

"کیا ہیرس پہنچ گیا ہے۔" اس نے رسمی کلمات کے بعد گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پوچھا
مووی کیمرہ بدستور اس کے کندھے پر لٹک رہا تھا، اور دائیں ہاتھ میں اٹیچی کیس تھا۔

اسی وقت دوسری قطار میں کھڑی ایک کار سے ایک نوجوان لڑکی برآمد ہوئی اور ہماری طرف آنے لگی۔ کارپارک کی دودھیا روشنی میں وہ خاصی قبول صورت نظر آ رہی تھی۔ اور اس کی پتلی کمر کے نیچے اس کے بھاری بھرکم کولہے یوں لگ رہے تھے۔ جیسے دو فٹ بال جوڑ کر باندھ دیئے گئے ہوں، پختہ سڑک پر اس کے اونچی ایڑی کے جوتوں کی کھٹا کھٹ کے ساتھ اس کے کولہوں کی حرکت یوں میل کھا رہی تھی جیسے اس طرح چلنے کی اس نے طویل مدت تک خاص طور پر مشق کی ہو۔

"اونہ جلدی کرو۔" اسی لڑکی نے ایک سیکنڈ کے لئے رک کر اپنے پیچھے کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دوسرے ہی سیکنڈ اسی کار سے ایک جوان مرد برآمد ہوا اور لڑکی کی طرف بڑھا۔
لیکن اس دوران ہیرس اٹیچی کیس سے فلش لائٹ نکال کر کیمرے پر نصب کر چکا تھا۔
میرا دھیان قطعی طور پر لڑکی کی طرف تھا۔ مجھے اسی وقت پتہ چلا جب چندھیا دینے والی روشنی کا جھماکہ ہوا اور ہیرس پھرتی سے لڑکی کا فوٹو اتار چکا۔

لڑکی کا ساتھی تیزی سے ہماری طرف بڑھا اور قریب آ کر ہیرس کو گریبان سے پکڑتے ہوئے غصے سے بولا۔ "بغیر اجازت تم نے اس کا فوٹو کیوں لیا ہے۔ میں ابھی تمہاری بتیسی نکال دوں گا۔"

ہیرس اس سے کسی بھی طرح کمزور نہیں تھا۔ چنانچہ جھٹکا دے کر اپنا گریبان چھڑا لیا اور فلش لائٹ کیمرے سے اتار کر اٹیچی میں رکھ کر میری طرف گھومتے ہوئے بولا۔
"چلو چلیں۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی گیٹ پر موجود ہے۔"

"ڈسٹرکٹ اٹارنی؟۔۔۔ ۔۔گیٹ پر؟ کیا کہہ رہے ہو؟" لڑکی کے ساتھی نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر حیرت سے دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں کہا۔

"وہی جو تم نے سنا ہے۔" ہیرس نے بے نیازی سے کیمرہ بند کرتے ہوئے جواب دیا۔ اور ساتھ ہی میرے برابر ڈٹ کر بیٹھ گیا۔

لڑکی کے ساتھی کو پتہ نہیں کیا ہوا کہ ایک لفظ کہے بغیر مڑا اور قریباً دوڑتا ہوا لڑکی کی طرف چلا گیا۔ اسے بھاگتے دیکھ کر ہیرس نے قہقہہ لگایا ساتھ ہی بولا۔ "یہ ترکیب نمبر ۹ ہے اور ہمیشہ کامیاب رہتی ہے۔"

"میں تو کچھ نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔ "کیا تم انہیں پہلے سے جانتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ اس دنیا میں ہر شخص کی کوئی نہ کوئی کمزوری یا نازک رگ ضرور ہوتی ہے۔ کوئی چور ہے۔ کوئی گرہ کٹ، کوئی رشوت خور ہے تو کوئی سمگلر۔ کوئی زانی ہے۔ تو کوئی جواری۔ غرض یہ کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی راز چھپائے پھر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شخص بھی کسی نہ کسی زمرے میں ضرور آتا ہوگا۔ اسی لئے تو ڈسٹرکٹ اٹارنی کا نام سن کر صاف کنی کاٹ گیا ہے۔ اور مسٹر ڈریک یہ ترکیب آج تک کبھی ناکام نہیں ہوئی۔"

ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچ کر میں ایک آرام دہ کرسی میں گر گیا۔ لیکن ڈک اٹیچی کیس کو کھول کر مختلف چیزیں نکالنے لگا۔ پانچ ہی منٹ کے بعد ایک چھوٹا سا پروجیکٹر

نکال کر اس نے اسٹینڈ پر فٹ کر دیا۔ بھیر تاروں کو برقی پلگ سے جوڑتے ہوئے بولا۔

"مسٹر ڈریک ادھر دیکھو۔ بڑی ہی دلچسپ فلم ہے۔

"میں اس وقت فلم دیکھنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ہمیں اپنے اصل کام پر توجہ دینی چاہیئے"۔ میں نے دلچسپی نہ لیتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"صرف پانچ منٹ کی فلم ہے"۔ یہ کہہ کر اس نے سوئچ دبا دیا۔ اور کیمرے کے سامنے سفید دیوار پر روشن سائے لہرانے لگے۔ چند سیکنڈ کے بعد پختہ تالاب کے کنارے غسل کے مختصر لباسوں میں چند نوجوان لڑکیاں نظر آئیں۔ رنگین فلم میں پورا منظر نہایت واضح اور دلکش نظر آ رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد کسی بڑی سی عمارت کا اندرونی منظر دکھائی دیا۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد کئی لڑکیاں اس طرح ایک قطار میں کھڑی دکھائی دیں۔ کہ وہ مادرزاد برہنہ تھیں۔ اور ان کی پشت کیمرے کی طرف تھی۔ دائیں طرف دو لڑکیاں اس طرح کھڑی تھیں کہ بالائی لباس، تو اتار چکی تھیں۔ لیکن زیریں لباس کو پکڑے لیت و لعل میں مصروف تھیں۔ آخر کار دوسرے ہی منٹ انہوں نے بھی یا دل ناخواستہ پتہ نہیں کیا۔ بڑبڑاتے ہوئے سخت غصے کی حالت میں زیریں لباس کے بند کھول کر لباس پیروں پر گرا دیئے زیر جامے کی بجائے دونوں نے لنگوٹ قسم کی دھجیاں باندھ رکھی تھیں۔

میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ فلم واشنگٹن بنک اور بنک میں ملازم لڑکیوں کی ہے۔

"تم نے یہ فلم کس کس کو اور کہاں کہاں دکھائی ہے؟" میں نے ذرا تلخ لہجے میں پوچھا۔

"کسی کو بھی نہیں۔ خود میں نے بھی ابھی تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ دیکھی ہے کیونکہ ابھی چلتے چلتے پروسیسر سے وصول ہوئی تھی"۔ ڈک نے پروجیکٹر اتارتے ہوئے کہا۔

"کیا واہیات فلم ہے۔ کیا نیوڈ فلمیں اسی قسم کی ہوتی ہیں؟"

"نہیں بھائی یہ نیوڈ فلم نہیں ہے"۔ اس نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ جیسے میری نادانی پر ہنس رہا ہو۔ "تم نے شاید نیوڈ فلم اپنی زندگی میں دیکھی ہی نہیں ہے۔ نیوڈ فلموں میں تو مختلف زاویوں سے عورتوں اور مردوں کے جنسی اختلاط کے ایسے ایسے مناظر ہوتے ہیں کہ تم انگشت بدنداں رہ جاؤ"۔

"لیکن ایسی فلموں کے لئے ایکٹر اور ایکٹریس وغیرہ تم کہاں سے حاصل کرتے ہو؟"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے"۔ اس نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "میرے پاس دو نوٹ بکیں بے شمار ناموں سے بھری پڑی ہیں۔ وہ سب کے سب پیشہ ور ہیں۔ لیکن عام طور پر رضاکار بھی مل جاتے ہیں۔

"رضاکار؟" میں حیرت سے چونکا۔ "جنسی عمل فلمانے کے لئے رضاکار لڑکیاں مل جاتی ہیں؟..... یقین نہیں آتا"۔

"بالکل مل جاتی ہیں۔ بلکہ ایک کی ضرورت ہو تو پانچ مل جاتی ہیں۔ وجہ دراصل یہ ہے کہ فی زمانہ نمائش کا شوق بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ہر شخص خواہشمند ہے۔ کہ وہ بھی فلموں میں کام کرے اور لوگ اسے دیکھیں۔ لڑکیوں میں تو یہ شوق جنون کی حد تک بڑھ گیا ہے"۔ اتنا کہہ کر ڈک نے سگریٹ جلایا اور ایک طویل کش لگانے کے بعد بولا۔

"مسٹر ڈریک یہ موضوع اس قدر طویل ہے۔ کہ اس پر کبھی فرصت میں ہی گفتگو ہو سکے گی۔ لہٰذا بہتر ہے۔ کہ ہم فی الحال اپنے کام پر توجہ دیں۔ سناؤ تمہاری تحقیق

کا کیا نتیجہ نکلا؟"

"اسکیمر کے منصوبے میں درج تمام تفاصیل حرف بحرف درست ہیں؟" میں فائل سامنے رکھ کر کھولتے ہوئے بولا۔ "ٹھہرو یاد آیا۔ اسکیمر سے ایک بات پوچھنی ہے" اتنا کہہ کر میں نے فون پر چند نمبر گھمائے۔ کاروسل ہوٹل کو میں اسی لئے ترجیح دیتا تھا کہ ہر کمرے میں ڈائرکٹ ڈائلنگ سسٹم کے فون موجود تھے۔ کیونکہ اس قسم کی راز کی باتیں سوئچ بورڈ والے سسٹم پر کرنا انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ "ہیلو اسکیمر..... مجھے فوراً فون کرو۔" یہ کہہ کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔

"یہ کیا چکر ہے کہ مجھے فون کرو؟" ڈک نے حیران ہو کر کہا۔

"اسکیمر بہت زیادہ محتاط قسم کا آدمی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کے دفتر میں جو فون کیا ہے۔ وہ ڈائرکٹ نہیں ہے۔ اس لئے کسی پبلک ٹیلیفون بوتھ سے بات کرے گا۔ تم حیران ہوگے کہ اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ تمام معاملات فون پر طے ہوتے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو اس کا حصہ اسے کس طرح پہنچتا ہے؟"

"بذریعہ ڈاک۔"

"بذریعہ ڈاک؟..... تو لوگ اسے حصہ دیتے ہی کیوں ہیں؟"

"اس لئے کہ اگر کوئی اس کے ساتھ بد دیانتی کرے گا۔ تو صرف ایک مرتبہ کرے گا۔ اس کے بعد اسکیمر اس شخص کو ہمیشہ کے لئے بلیک لسٹ کر دے گا۔ بلیک لسٹ ہو جانے کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ نہ اسے آئندہ کوئی اسکیم ملے گی۔ اور نہ پچھلے کا رکن۔ اس لئے جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اسکیمر کے ساتھ دھوکہ کرنے کی کوئی جرأت

نہیں کرتا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ "ہیلو۔" میں نے ریسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہاں میں ڈریک بول رہا ہوں...... یہ بتاؤ کہ منیجر یا اسسٹنٹ منیجر اگر کسی وجہ سے چھٹی پر ہوں۔ تو کومبی نیشن کس کے پاس ہوتا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ مسٹر ڈریک۔" دوسری طرف سے اسکیمر نے کہا۔ "کہ میں اتنی اہم بات کا تذکرہ کرنا اسکیم میں بھول گیا۔ خیر اچھا کیا تم نے پوچھ لیا۔ اگر منیجر چھٹی پر ہو تو باقی نصف کومبی نیشن ڈائرکٹر چارج پورا کرتا ہے۔ اور اگر اسسٹنٹ منیجر بنک سے غیر حاضر ہو تو اس کے حصے کا کومبی نیشن ایک دوسرا ڈائرکٹر کارلی پورا کرتا ہے۔"

"بیڈ لک مسٹر اسکیمر" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "میں سمجھتا تھا کہ پورا کومبی نیشن کسی ایک ہی شخص کے پاس ہوگا۔ اور اس صورت میں ہم منیجر یا اسسٹنٹ منیجر کے بال بچوں کے جھمیلے میں پڑنے سے بچ جائیں گے۔"

"نہیں مسٹر کام اتنا آسان نہیں ہے۔ بس یا کچھ اور؟"

"نہیں بس شکریہ۔" یہ کہہ کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔

"چلو اب چلیں۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "قریب ہی کسی ہوٹل میں تمہیں کمرہ مل جائے گا۔ مجھے ہیرس کو لینے کے لئے ہوائی اڈے بھی پہنچنا ہے۔"

"آج رات یہیں تمہارے پاس ہی نہ ٹھہر جاؤں۔" ڈک پیر پسارتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "ہم ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ اگر ہمیں کسی

نے اکٹھے دیکھ لیا تو غضب ہو جائے گا۔ چلو اٹھو۔"

میں نے تھوڑے ہی فاصلے پر اسے ایک ہوٹل کے قریب اتار دیا۔ اور گاڑی ہوائی اڈے جانے والی سڑک پر موڑ دی۔ پورے پون گھنٹے کی تاخیر سے جہاز آیا اور میں ہیرس کو بٹھا کر ایک اور ہوٹل لے گیا۔

"تم کافی تھکے ہوئے نظر آتے ہو۔" میں نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس لئے کل دوپہر تک بے شک پڑے سوتے رہنا۔ میں اتنے میں ڈک کو ساتھ لے کر ایک چکر قصبے کا لگا آؤں گا۔"

"کیا اس کا لاابالی پن اسی طرح قائم ہے؟" ہیرس نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" میں نے جھوٹ بولا۔ "اس مرتبہ کافی سنجیدہ نظر آ رہا ہے۔"

میں نے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک لی۔ ساتھ ہی بولا۔ "ہوٹل میں کیا نام درج کراؤ گے۔ تاکہ اگر ضرورت پڑ جائے۔ تو ٹیلیفون کر سکوں؟"

"جیمز۔" ہیرس نے جواب دیا اور دروازہ کھول کر ہوٹل کی طرف بڑھ گیا

۱۱

دوسرے دن صبح پانچ بجے ڈک میری ہدایات کے بموجب کرایہ کی کار لے

کر آ گیا۔ ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی فوکس ویگن چھوڑ دی۔ اور اسی کرایہ کی کار میں بیٹھ کر تھورنٹن کی طرف چلے گئے۔ کار ڈک چلا رہا تھا۔ ابھی کافی اندھیرا تھا۔

"اسسٹنٹ منیجر کی طرف ..... اگلے چوک سے دائیں طرف مڑ جانا..... ذرا آہستہ چلو۔ اور اگلے بلاک میں چوتھے مکان کے سامنے روک لینا۔ لیکن سڑک کے اس پار گاڑی کھڑی کرنا۔ اگر پولیس کی کوئی گشتی کروزر آ گئی تو میں سیلز ایجنٹ بن جاؤں گا۔ یہ دیکھو میرے ہینڈ بل۔" میں نے ایک ہینڈ بل نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اسسٹنٹ منیجر کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟" ڈک نے رفتار کم کرتے ہوئے پوچھا۔

"مکان کے سامنے سڑک کے اس پار گاڑی کھڑی کر کے اس کی اور اس کے بیوی بچوں کی روزانہ معمول کی باتیں نوٹ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اسسٹنٹ منیجر میک بھی عجیب و غریب آدمی ہے۔" میں ڈک کے ہاتھ سے ہینڈ بل واپس لیتے ہوئے بولا۔ "بائیس برس سے اسی مکان میں رہ رہا ہے۔ ترقی ملنے کے مواقع کئی مرتبہ ٹھکرا چکا ہے۔ اور کسی بھی قیمت پر یہ قصبہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ عام زندگی میں بھی نہ کسی سے ملتا ہے اور نہ کہیں جاتا ہے۔"

سڑکیں خالی پڑی تھیں۔ اکا دکا مرد عورتیں نظر آ رہی تھیں جو اپنے کام پر جا رہی تھیں یا پھر کوئی کوئی لڑکا نظر آ جاتا تھا۔ میں ذہن میں وہ تفاصیل دہرا رہا تھا۔ جو اسکیمر نے منصوبے میں تحریر کی تھیں۔ اسسٹنٹ منیجر میک اور اس کی

بیوی شرلے نہ کسی سے ملتے تھے اور نہ ہی ان کے ہاں کوئی ملنے والا آتا تھا۔ مکان کا عقبی دروازہ بھی تھا جو کھٹی کی باڑھ میں چھپا ہوا تھا۔

جہاں تک منیجر بارٹن کا تعلق تھا تو اس کے تین بچے تھے۔ پروگرام یہ تھا۔ کہ جمعرات کے دن صبح سویرے میں اور ہیرس منیجر اور اسسٹنٹ منیجر کو پسٹل پائنٹ پر بنک لے جائیں اور ڈک ان کے بال بچوں کو بطور یرغمال روکے رکھے۔ ظاہر تھا کہ اس مقصد کے لئے دونوں کنبوں کو کسی ایک جگہ اکٹھے کرنا ہوگا۔ اور آسان یہی معلوم ہوتا تھا کہ میک اور اس کی بیوی شرلے کو منیجر بارٹن کے گھر لے جایا جائے۔

ہم بہت دیر تک مکان کی نگرانی کرتے رہے آخر کار نو بج کر دس منٹ پر میک مکان کے عقبی دروازے سے نکلا اور اپنی پرانی فینڈر اسٹیشن ویگن میں بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔

"چلو چلیں۔" میں نے ڈک سے کہا۔

"کیا منیجر کے مکان کی طرف نہیں چلنا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ کل صبح میں اور ہیرس وہاں جائیں گے۔ اب واپس ہوٹل چلو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ کل میرے لئے کوئی کام نہیں ہوگا؟"

"ہوگا کیوں نہیں۔ کل تم دو عورتوں اور تین بچوں کی مشکیں کسنے کے لئے مضبوط لیکن ملائم قسم کی ڈوریاں اور منہ میں ٹھونسنے کے لئے رومال خرید و گے۔

دوسرے دن صبح چھ بجے میں اور ہیرس سڑک کے دوسری طرف سے منیجر بارٹن کے مکان کی نگرانی کر رہے تھے۔ ہم دونوں ہیرس کی کرایہ کی کار میں تھے اسکیمر نے جو

تفاصیل منصوبے میں لکھی تھیں ان کے مطابق شہر میں گشت کرنے والی پولیس کاریں صبح پانچ بجے ہیڈ کوارٹر میں واپس پہنچ جاتی تھیں اور اسٹیٹ پولیس کاریں جب تک کہ ان کو خاص طور پر نہ بلایا جائے۔ ہائی وے کو نہیں چھوڑتی تھیں اس لئے صبح کے وقت کافی علاقے پولیس کور سے محروم رہتے تھے۔

صبح ساڑھے چھ بجے ایک لائٹ ٹرک بارٹن کے مکان کے عین سامنے آکر رکا اور اس میں سے ایک شخص ایک بنڈل سا بغل میں دبائے مکان کی طرف دوڑا۔ پھر وہ بنڈل اس نے پورچ میں پھینکا اور دوڑ کر واپس ٹرک میں جا بیٹھا اس کے بیٹھتے ہی ٹرک چلا گیا۔

"یہ تو اخباروں کا بنڈل معلوم ہوتا ہے۔ کیا اسکیمر نے منصوبے میں اس قسم کا کوئی تذکرہ کیا ہے؟" ہیرس نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "اگر بارٹن کا لڑکا اخبارات تقسیم کرنے کا کام کرتا ہے تو اس سے ہمارے کام میں کافی الجھن پیدا ہوسکتی ہے۔ وقت پر اخبارات نہ ملے تو لوگوں کو تشویش ہوسکتی ہے۔"

چند منٹ کے بعد ایک لڑکا نکر اور ٹی شرٹ پہنے صدر دروازے سے باہر نکلا پورچ میں ایک دھندلا سا بلب روشن تھا۔ دوسرے ہی منٹ نائٹ گاؤن پہنے ایک خوبصورت سی لڑکی بھی باہر نکلی لڑکی لڑکے سے چند سال بڑی معلوم ہوتی تھی لڑکے نے بنڈل پر بندھی ڈوریاں توڑیں۔ اور ایک اخبار نکال کر لڑکی کی طرف بڑھا دیا لڑکی اخبار لے کر فوراً اندر چلی گئی۔ لڑکے نے پورچ میں کھڑی سائیکل کی ٹوکری میں اخبارات رکھے۔ اور تیز تیز پیڈل چلاتا ہوا دائیں طرف روانہ ہوگیا۔

"میں یہیں ٹھہرتا ہوں" میں جلدی سے بولا۔ "تم گاڑی میں اس لڑکے کا پیچھا کرو اور دیکھو کہ وہ کہاں کہاں جاتا ہے۔"

ہیرس فوراً لڑکے کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ ان دنوں سورج پونے سات بجے طلوع ہوتا تھا۔ لڑکے کی واپسی کے بعد اس کے باپ کو بینک لے جانا سراسر خطرناک تھا۔ کیونکہ اس وقت تک دن کا اجالا ہو چکا ہوگا۔ اور دوسری صورت میں اگر لڑکے کو اخبارات کی پھیری سے پہلے ہی قابو کر لیا جائے تو اخبار نہ ملنے پر لوگوں کو تشویش لاحق ہو سکتی ہے ممکن ہے ان میں سے کچھ اخبار نہ ملنے پر شکایت کے لئے فون کریں اور پھر فون کا جواب نہ پا کر پولیس کو مطلع کر دیں۔

پچیس منٹ کے بعد ہیرس واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ لڑکا زیادہ دور نہیں جاتا۔ اس کا راؤنڈ صرف چوتھے بلاک تک ہے اور یہ کہ تقریباً ہر گھر میں اخبار دیتا ہے۔

"لیکن وہ رہ کہاں گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔ میں تو اس لئے واپس آ گیا ہوں کہ تم بے تابی سے میری واپسی کے منتظر ہو گے۔" ہیرس نے سگریٹ کا پیکٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

"لڑکی واقعی بہت خوبصورت ہے۔" ہیرس نے میرے سگریٹ کو لائٹر کا شعلہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن مجھے لڑکیوں سے زیادہ دلچسپی کبھی نہیں رہی۔"

"خود میرا بھی یہی حال ہے۔ البتہ جوا میری زندگی کا ایک جز بن چکا ہے۔"

اسی وقت گیارہ سال کی ایک لڑکی وائلن ہاتھ میں پکڑے باہر نکلی۔ وہ غالباً بارٹن کی چھوٹی لڑکی مارجری تھی۔ اور اس وقت وائلن سیکھنے کے لئے کہیں جا رہی تھی۔

"مسٹر ڈریک۔ یہ تمام خطرات جو ہم مول لے رہے ہیں۔ اسکیم کے خیال میں ان کا کتنا ایک صلہ ملنے کا امکان ہے؟" ہیرس نے سگریٹ کا پیکٹ جیب میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"تقریباً سوا دو لاکھ ڈالر۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"کافی بڑی رقم ہے۔"

"ہاں۔ جمعرات کے دن فیکٹری ورکروں کو تنخواہ تقسیم ہوتی ہے۔"

"بینک میں پہلے کون داخل ہوگا؟"

"میں اور تم۔" میں نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ بات دراصل یہ ہے۔ مسٹر ڈریک کہ میں جس وقت بھی ڈک کی حرکتوں کے متعلق سوچتا ہوں۔ ایک انجانا سا خوف میری ہڈیوں میں سرایت کرنے لگتا ہے میں مانتا ہوں کہ وہ نڈر ہے۔ لیکن وہ جتنا نڈر ہے اتنا ہی اس کی کھوپڑی میں گودا کم ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ اس مرتبہ میں اسے کوئی غلط حرکت نہیں کرنے دوں گا۔"

"منیجر اور اسسٹنٹ منیجر کو بینک میں لے جانے کے بعد کیا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا۔؟"

"ہم ان میں سے کسی ایک کو بینک میں کسی ایسی جگہ بٹھا دیں گے۔ جہاں پر اندر داخل ہونے والے تمام ملازمین اسے دیکھ سکیں اس کے پیر میں زنجیر ڈال کر بھاری میز کی ٹانگ سے باندھ دیں گے۔ اور اسے مجبور کریں گے۔ کہ وہ کوئی ایسی غلط حرکت نہ

کرے۔ جس سے ملازمین میں سے کسی کو شبہ ہو جائے اور مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی غلط حرکت نہیں کرے گا۔ کیونکہ ان کے بیوی بچے اس دوران ہمارے رحم و کرم پر ہوں گے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ اور اس کے بعد کیا ہو گا!" ہیرس نے ایک لمبا کش لگانے کے بعد پوچھا۔

"ہر آنے والے ملازم کو ہانک کر ایک گوشے میں لے جایا جائے گا۔ اور وہ سب کے سب وہاں اس وقت تک بے دست و پا دیکھے جائیں گے۔ جب تک والٹ کھلنے کا وقت نہ ہو جائے۔ والٹ کھلنے کا وقت نو بجے مقرر ہے۔ والٹ کھلنے کے بعد ہم رقم لے کر رفو چکر ہو جائیں گے۔"

"اور منیجر اور اسسٹنٹ منیجر کو بھی ساتھ ہی لے جائیں گے؟"

"نہیں۔ میں اس پر پہلے ہی غور کر چکا ہوں۔ ہم ان دونوں کو والٹ میں بند کر دیں گے۔ آجکل عموماً ایسے ہی والٹ استعمال ہوتے ہیں۔ جن میں ہوا کا گزر ہو۔ اور یہ اسی قسم کے خطرات کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔"

ٹھیک آٹھ بج کر چالیس منٹ پر پارٹن برآمد ہوا۔ اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر بنک کی طرف چلا گیا۔

"چلو اب واپس چلیں۔" میں نے ہیرس سے کہا۔

دوپہر کے وقت ہیرس نے ایک موٹے سے گتے کے ٹکڑے پر جلی حروف میں "ہیڈ آفس سے معائنہ ٹیم آئی ہوئی ہے۔ بنک ساڑھے دس بجے کھلے گا۔" تحریر کر کے بورڈ تیار کر لیا۔ اور ایک پتلی سی زنجیر بھی خرید لی۔ بدھ کے دن صبح ڈک کو میں نے میک کے گھر کی نگرانی کے لئے بھیج دیا۔ اور ہیرس کو ساتھ لے کر خود پارٹن کے گھر کی نگرانی کے لئے چلا گیا۔

دونوں کلینوں کے معمولات میں ذرا بھی فرق واقع نہیں ہوا تھا۔ سہ پہر کے وقت ہیرس اور ڈک دونوں کو تھورنٹن بھیج دیا۔ تاکہ بکتر بند ٹرک کی آمد کو چیک کریں۔ ان کی رپورٹ کے بموجب ٹرک بالکل ٹھیک وقت پر بنک پہنچ گیا تھا۔

بدھ کو رات کے وقت میں نے میک اور پارٹن دونوں کے گھروں پر یہ جاننے کے لئے فون کیا کہ دونوں میں سے کوئی کسی اچانک وجہ سے شہر سے باہر تو نہیں چلا گیا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ انہیں انسکلو پیڈیا کے تازہ اڈیشن کی ضرورت تو نہیں ہے دونوں نے نہایت خلیق لہجے میں بات کی اور کہا کہ انہیں ضرورت نہیں ہے۔

ہر طرح سے اطمینان ہو گیا تو میں نے صبح تین بجے وقت عمل مقرر کیا۔ اور ہیرس اور ڈک دونوں کو تین بجے کارڈسل ہوٹل پہنچ جانے کی ہدایت کی اور یہ کہ وہ اپنی کرایہ کی کاروں میں آئیں۔

۱۲

جمعرات کو صبح تین بجے گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور فضا حبس

آلود تھی۔ میں نے اپنی سرمئی بالوں والی وگ پہن لی۔ ہیرس اور ڈک دونوں مصنوعی
چہرے چڑھا لیے لیکن میں نے اس قسم کا کوئی تردد نہیں کیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا۔ کہ
پچھ گھنٹے تک مصنوعی چہرہ چڑھائے رکھا۔ تو پسینہ بہنے سے چہرے کا سارا میک اپ
تباہ ہو جائے گا۔

ہم تینوں اپنی اپنی کاروں میں بنک کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہیرس نے میری
ہدایت پر اپنی کرایہ کی کار بنک کے قریب ہی پارک میں کھڑی کر کے چھوڑ دی۔ یہ
اس لئے کہ مبادا فرار کے وقت ضرورت پڑ جائے۔ کار چھوڑ کر ہیرس ڈک کی کار میں
آ بیٹھا اور پھر وہ میری فوکس ویگن کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

میں نے اپنی فوکس ویگن اسسٹنٹ منیجر کے مکان سے کچھ فاصلے پر ایک کھلی
جگہ چھوڑ دی۔ اور اس کے بعد ہم تینوں ڈک والی کرایہ کی کار میں میک کے مکان تک
پہنچ گئے۔ گاڑی مکان کے قریب رکوا کر ڈک کو تو گاڑی میں ہی چھوڑ دیا۔ اور میں
ہیرس کو ساتھ لے کر عقبی دروازے کی طرف گھوم گیا۔

"یہ کیا...... وہ دیکھو۔" دروازے کے قریب پہنچ کر ہیرس نے سرگوشی کی
میں نے دیکھا کہ باورچی خانے میں بتی جل رہی تھی۔ اس روشنی کے علاوہ
اڑوس پڑوس میں دور دور تک گھور اندھیرا تھا۔ اور ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔
چند سیکنڈ کے لئے تو میں بت بن کر رہ گیا۔ اور سوچا کہ کیا ہماری ساری سرکھپائی
اکارت جائے گی........ "ممکن ہے۔ وہ لوگ بتی بجھانا بھول گئے ہوں۔" میں
نے آواز دبا کر کہا۔ اور دروازے کی تین سیڑھیاں چڑھ گیا۔ میرے ایک ہاتھ
میں مضبوط تار کا ٹکڑا تھا۔ جس کا سرا مڑا ہوا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں لوہے کی سلاخ

کا ٹکڑا تھا۔

ذرا سی کوشش سے جالی والا دروازہ تو کھل گیا۔ لیکن اس کے پیچھے اصل دروازہ
مقفل تھا۔ تار کے ٹکڑے سے چند منٹ کی کوشش سے قفل کھل گیا۔ اور ہم پٹ
کھول کر آگے بڑھ گئے۔ آگے تنگ سی راہداری تھی۔ اندھیرے میں ہاتھوں سے
ٹٹولتے ہوئے ہم آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ میں آگے اور ہیرس میرے پیچھے تھا بیس
پچیس فٹ آگے میرے ہاتھ ایک اور بند دروازے سے ٹکرائے لیکن شکر ہے
کہ وہ مقفل نہیں تھا۔ میں نے پہلو میں لٹکے ہولسٹر سے پستول نکال لیا پھر دروازے
کی موٹھ کو آہستہ سے گھما کر ذرا سا دباؤ ڈالا۔ تو دروازہ کھل گیا۔ اور میں پستول تانے
روشن باورچی خانے میں درانہ چلا گیا۔

ایک عورت پاجامہ پہنے کلر پر کچھ پکا رہی تھی۔ آہٹ سن کر اس نے مڑ کر دیکھا
تو خوف سے اس کا منہ تو کھل گیا۔ لیکن چیخ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ ادھیڑ عمر ہونے
کے باوجود اس کا چہرہ کافی حد تک تر و تازہ تھا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا چمچ وہ چند لمحے پہلے
دیگچی میں ہلا رہی تھی۔ ہوا میں معلق ہو کر رہ گیا۔ باورچی خانے کی میز پر ایک ٹرے
تھی۔ جس میں لکڑی کے پیالے اور پلیٹیں رکھی ہوئی تھیں۔

چند لمحوں کے بعد عورت کی نظریں میرے پیچھے کھڑے ہیرس پر پڑیں جس نے
خوفناک قسم کا مصنوعی چہرہ چڑھا رکھا تھا۔

"کیا چاہتے ہو؟" آخر کار اس کے خشک گلے سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔

"اپنے شوہر کو آواز دو۔" میں نے آواز دبا کر کہا۔

"وہ یہاں سے میری آواز نہیں سن سکے گا۔"

"تو پھر وہاں چلو جہاں سے وہ تمہاری آواز بخوبی سن لے۔ لیکن خبردار آواز میں خوف کا عنصر ذرا بھی نہ ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔" میں نے اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔

اس نے چمچہ رکھ دیا۔ اور مقابل کے دروازے کو کھول کر ڈائننگ روم سے گزرتی ہوئی زینے تک پہنچ گئی۔ میں اس کے پیچھے تھا۔ پھر وہ گلے کو صاف کر کے صاف اور بلند آواز میں بولی۔ "ڈیر...... ڈیر میک۔ ذرا میرا شال تو نیچے لے آؤ۔"

اس کے بعد ہم دوبارہ باورچی خانے میں آگئے۔

دوسرے ہی منٹ زینے کی طرف سے قدموں کی چاپ سنائی دی پھر وہ چاپ ڈائننگ روم سے گزرا اور واضح ہوگئی۔ ساتھ ہی ایک مردانہ آواز آئی: "شرلے ڈارلنگ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ آج کھانا لے جانے کی باری تمہاری ہے۔ پھر مجھے کیوں...... " اچانک دروازہ کھلا اور میک اندر داخل ہوا۔ دروازہ کھلتے ہی جونہی اسکی نظر ہم پر پڑی ہکا بکا رہ گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے لہجے کو پر رعب بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر میک۔" ہیرس پہلی مرتبہ بولا۔ "جو کچھ ہم کہیں۔ اگر اس پر بلا حیل و حجت عمل کرو گے تو تمہیں یا تمہاری بیوی کو قطعی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم اور تمہارا باس بارٹن ابھی دو گھنٹوں کے بعد ہمارے ساتھ بنک چلو گے۔ اس دوران پر امن رہنا ہی تمہارے لئے سودمند رہے گا۔"

"اگر تم نے بنک کو لوٹنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔" میک تیزی سے بولا۔ "تو

سمجھ لو کہ قیامت تک کامیاب نہیں ہو سکو گے۔"

"یہ کھانے کا بندوبست کس کے لئے ہو رہا ہے؟" میں لکڑی کے برتنوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں...... م...... میں" شرلے کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ مگر اس کا شوہر فوراً بول اٹھا۔ "یہ کھانا میرے لئے ہے۔ شرلے میرے لئے کھانا لے کر آنے والی تھی۔"

"بکواس۔" میں دھاڑا۔ "تمہیں درمیان میں بولنے کو کس نے کہا ہے؟" پھر شرلے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم بتاؤ یہ کھانا کس کے لئے ہے؟...... مکان میں اور کون ہے؟"

"میری...... ہماری...... لڑکی کے لئے۔" شرلے نے بمشکل فقرہ پورا کیا۔

"بکتی ہو۔" ہیرس اپنا کولٹ ریوالور نکالتے ہوئے دانت پیس کر بولا۔ "تم دونوں کی کوئی اولاد نہیں ہے۔" پھر اس نے تیزی سے دو قدم آگے بڑھاتے اور ریوالور کی نالی اسسٹنٹ منیجر کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے غصے سے پھنکارا۔ "بتاؤ یہ کھانا کس کے لئے ہے؟"

"شرلے ٹھیک کہہ رہی ہے۔ وہ ہماری لڑکی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔" میں شرلے کی طرف گھوم گیا۔ "جاؤ تم اس کے لئے کھانا لے جاؤ۔"

شرلے نے غیر یقینی انداز میں پہلے میری اور پھر اپنے خاوند کی طرف دیکھا۔

"ڈارلنگ۔ جیسے یہ کہتے ہیں اسی طرح کرو۔" میک نے حسرت بھری نظروں

سے اپنی بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر خبردار،" میں بولا۔ "اگر کوئی چالبازی دکھانے کی کوشش کی تو تمہارے شوہر کا بھیجہ اڑا دیا جائے گا۔"

شرلے ایک لفظ کہے بغیر گھومی اور دیچی میں سے کھیر قسم کی کوئی چیز چمچے سے نکال کر بڑی ...... پلیٹ میں ڈالی۔ پھر الماری میں سے دودھ کا بھرا ہوا گلاس نکال کر ٹرے میں رکھا۔ اس کے بعد نصف درجن کے قریب بسکٹ نکال کر ایک اور پلیٹ میں رکھے پھر ٹرے ہاتھوں پر اٹھاتے ہوئے ایک طرف کو چلتی ہوئی بولی

"میک ڈیئر ذرا دروازہ کھولو۔" اور میک نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

میں جس دروازے کو پینٹری سمجھ رہا تھا۔ وہ دراصل پینٹری نہیں بلکہ ایک تہہ خانے کا دروازہ تھا۔ اور دروازے سے آگے نیم تاریک سیڑھیاں اترتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں شرلے سیڑھیاں اترنے لگی۔ تو میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔

"تم بھی چلو۔" میرے پیچھے سے ہیرس کی آواز آئی۔ چنانچہ میک بھی میرے پیچھے سیڑھیاں اترنے لگا۔ ہیرس بھی ریوالور تانے اس کے پیچھے تھا۔

آخری سیڑھی اترنے کے بعد چند فٹ آگے مضبوط چوبی پارٹیشن وال تھی۔ جس میں ایک دروازہ تھا۔ لکڑی کی دیوار تہہ خانے کی چھت سے صرف دو ڈھائی فٹ نیچی تھی۔ اندر خاص قوت کا بلب روشن تھا۔ جس کی روشنی تمام تہہ خانے میں پھیلی ہوئی تھی۔ شرلے نے آہنی کھٹکا ہٹا کر دروازہ کھولا۔ اور سہمی سہمی سی حالت میں اندر داخل ہوئی۔ میں بھی اندر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ قید خانے کی دیواروں اور فرش پر موٹی دری منڈھی ہوئی تھی۔ اور دور دائیں جانب کے گوشے میں ایک ننگ دھڑنگ

نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے جسم پر ایک دھجی بھی نہیں تھی۔ اس کے خوبصورت سیاہ گھنیرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اور نتھنوں سے ناک بہہ رہی تھی وہ بڑے ہی معصوم انداز میں مسکرا مسکرا کر ہماری طرف دیکھے جا رہی تھی۔ گو وہ چوبیس پچیس برس کی جوان لڑکی تھی۔ لیکن چہرے پر پانچ سالہ بچے کی معصومیت کھیل رہی تھی۔ جسم صحت مند، شانے چوڑے اور بدن کی سرخ و سپید رنگت قطعی بے داغ تھی۔

"لو کھانا کھا لو۔" ماں نے بیٹی کے سامنے دو فٹ دور سے ہی ٹرے رکھتے ہوئے کہا۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ وہ بے چاری اس کے قریب جاتے ہوئے خوفزدہ تھی۔

میں نے گھوم کر ہیرس کی طرف دیکھا۔ جو دروازے کے قریب کھڑا پھٹی پھٹی آنکھوں سے لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لڑکی نے دودھ کا گلاس اٹھایا اور اوپر کو منہ کر کے ...... حلق میں انڈیل لیا۔ اس طرح کہ کافی دودھ دونوں طرف سے اس کی ٹھوڑی اور گردن سے بہتا ہوا پُرشباب چھاتیوں تک بہتا چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے وہ پلیٹ اٹھائی جس میں کھیر قسم کی چیز تھی۔ اور چمچ کا تکلف کئے بغیر دونوں ہاتھوں سے سپوٹنے لگی۔ میں نے گردن گھما کر میک کی طرف دیکھا۔ تو وہ بڑی ہی بے چارگی کی حالت میں لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا اور آنکھیں نم آلود تھیں۔

"اسی مکان میں رہتے ہوئے تمہیں بیس برس گزر گئے ہیں؟" میں نے میک سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے چونکتے ہوئے کہا۔ "اور اس طویل عرصے کے دوران ہم دونوں میں سے کوئی نہ کوئی لازماً گھر پر موجود رہا ہے۔"

"کئی مرتبہ کوشش کی لیکن میک اسے جدا کرنے پر تیار نہ ہو سکا۔" اس مرتبہ بولنے والی شرلے تھی۔ "وہ ہر قیمت پر اسے اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہتا ہے۔"

"بکواس۔" میک سخت لہجے میں بولا۔ "یہ مت بھولو کہ وہ ہمارے ہی جگر کا ٹکڑا ہے۔"

میں نے دیواروں پر منڈھی دری کو غور سے دیکھا تو جدوجہد کے آثار صاف نمایاں تھے۔ چنانچہ میک کی طرف گھومتے ہوئے بولا۔ "کیا وہ خطرناک ہے؟"

"وہ غیر معمولی طاقتور ہے۔۔۔ آؤ اب چلیں۔" میک نے لاپرواہی سے کہا

ہیرس میرے قریب آیا اور کان کے قریب منہ لا کر سرگوشی کے انداز میں بولا۔ "اس لڑکی کو اسی تہ خانے میں رہنے دو۔ اسے یہاں سے بارٹن کے مکان میں منتقل کرنا قطعی ناممکن ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہم بارٹن اور اس کے بیوی بچوں کو یہاں لے آئیں۔"

"ہاں۔ ہمیں اپنے منصوبے میں کچھ تبدیلی کرنی ہوگی۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"آؤ ریچل۔" شرلے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "اب غسل کر لو۔" یہ کہتے ہوئے شرلے دوسرے گوشے کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں دیوار میں پانی کا نلکا لگا ہوا تھا۔ اور نل کے سرے سے ربڑ کی لمبی ٹیوب جڑی ہوئی تھی۔

لڑکی اٹھ کر ہماری طرف دیکھتے ہوئے نل کے قریب چلی گئی اور اس کی ماں ٹونٹی کھول کر پانی کی دھار اس کے جسم پر مارتے ہوئے اسے نہلانے لگی۔ نہاتے ہوئے

لڑکی انتہائی خوشی سے بے معنی قسم کی آوازیں نکال رہی تھی۔ اور کلکاریاں مار رہی تھی۔ "چلو اب بس کرو۔" آخر کار شرلے نے ٹونٹی بند کرتے ہوئے کہا۔ لیکن لڑکی نے اپنے پیٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے مزید پانی ڈالنے کا اشارہ کیا۔ "نہیں ڈیر۔ بس کافی ہے چلو اب اپنی جگہ پر چل کر بیٹھو۔" اس کی ماں ربڑ کی ٹیوب کو ایک طرف ڈالتے ہوئے بولی۔ اور تیزی سے چل کر دروازے سے نکل گئی۔

ہم سب بھی دروازے سے نکل آئے اور میک نے دروازہ بند کر کے آہنی کھٹکا چڑھا دیا۔

"تم یہیں ٹھہرو اور ان پر نظر رکھو۔" باورچی خانے میں واپس پہنچ کر میں نے ہیرس سے کہا۔ "اب ہمیں بارٹن اور اس کے بال بچوں کو یہاں لانا ہوگا۔"

"اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑے گا!" ہیرس نے تشویش ظاہر کی۔

"نہیں۔ بلکہ یہ زیادہ اچھا رہے گا۔ میرا خیال ہے تہ خانہ ان سب کو جمع کر کے بند کرنے کے لئے بہترین جگہ ہے۔ تم ان دونوں پر نگاہ رکھو۔ میں اور ڈک بارٹن اور اس کے بیوی بچوں کو لے آئیں گے۔"

"نہیں۔" شرلے اتنی زور سے چیخی کہ اس کا شوہر بھی چونک گیا: "خدا کے لئے بارٹن وغیرہ کو یہاں مت لانا۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ لوگ اسے دیکھیں۔"

"بکواس۔" ہیرس ریوالور کا رخ گھماتے ہوئے دہاڑا۔ "دونوں خاموشی سے بیٹھے جاؤ ورنہ....."

میں نکل آیا اور مکان سے نکل کر سڑک پار کرتے ہوئے ڈک کی کار تک پہنچ گیا۔

"ہیرس کہاں ہے؟..... میک اور شرلے کہاں ہیں؟" ڈک مجھے دیکھتے ہی بے تابی سے بولا۔

"منصوبے میں کچھ تبدیلی کرنی پڑ گئی ہے۔" میں دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا۔ "بارٹن اور اس کے بیوی بچوں کو یہاں لانا ہوگا..... چلو جلدی کرو۔"

"مگر کیوں؟..... کچھ وجہ بھی تو بتاؤ؟"

"خاموش رہو۔ اور بہت تیز مت چلانا۔" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ اور ہم چند منٹ کے اندر ہی بارٹن کے مکان تک پہنچ گئے ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور مکان تاریک پڑا تھا۔ کار ایک طرف کھڑی کر کے آگے پیچھے چلتے ہوئے ہم عقبی دروازے تک پہنچ گئے۔ دروازہ مقفل تھا۔ لیکن یہاں کسے پرواہ تھی۔ میں نے آہنی سلاخ کا ٹکڑا لے کر اس کا سرا دہلیز اور دروازے کے زیریں کنارے کی درمیانی درز میں پھنسایا اور ایک زوردار جھٹکے سے قفل کا کیچ نکال دیا۔ پھر پٹ کھولتے ہوئے ڈک کا بازو پکڑ کر بے خوف و خطر اندر داخل ہو گیا۔ ساتھ ہی ڈائننگ روم کی کھڑکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "ٹیلیفون کی تاریں ان کھڑکیوں سے اندر گئی ہیں۔ جلدی سے انہیں کاٹ دو۔"

میں بائیں طرف گھوم کر زینے کی طرف چلا گیا۔ اور اوپر سیڑھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے آئندہ اقدام کے متعلق سوچنے لگا۔ مگر دوسرے ہی منٹ ڈک مجھ سے آملا۔ اور بولا۔ "کیا ہمیں اوپر چلنا ہوگا؟"

"ہاں۔ ہمیں بچوں کو پہلے قابو کرنا ہوگا۔ ڈوری اور رومال لائے ہو نا؟"

"ہاں۔ یہ ہے میری جیب میں۔"

اسکیم کے منصوبے کے مطابق پہلا کمرہ ٹومی کا تھا۔ ٹومی بارٹن کا چودہ سالہ لڑکا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور لڑکا تکیے میں سر دیئے نہایت آرام سے سو رہا تھا۔

"میں قابو کرتا ہوں۔ تم باندھنا۔" ڈک نے ڈوری کا لچھا میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ پھر ایک ہاتھ سے لڑکے کے گرد گھیرا ڈال لیا اور دوسرا ہاتھ مضبوطی سے منہ پر جماتے ہوئے بولا۔ "پہلے پیر باندھو۔ جلدی کرو۔"

میں نے پھرتی سے دونوں پیر ملا کر ڈوری سے کس دیئے۔ اس کے بعد ہاتھوں کو باندھنے لگا۔ تو ڈک فوراً بول اٹھا۔ "نہیں۔ کمر کے پیچھے لے جا کر باندھو۔ لڑکا جو پہلے تو نیند کے خمار میں تھا۔ اب پوری طرح جاگ چکا تھا۔ اور ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ہم دو تندرست و توانا مردوں سے اس غریب کی کیا پیش جا سکتی تھی دوسرے ہی منٹ میں نے پشت کے پیچھے لے جا کر اس کے دونوں ہاتھ جکڑ دیئے۔ پھر ایک ڈوری ٹخنوں سے لے کر کلائیوں تک لے جا کر باندھ دی تاکہ لڑکا زیادہ حرکت نہ کر سکے۔ اس کے بعد رومال اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اور ڈک نے منہ پر ٹیپ چپکا دی۔

ہال کے دوسری جانب گیارہ سالہ لڑکی کا کمرہ تھا۔ پہلے والا عمل دہراتے ہوئے اسے بھی جکڑ دیا گیا۔ اب ہمارا رخ سترہ سالہ لڑکی ایلن کے کمرے کی طرف تھا۔ میں جانتا تھا۔ کہ لڑکی کو قابو کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ کیونکہ سترہ سالہ لڑکی کی نیند بچوں کی طرح گہری نہیں ہو سکتی تھی۔

دبے پاؤں دروازے تک پہنچ کر ڈک نے موٹھ گھمائی اور دو انچ کر کے

دروازہ کھولنے لگا۔ وہ غور سے اندر دیکھے جا رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ دروازہ کھول رہا تھا۔ میں حیران تھا کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ پیچھے سے اس کے شانے پر ٹھوڑی رکھتے ہوئے بولا۔ "کیا معاملہ ہے؟..... اندر کیوں نہیں چلتے؟"

"لو خود ہی دیکھ لو۔" اندر جا کر ایک طرف ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ میں نے دیکھا تو اندر پلنگ پر صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا۔ جس پر شکنوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اور ایلین غائب تھی۔

۱۳

"تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ کسی سہیلی کے پاس سو رہی ہو گی؟" ڈک نے سوال کیا۔

"نہیں۔ بلکہ کسی دوست لڑکے کے پاس۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"اب تک دو باتیں غلط ہو چکی ہیں۔ آؤ نیچے چلیں؟" میں نے کہا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

بارٹن اور تھیلما بارٹن کی خوابگاہ تک پہنچنے میں ہمیں ذرا بھی دقت پیش

نہ آئی۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور بارٹن کے خراٹوں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ ڈک نے کمال دلیری سے کام لیتے ہوئے بتی کا سوئچ دبا دیا۔ اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ روشنی آنکھوں پر پڑی تو بارٹن کے خراٹے بند ہو گئے پھر وہ کلبلا کر آنکھیں جھپکنے لگا۔ اور جب پلنگ کے دائیں بائیں ہمیں کھڑے دیکھا۔ تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کون ہو تم لوگ؟..... کیا چاہتے ہو؟" وہ اب پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔

"خاموش رہو۔" ڈک پُر رعب لہجے میں بولا۔

آوازیں سن کر مسز بارٹن نے ایک دو بار آنکھیں جھپکیں۔ ساتھ ہی کروٹ بدلتے ہوئے بولی۔ "ڈیر یہ بتی کیوں جلا رکھی ہے اسے بجھا دو ورنہ میری نیند خراب ہو جائے گی۔"

"ڈارلنگ یہ....." دفعتاً بارٹن کے منہ سے یہ الفاظ نکلے اور اس کے لہجے میں پتہ نہیں کونسی بات پنہاں تھی۔ کہ اس کی بیوی تھیلما ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر ہمیں دیکھ کر اس نے چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا۔ کہ ڈک نے جلدی سے تکیہ اٹھا کر اس کے چہرے پر دبا دیا۔ اور اس وقت تک دبائے رہا جب تک اس نے جد و جہد ترک نہ کر دی۔

"میں دیکھتی ہوں کہ تمہیں پھانسی کے پھندے سے کون بچائے گا۔" تھیلما آپے سے باہر ہوتے ہوئے چیخی۔

"خاموش رہو ورنہ۔" ڈک نے ریوالور کی نالی اس کے شوہر کی کنپٹی پر رکھ دی

"میرے بچے کہاں ہیں!" تھیلما نے آخر کار بے چارگی سے پوچھا۔ اس کے لہجے میں خوف کا عنصر تھا۔

"اپنے بستروں میں۔ سوائے ایلن کے۔" ڈاک نے جواب دیا۔

"سوائے ایلن کے؟ ..... وہ کہاں ہے؟"

"اس کا بستر خالی پڑا ہے۔ اور قطعی غیر شکن آلود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بستر میں سوئی ہی نہیں ہے۔"

یہ سن کر تھیلما جھپٹ کر پلنگ سے اتری اور ننگے پیر ہی دروازے کی طرف چل پڑی۔ ڈک بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ ان کے جانے کے بعد میں نے بارٹن کی طرف دیکھا ساتھ ہی بولا۔

"مسٹر بارٹن ابھی کچھ دیر بعد ہم بنک چل رہے ہیں۔"

"بنک؟ ... کیا مطلب؟" بارٹن غیر یقینی انداز میں حیرت سے بولا۔

"ہم تمہارا گھر لوٹنے نہیں آئے۔ بلکہ بنک کے لئے آئے ہیں۔"

"نہیں ..... نہیں نہیں۔ تم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔" بارٹن نے کہا اس کا چہرہ فق ہو چکا تھا۔

اسی وقت تھیلما اور ڈک کے لوٹنے کی آوازیں آنے لگیں۔ تھیلما سخت غصے میں تھی۔ اور پتہ نہیں کیا کیا بڑبڑا رہی تھی۔ دفعتاً دروازہ کھلا۔ اور تھیلما پیر پٹختی اندر داخل ہوئی۔ "وہ حرافہ پھر چھت پر چڑھ کر چلی گئی تھی۔" اس نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"لباس تبدیل کر لو مسز بارٹن۔" میں نے کہا۔

"لباس؟..... وہ کس لئے؟"

"ہم سب میک کے گھر چل رہے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

اب تمام معاملہ غالباً اس کی سمجھ میں آ چکا تھا۔ "لیکن مارجی اور ٹومی کہاں رہیں گے؟" وہ اپنے بچوں کے متعلق تشویش ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

"جب وہ اخباروں کی پھیری ختم کر لیں گے تو انہیں کبھی وہیں لے جایا جائے گا۔"

"لیکن تمہیں یہ سب باتیں کیونکر معلوم ہو گئیں؟" تھیلما نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے کہ انہوں نے تمام منصوبہ بڑی باریک بینی سے تیار کیا ہے۔" بارٹن مایوسانہ انداز میں بولا۔ "ہمیں اپنے بچوں کا خیال کرتے ہوئے ان کی ہر بات پر عمل کرنا ہوگا ..... چلو کپڑے پہنو۔"

چند منٹ کے اندر ہی دونوں میاں بیوی لباس تبدیل کر کے تیار ہو گئے۔

"ان دونوں کو لے کر چلتا ہوں۔" میں نے ڈک سے کہا۔ "اپنی کار کی چابیاں اور ڈوری کا ایک لچھا مجھے دے دو۔ ایلن اگر آ جائے تو تم اس کا خیال رکھنا۔ میں انہیں میک کے گھر چھوڑ کر ابھی واپس آ جاؤں گا۔ اور لڑکے کے ساتھ اخباروں کی پھیری پر جاؤں گا۔ اس کے بعد ہم ایلن اور دیگر بچوں کو بھی میک کے گھر لے چلیں گے۔"

بارٹن اور اس کی بیوی خاموشی سے کار میں بیٹھ گئے وہ جانتے تھے کہ ان کے دو بچے ڈک کے قبضے میں ہیں اس لئے کسی قسم کی شرارت سراسر خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

میں ان دونوں کو لے کر میک کے تہ خانے میں پہنچا تو برہنہ پاگل لڑکی کو دیکھ کر دونوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ لڑکی کے قریب ایک چادر بھی پڑی ہوئی تھی۔

"میں نے کئی مرتبہ اس پر چادر ڈالنے کی کوشش کی۔" ہیرس میرے قریب آکر کہنے لگا "لیکن وہ ایک ہی جھٹکے میں اسے دور پھینک دیتی ہے۔"

"تم ان سب کو اچھی طرح باندھ دو۔" میں بولا۔ "کیونکہ مجھے ابھی پھر واپس جانا ہے۔ تم یہاں اکیلے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تنہا دیکھ کر یہ سب تم پر قابو پالیں۔" اس کے بعد میں نے اسے ایلن کے متعلق بھی سب کچھ بتا دیا۔ اور ادھر آگیا۔

باہر آیا تو ایک پولیس کار گشت کرتی نظر آئی اور ہماری کرایہ کی گاڑی کے نمبروں پر چند لمحوں کے لئے روشنی ڈالتی ہوئی آگے نکل گئی۔ میں سمجھ گیا کہ اگر پولیس والوں نے اس گاڑی کو بار بار اس علاقہ میں دیکھ لیا۔ تو لازماً شبہ ہو جائے گا۔ چنانچہ فوراً دوڑ کر اندر گیا۔ اور تہ خانے کے سرے پر پہنچ کر ہیرس کو آواز دی۔

ہیرس میری آواز سن کر چند سیڑھیاں اوپر آیا۔ ساتھ ہی بولا۔ "اس عورت نے بکواس کر کر کے سب کو پریشان کر دیا ہے۔ کہتی ہے۔ کہ میک اور اس کی بیوی نے ایک پاگل لڑکی کو بیس برس سے قید میں رکھ کر سخت غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ اور دماغی ہسپتال میں نہ بھیج کر لڑکی پر الگ ظلم کیا ہے۔ اس کی زندگی تباہ کر دی ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔ میں اس کی لامتناہی بکواس سن سن کر تنگ آگیا ہوں۔ اگر کہو تو اس کے منہ پر بھی ٹیپ چپکا دوں۔"

"ٹھیک ہے۔ جو مناسب سمجھو کرو۔" میں نے جواب دیا۔ "اور میک سے پوچھو کہ اس کی کار کی چابیاں کہاں ہیں۔ میں کرایہ کی گاڑی لے کر پھیرے لگاؤں گا۔ تو خواہ مخواہ پولیس کو شبہ ہو جائے گا۔"

"میں ابھی پوچھ کر بتاتا ہوں۔" اتنا کہہ کر ہیرس نیچے چلا گیا۔ اور ایک منٹ

کے بعد ہی سیڑھیوں پر نمودار ہوتے ہوئے بولا۔ "کار کی چابیاں ڈرائنگ روم کی الماری میں ایک پیالے میں پڑی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تلاش کر لوں گا۔" میں نے کہا اور تہ خانے کا دروازہ بند کر کے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ چابیاں تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ پھر میں نے اپنی گاڑی تو مکان کے اندر لے جا کر کھڑی کر دی۔ اور میک کی اسٹیشن ویگن اسٹارٹ کر کے پارٹن کے مکان پر پہنچ گیا۔ مکان میں داخل ہوتے ہی بالائی منزل سے ڈک کی آواز آئی۔ "ایلن آگئی ہے۔ لیکن قطعی اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام رات پیتی رہی ہے۔"

میں نے جا کر دیکھا تو ایلن ٹانگیں پھیلائے پلنگ پر مدہوش پڑی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس کے جسم پر باریک سی انگیا اور زیر جامے کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ زیر جامہ ایسے کپڑے سے بنا ہوا تھا۔ کہ آر پار سب کچھ نظر آرہا تھا۔

"اسے دو لڑکے کھڑکی تک چڑھا کر گئے ہیں" ڈک بولا۔ "کھڑکی پورچ کی چھت سے زیادہ بلند ہے۔ اور وہ اس حالت میں ان کی مدد کے بغیر ہرگز اندر نہیں آسکتی تھی۔ اندر آکر اس نے اپنے تمام کپڑے یوں نوچ پھینکے جیسے ان میں آگ لگی ہوئی تھی۔ اور دھم سے بستر پر گر گئی۔ ایسا لگتا ہے۔ کہ وہ کئی تھے اور انہوں نے تمام رات اسے مصروف رکھا ہے۔"

"تم جلدی سے اسکے ہاتھ پیر باندھ دو۔ میں اتنے میں نیچے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر حالات پر غور کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نیچے آگیا۔

چند منٹ کے بعد ہی ڈک بھی نیچے آ گیا۔ "میں لڑکے اور لڑکی پر بھی نظر ڈال آیا ہوں۔ دونوں پرسکون ہیں۔ البتہ لڑکی غصے میں معلوم ہوتی ہے۔"

"خاموش رہو۔ میں ذرا سی دیر کے لئے تمام منصوبے پر از سر نو غور کرنا چاہتا ہوں۔" میری بات سن کر ڈک خاموش ہو گیا اور میں نے حالات اور واقعات کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔

ابھی پانچ منٹ بھی نہیں گذرے ہوں گے کہ مجھے اپنے پیچھے دائیں طرف سے ہلکی آواز میں سیٹی کی سی آواز سنائی دی۔ دو لمحوں کے بعد پھر وہی آواز آئی تو میں چونک گیا۔ ادھر مڑ کر دیکھا تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ڈک صوفے کی پشت سے سر ٹکائے اور آنکھیں بند کئے خراٹے لے رہا تھا۔

"انسان بنو۔" میں نے اس کے پیر پر ٹھوکر مارتے ہوئے غصے سے کہا۔ "کیا یہ سونے کا وقت ہے؟"

اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔ ساتھ ہی سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا "سو نہیں رہا تھا۔ بس ذرا آنکھیں بند کر لی تھیں ...... اخبارات کا بنڈل آ گیا ہے؟"

"ابھی نہیں۔ میں ذرا اوپر جا کر ٹومی کو تیار کرتا ہوں۔ تم سو نہیں گے نہیں اور اخبارات کی آمد پر فوراً مطلع کرو گے۔" یہ کہہ کر میں اوپر چلا گیا۔ اور ٹومی کے کمرے میں جا کر اس کے پلنگ کے بازو پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "ٹومی! میری بات غور سے سنو میں تم اور مارجری تینوں آج اخبارات کی پھیری پر جائیں گے۔ تم اخبارات تقسیم کرو گے جبکہ مارجری میرے پاس کار میں رہے گی۔ اگر تم نے چیخنے چلانے یا کسی کو بتانے کی کوشش کی تو تمہاری بہن کا گلا گھونٹ دیا جائے گا..... سمجھ گئے!"

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تو میں نے اس کے منہ پر سے ٹیپ اتار دی۔ اور رومال نکال لیا۔ پھر اس کے ہاتھ پیر کھول دیئے۔ "جاؤ جلدی سے لباس پہن کر تیار ہو جاؤ۔"

اس کے بعد میں مارجری کے کمرے میں گیا۔ اور پلنگ کی طرف دیکھ کر خود بخود مسکرانے لگا معصوم لڑکی کے ہاتھ پیر بندھے ہونے اور منہ پر ٹیپ کے باوجود بے فکری سے پڑی سو رہی تھی۔ میں نے شانہ پکڑ کر اسے جگایا تو آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی لیکن چند لمحوں کے بعد ہی سب کچھ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ "مارجری۔" میں نے نہایت نرم لہجے میں کہا۔ "اٹھو جلدی سے کپڑے پہن لو۔ میں اور تم آج اخبارات کی تقسیم کے لئے ٹومی کے ساتھ جائیں گے۔ مگر چیخنے چلانے کی کوشش مت کرنا ورنہ ہم تمہارے بھائی کو شوٹ کر دیں گے..... چلو اٹھو شاباش۔" یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ پیر کھول دیئے۔

لڑکی دو تین منٹ کے اندر ہی کپڑے پہن کر تیار ہو گئی اور میں اسے ٹومی کے کمرے میں لے آیا۔

"اخباروں کا بنڈل آ گیا ہے۔" نیچے سے ہیرس کی آواز آئی۔

"ٹھیک ہے ہم ابھی نیچے آتے ہیں۔" میں نے قدرے بلند آواز سے جواب دیا ٹومی کے کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ اور وہ کپڑے پہن کر بالکل تیار بیٹھا تھا۔ میں نے بتی بجھانے کے لئے سوئچ کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا۔ کہ وہ فوراً بول اٹھا۔

"مت بجھاؤ۔ اسے جلتی رہنے دو کیونکہ یہ روزانہ اس وقت جلتی رہتی ہے اور لوگ اس کمرے میں اس وقت روشنی دیکھنے کے عادی ہیں۔"

میں نے فوراً ہاتھ ہٹا لیا۔ اور بتی جلتی رہنے دی۔

"ایلین کہاں ہے؟" لڑکے نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"سو رہی ہے۔ ہوں۔" لڑکے کے لہجے میں طنز اور حقارت تھی۔

"کیا تم مارجری کے متعلق بھی اسی انداز میں سوچتے ہو؟"

"ابھی تو نہیں البتہ کچھ عرصہ بعد وہ بھی اسی کی لائن پر چل پڑے گی۔"

"حسن و جوانی اتنی سستی نہیں ہوتی۔" مارجری بولی۔ "ایلین بیوقوف ہے۔ جو اتنے سستے بھاؤ بیچ رہی ہے۔ خیر میں اتنے سستے داموں نہیں بکوں گی۔"

"ہوں۔" ٹومی نے نفرت سے کہا۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا یہ تمام معاملہ بنک سے متعلق ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر مارجری کی طرف گھوم کر بولا۔ "تم وائلن سیکھنے کے لئے ہفتہ میں کتنی مرتبہ جاتی ہو؟"

"صرف ایک مرتبہ ہر پیر کو۔" مارجری نے بتایا۔

"تمہارا منصوبہ نہایت شاندار ہے۔" ٹومی توصیفی انداز میں میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "اگر میں چند سال اور بڑا ہوتا تو یقیناً تمہارے ساتھ شامل ہو جاتا۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور ایک ترقی یافتہ اور پڑھے لکھے خاندان کے اندرونی حالات کے متعلق سوچنے لگا۔ کہ سارے بچے کس حد تک تباہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ سب کچھ والدین کی غفلت اور بے توجہی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے۔

دونوں کو لے کر نیچے پہنچا تو ڈک نے اخباروں کا بنڈل میری طرف بڑھا دیا۔

"اوہ یہ تو میک کی گاڑی ہے۔" ٹومی نے اسٹیشن ویگن کو دیکھتے ہی نعرہ لگایا۔ "کیا ممی اور پاپا وہیں ہیں؟"

"ہاں۔ آؤ بیٹھو۔" میں نے کہا۔ اور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ ٹومی میرے برابر آ گئے اور مارجری پیچھے بیٹھ گئی۔

مارجری ہر موڑ پر مجھے راستہ بتاتی جا رہی تھی۔ اور ٹومی کار کا دروازہ کھول کر ہر مرتبہ اخبار تہ کر کے دروازوں کی طرف پھینکتا جا رہا تھا۔

دفعتاً مجھے اپنے دل کی دھڑکن رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ بائیں طرف موڑ کاٹا ہی تھا۔ کہ وہی پولیس کروزر سامنے سے آ کر اسٹیشن ویگن کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ میرا حلق خشک ہو گیا۔ لیکن حواس مجتمع رکھے اور خبردار کن انداز میں ہاتھ مارجری کے شانے پر رکھ دیا۔ ٹومی جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اور پولیس کروزر کی طرف بڑھ گیا۔ میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

دوسرے ہی لمحہ کروزر کی کھلی کھڑکی میں ٹومی نے تہ کیا ہوا اخبار پھینکا اور پھرتی سے میرے برابر آ بیٹھا۔ پولیس کروزر دائیں طرف ہو کر تیزی سے آگے نکل گئی جب وہ کافی دور چلی گئی تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"یہ حرامزادے مجھ سے روزانہ ہی ایک اخبار مفت میں لے جاتے ہیں۔" ٹومی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

اخبارات کی تقسیم سے فارغ ہو کر بارٹن کے مکان پر واپس پہنچے تو ڈک صدر دروازے کے قریب ہی اندر کھڑا ہمارا منتظر تھا۔ "چلو جلدی سے ایلین کو لے آؤ۔ ہم بالکل تیار ہیں۔" میں نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

ڈک اوپر چلا گیا۔ اور چند منٹ کے بعد ہی ایلین کو سہارا دیتے ہوئے نیچے لے

آیا۔ اس نے ایلین کے شانوں پر بھاری کمبل ڈال رکھا تھا۔

"کتنی کمائی کی ہے آج رات؟" لوّمی نے ایلین کو دیکھتے ہی طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

"بکواس۔" اس کی بہن نے غصے سے آنکھیں نکال کر کہا۔ اب اس کی مدہوشی کسی حد تک کم ہو چکی تھی۔ "تم پولیس والے تو معلوم نہیں ہوتے۔" ایلین نے ڈک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"منہ بند رکھو کتیا کی بچی۔" ڈک نے اسے ڈانٹ پلائی۔ لیکن ایلین نے بڑی پھرتی سے اس کی پنڈلی کی ہڈی پر ٹھوکر جما دی۔ ڈک نے بھی غصے میں بھر کر اس کے پاؤں پر ٹھوکر ماری۔ جس کی وجہ سے اسے اتنی تکلیف ہوئی کہ فوراً پیر پکڑ کر بیٹھ گئی۔۔

اسٹیشن ویگن میں بیٹھتے ہی ایلین حشیش کے زیر اثر خوابوں کی دنیا میں پہنچ گئی میک کے مکان پر پہنچے تو ڈک تقریباً اٹھا کر ایلین کو اندر لے گیا۔ تہ خانے کے بالائی دروازے کے باہر ہیرس ہمارا منتظر تھا۔ چنانچہ ڈک اور وہ دونوں ایلین کو اٹھا کر نیچے لے گئے۔

مارجری اور لوّمی پھٹی پھٹی آنکھوں سے پاگل برہنہ لڑکی کو دیکھ رہے تھے ہیرس نے عقلمندی سے کام لے کر اس کے ہاتھ بھی کسی نہ کسی طرح باندھ دیئے تھے۔ اور وہ اب گوشے میں بیٹھی دانتوں سے ڈوریاں کاٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ہیرس اور ڈک دونوں نے ایلین کو لے جا کر اس کے والدین کے آگے ڈال دیا۔

"کیسے ماں باپ ہو تم لوگ۔" ڈک تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ "کہ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں

ہوتا کہ تمہارے بچے راتیں کہاں گزارتے ہیں؟"

تھیلما نے انتہائی بے چارگی کی حالت میں ڈک کی طرف دیکھا۔ لب ہلے لیکن کوئی جواب نہ دے سکی۔ ہیرس میرے قریب آیا۔ اور سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔

"مسز میک تم سے علیحدگی میں کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے باہر بھیج دو۔" اتنا کہہ کر میں تہ خانے سے باہر آ گیا دوسرے ہی منٹ شرلے بھی آ گئی اور ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر بولی۔ "دیکھو مسٹر بنک میں سائڈ ڈور سے فوراً آ گئے جو میز ہے اس کے نیچے کی طرف خطرے کے الارم کا سوئچ لگا ہوا ہے۔ خیال رکھنا کہ اس میز کے قریب کوئی نہ جائے۔"

اس قسم کے غیر متوقع تعاون کی مجھے ہرگز کوئی امید نہیں تھی۔ اور نہ ہی زندگی میں اس سے پہلے کبھی اس قسم کا تعاون حاصل ہوا تھا چنانچہ تعجب ہونا لازمی امر تھا

"اس تعاون کی کوئی معقول وجہ تو یقیناً ہو گی؟" میں نے کسی قدر بے نیازی سے کہا۔

"ہاں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ جانے سے پہلے تم ریچل کو ہلاک کر دو یہ تم لوگوں کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

"ہوں۔"

"اسے ہلاک کر کے تم ہم لوگوں پر بہت بڑا احسان کر دو گے" شرلے کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔ "میں نے اس مکان میں بیس برس قیدیوں کی طرح گزارے ہیں۔ نہ سیر نہ تفریح نہ پارٹیاں۔ بس اس مکان میں قید ہو کر رہ گئی ہوں۔ میں نے تمہیں ایک اہم راز کی بات بتائی ہے۔ اس لئے امید ہے کہ تم بھی میری یہ التجا نہیں ٹھکراؤ گے"

"ٹھیک ہے۔ میں اس پر غور کروں گا۔" میں انکار کر کے الجھن مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ گول مول جواب دے کر اسے ٹال دیا۔

ڈک اور ہیرس نے مل کر سب کے ہاتھ پیر باندھ دیئے تھے۔ اور سب کے سب تہ خانے میں بچھی دری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایلین نے کمبل اتار پھینکا تھا۔ اور خوابیدہ نگاہوں سے اپنے والدین اور بہن بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ پتہ نہیں زیر جامہ اس نے خود ہی اتار پھینکا تھا یا یہ کام ڈک نے کیا تھا۔ بہر حال اس وقت نہ اس کے جسم پر انگیا تھی اور نہ ہی زیر جامہ وہ بھی ریچل کی طرح مادر زاد برہنہ حالت دری پر پڑی ہوئی تھی۔

پروگرام کے مطابق مجھے اور ہیرس کو دونوں منیجروں کے ساتھ بنک جانا تھا۔ لیکن دو جوان اور برہنہ لڑکیوں کو دیکھ کر میں شش و پنج میں پڑ گیا۔ مجھے خدشہ تھا، کہ ڈک ہرگز اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے گا۔ اور یقیناً فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ میں نے عین وقت پر پروگرام تبدیل کرنے کے متعلق بھی سوچا۔ لیکن اس سے ڈک کے چڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ لہٰذا کوئی دوسری صورت نہ دیکھ کر ڈک کی طرف گھومتے ہوئے بولا۔

"میں اور ہیرس انہیں لے کر چلتے ہیں تم باقیوں پر نظر رکھنا اور چوکنے رہنا۔ ہم دونوں اگر نو بجکر بیس منٹ تک واپس نہ آئیں تو سمجھ لینا کہ تم آزاد ہو اور جو بھی دل چاہے کرنا۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" ڈک نے جواب دیا وہ ابھی سے لڑکیوں کی طرف للچائی للچائی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"بنک کے سائڈ ڈور کی چابی کہاں ہے؟" اس نے میک سے پوچھا۔

"اسٹیشن ویگن کی چابیوں کے ساتھ ہی ہے۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تو آؤ چلیں۔" میں بولا۔ "لیکن خبردار۔ اگر تم میں سے کسی نے بھی کوئی ذرا سی بھی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا کہ تمہارے بیوی بچے ہمارے آدمی کے قبضے میں ہیں۔"

باہر نکلے تو ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ صبح ہونے میں بھی ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ ہیرس نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ اور ان دونوں کو لے کر پیچھے بیٹھ گیا۔

"تمہاری بیوی کو کیا حق ہے ہم پر تنقید کرنے کا۔" گاڑی کے چلتے ہی میک پارٹن سے بولا۔ "میں نے جو بھی مناسب سمجھا کیا۔ کسی کو ہمارے گھریلو معاملات میں ٹانگ اڑانے کا کیا حق ہے۔ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ وہ میری واحد اولاد ہے ذرا خود ہی سوچو کہ میں اسے پاگل خانے کے جہنم میں کیونکر جھونک دیتا۔"

پارٹن نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شاید موجودہ حالات پر غور کر رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم بنک تک پہنچ گئے۔ ہیرس نے گاڑی پارک میں کھڑی کر دی۔ پھر گاڑی سے اتر کر چابیاں میک کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "چلو چل کر دروازہ کھولو۔"

ڈک کا ہاتھ جیکٹ کی جیب میں ریوالور کے دستے پر تھا۔

میک نے چابیاں لیں اور آگے آگے چل کر دروازے کا قفل کھول دیا۔ ایک قطار میں چلتے ہوئے ہم سب بنک میں داخل ہو گئے۔ دروازے سے آگے دائیں طرف وہ میز تھی۔ جس کے ساتھ خطرے کے الارم کا سوئچ لگا ہوا تھا۔ اور جس کا تذکرہ شرلے نے کیا تھا۔ میں پوری طرح چوکنا تھا۔ کہ اس میز کی طرف کوئی نہ جائے۔

"ان دونوں کو ان کے اپنے اپنے آفس روم میں کرسی پر بٹھا کر باندھ دو۔" میں نے ہیرس کو ہدایت کی۔ وہ ان دونوں کو آگے لگا کر لے گیا اور چند ہی منٹ کے بعد دونوں کو باندھ کر واپس آ گیا۔

اب ہمارے پاس وقت گزارنے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔ بہر حال فار
وقت سے فائدہ اٹھا کر میں نے تفصیلی لائحہ عمل ذہن میں تیار کر لیا تھا۔ لاونج
لئے صرف ایک دروازہ تھا۔ چنانچہ میں نے سوچ لیا تھا کہ ملازمین جوں جوں آتے جا
گئے انہیں ہانک کر لاونج میں لے کر مقفل کر دیا جائے گا۔

وقت گزارنا دوبھر ہو رہا تھا۔ میں نے اور ہیرس نے آدھ آدھ گھنٹے کی ڈ
دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ بیرونی دروازے اور کار پارک پر نصف گھنٹے تک نظ
رکھنا پہلی مرتبہ میری ڈیوٹی میں شامل تھا۔ نصف گھنٹے کے بعد ہیرس نے ڈیوٹی سنبھال
لی تو میں اندر ہال میں چلا گیا۔ اور مختلف میزوں کی درازیں کھول کھول کر چیک کر
لگا۔ جلد ہی مجھے اپنی مطلوبہ چیزیں مل گئیں۔ میں دراصل گتے کے ایک خالی ڈبے کی تلا
میں تھا۔ اور آخر کار چیک بکیں بھیجنے کا ایک خالی ڈبہ مجھے مل گیا۔ سائز بھی بہت موزو
تھا۔ اس کے بعد ایک دراز سے مجھے گم ٹیپ اور ایڈریس سلپیں بھی مل گئیں۔ ایک او
دراز سے بال پوائنٹ قلم اور ڈاک ٹکٹیں بھی مل گئیں۔ ایک سلپ پر کر میں نے اس
بڑے اور خوشخط الفاظ میں" ڈاکٹر شیر افضل۔ اسٹیٹ ہسپتال۔ فلور یڈا
لکھا اور اوپر کی جانب "فسٹ کلاس میل" کے الفاظ تحریر کر کے ڈبہ اور دیگر چیز
اپنی جیکٹ کی جیب میں ڈال لیں۔

ساڑھے آٹھ بجے میں نے بارٹن کو کھولا اور کاونٹر کے پیچھے لے جا کر ایسی جگہ
کھڑا کر دیا۔ جہاں اسے آنے والے تمام ملازمین کھڑا ہوا دیکھ سکیں۔ پھر اس کے پیر
زنجیر باندھ کر زنجیر کا دوسرا سرا کاونٹر کی ٹانگ سے باندھ دیا۔ یہ میں نے اس لئے کیا
تھا۔ تاکہ کسی ملازم کو غیر معمولی حالات کا شبہ نہ ہو سکے۔ آٹھ بج کر پینتیس منٹ پر ہیرس

نے صدر دروازے کے اندر کی طرف دروازے کے پیچھے مورچہ سنبھال لیا۔ تاکہ اندر
آنے والے کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔ آٹھ بج کر اکتالیس منٹ پر بینک کا باوردی محافظ
اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر عورت بھی تھی جس نے ہاتھ میں چھتری
اٹھائی ہوئی تھی۔

"صبح بخیر مسٹر بارٹن۔" عورت نے اندر داخل ہوتے ہی مسکراتے ہوئے بارٹن
کو دیکھ کر کہا۔ لیکن اسی وقت ریوالور تانے ہیرس سامنے آ گیا جسے دیکھ کر اس کا چہرہ
فق ہو گیا اور چیخ گلے میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ ہیرس ریوالور تانے ان دونوں کو ہانک کر لاونج
میں لے گیا۔ اور میں نے دروازے کے پیچھے ہیرس کی جگہ سنبھال لی۔ ہیرس نے محافظ
اور عورت دونوں کو لاونج میں مقفل کر دیا۔

آٹھ بج کر چالیس منٹ پر مزید تین ملازم اندر داخل ہوئے جنہیں میں پسٹل پوائنٹ
پر لاونج میں لے گیا۔ اور ہیرس دروازے کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔ اس کے بعد میں اور ہیرس
باری باری ہر آنے والے کو ہانک کر لاونج میں لے جاتے رہے۔ میری ہدایت پر ہیرس
نے گتے کا بورڈ بھی دروازے کے باہر لٹکا دیا۔

آٹھ بج کر اٹھاون منٹ پر رش کم ہو گیا۔ لاونج کے لئے واحد دروازہ ہیرس
نے مقفل کر دیا تھا۔ اور اب قریب ہی پوری طرح چوکنا کھڑا تھا۔

"اب میں بارٹن اور میک کو لے کر والٹ کی طرف جاتا ہوں۔" میں نے ہیرس سے
کہا۔ "ہوشیار رہنا صدر دروازہ بھی اندر سے مقفل کر دو۔ اگر کوئی دروازہ کھٹکھٹائے
تو ہوشیاری سے کھولنا اور اسے بھی لاونج میں لے جا کر بند کر دینا۔۔۔۔ مجھے
اپنا چاقو بھی دے دو۔"

پارٹن اور میک دونوں کو کھول کر میں نے آگے لگا لیا۔ ساتھ ہی بولا۔ "اگر تم دونوں میں سے کسی نے بھی کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تو اس کے بیوی بچے زندہ نہیں رہیں گے۔ ..... اور اچھی طرح کان کھول کر سن لو یہ میں پوری سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔"

والٹ کے اوپر سرخ لائٹ جل رہی تھی میری گھڑی کے مطابق نو بجکر آٹھ سیکنڈ پر سرخ بتی خود بخود بجھ گئی اور سفید لائٹ جل گئی۔ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان دونوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ اور انہیں کیا کرنا ہے پہلے پارٹن آگے بڑھا اور بھاری کومبی نیشن ڈائل کو پہلے دائیں اور پھر ایک مرتبہ بائیں طرف گھما کر پیچھے ہٹ گیا۔ ڈائل کو اس نے اپنے جسم کی آڑ میں رکھ کر گھمایا تھا۔ اس کے ہٹتے ہی میک آگے بڑھا۔ اس نے بھی قریباً وہی عمل دہرایا اور پھر ہینڈل کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے بھاری دروازہ کھول دیا۔

"اندر چلو" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ وہ دونوں بلا چوں وچرا اندر چلے گئے ان کے پیچھے ہی میں بھی فولادی کمرے میں داخل ہو گیا۔ ایک گوشے میں سامان ادھر ادھر لے جانے والی گاڑی کھڑی تھی۔ یہ گاڑی ایسی تھی۔ جیسی بچہ گاڑی ہوتی ہے اور جسے ہاتھوں سے دھکیل کر ادھر ادھر لے جایا جاتا ہے۔ گاڑی پر کینوس کے کئی تھیلے تھے۔ جو بھرے ہوئے تھے۔ اور سرخ لاکھ سے سربمہر تھے۔ میں نے سات تھیلے اٹھا اٹھا کر والٹ کے فرش پر ڈال دیئے۔ تین تھیلے بہت بھاری تھے۔ ٹٹولنے سے معلوم ہوا کہ ان میں سکے تھے۔ چنانچہ میں نے ان تینوں کو نظر انداز کر دیا۔ پھر جیب سے ہیرن والا چاقو نکال کر باری باری تمام تھیلوں کو تھوڑا تھوڑا پھاڑ کر دیکھا

دو تھیلوں میں کینسل شدہ چیکوں کے بنڈل تھے۔ اور باقی دو میں نئے نوٹوں کی گڈیاں بنڈلوں کی شکل میں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے وہ دونوں تھیلے اٹھا کر گاڑی پر رکھ دیئے۔

"کیا یہ والٹ ہوادار ہے؟" میں نے پارٹن سے پوچھا۔

"ہاں۔" پارٹن نے مختصر جواب دیا۔

"تو پھر مجھے افسوس ہے کہ تم دونوں کو اس وقت تک اس میں بند رہنا ہوگا۔ جب تک کہ کوئی آکر نہ نکالے۔" یہ کہہ کر میں گاڑی کو دھکیل کر باہر لے آیا اور اس کے بعد دروازہ بند کر کے ڈائل کو الٹے سیدھے کئی چکر دے دیئے۔

"تم جا کر اسٹیشن ویگن کو دروازے کے قریب لے آؤ۔" ہتھ گاڑی کو ہیرن کے قریب لے جا کر کھڑی کرتے ہوئے میں نے کہا۔

"تو یہ ہے وہ مال!" ہیرن کی باچھیں تھیلوں کو دیکھ کر کھل گئیں اور وہ دوڑتا ہوا دروازے کی طرف چلا گیا۔

ایک منٹ کے اندر ہی ہیرن بینک کی اسٹیشن ویگن کو دروازے کے قریب لے آیا میں نے دونوں تھیلے اٹھا کر ویگن میں ڈالے اور ہتھ گاڑی کو ٹھوکر مار کر واپس بینک میں دھکیل دیا۔ پھر فوراً ہی دروازہ بند کر کے مقفل کر دیا تاکہ بغیر چابی کے اسے کوئی نہ کھول سکے وہ ایک منٹ ہمارے لئے سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ کیونکہ اگر کوئی ہمیں یہ ساری کارروائی کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو شبہ ہو جانا یقینی امر تھا۔

اسٹیشن ویگن میں بیٹھ کر روانہ ہوتے تو نو بجکر آٹھ منٹ ہو رہے تھے۔ گاڑی ہیرن چلا رہا تھا۔ میں نے جیب سے خالی ڈبہ نکالا۔ اور اس پر پتہ کی سلپ چپکا کر ڈاک کے ٹکٹ لگا دیئے پھر ایک تھیلے میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی چند گڈیاں نکالیں۔ سو سو ڈالر کے نوٹوں کی دو

گڈیاں بنے دیں۔ اور باقی واپس تھیلے میں ہی گھسیڑ دیں۔ پھر دونوں گڈیاں ہیرس کی ناک کے سامنے لہراتے ہوئے بولا۔

"مسٹر ہیرس! میں ایک پرانے قرض کی ادائیگی کرنے لگا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ضرور کرو۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اسکیمر کا کمیشن ادا کر رہا ہوں۔

میک کے مکان تک پہنچے تو میں دونوں گڈیوں کو ڈبے میں رکھ کر ڈبے کو چپاں ٹیپ سے اچھی طرح بند کر چکا تھا۔

"میں اندر جا کر ڈک کو لے آتا ہوں۔" گاڑی میک کے مکان کے قریب پہنچی میں نے کہا۔ "تم اتنے میں یہ دونوں تھیلے کرایہ کی کار میں منتقل کر دو اور اس گاڑی کو جا کر گیراج میں کھڑی کر دو۔"

"ٹھیک ہے۔" ہیرس نے مختصر جواب دیا۔

میں عقبی دروازے سے اندر جا کر جوں ہی باورچی خانے میں داخل ہوا فوراً سمجھ گیا کہ کچھ گڑبڑ ہے تہ خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور مکان کے اگلے حصے کی طرف سے کسی کے بولنے کی آواز آ رہی تھی۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔

پستول نکال کر ہاتھ میں پکڑا اور ڈائننگ روم سے گزر کر فرنٹ ہال میں گیا ایک گوشے میں ایلن کھڑی ٹیلیفون کے ماؤتھ پیس میں پتہ نہیں کیا کہہ رہی تھی۔ وہ سرتاپا برہنہ تھی

"میں مینجر بارٹن کی لڑکی بول رہی ہوں۔" قریب پہنچنے پر میں نے اس کی آواز سنی۔ وہ بہت تیز تیز بول رہی تھی۔ "نہیں میں تسلی سے بات نہیں کر سکتی ..... دو تین ڈاکو تھے۔ وہ بنک ....." میں نے دو ہی چھلانگوں میں اس تک پہنچ کر پستول

کا دستہ پوری قوت سے اس کی گدی پر جما دیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر گیا۔ اور وہ خود بھی کٹے ہوئے تنے کی مانند فرش پر آ رہی۔ وہ بیہوش ہو چکی تھی۔

اس کے بعد میں تہ خانے کے دروازے کی طرف دوڑا اور بیک وقت دو۔ دو سیڑھیاں کر کے اترا تو دیکھا کہ سامنے چوبی دیوار والا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ چند سیکنڈ کے لئے تو ہکا بکا رہ گیا۔ تھیلما، شرلے، ٹومی اور مارجری دائیں طرف کی دیوار کے ساتھ لگے ہوئے سہمے سہمے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ پاؤں اسی طرح بندھے ہوئے تھے۔ ان سب کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ اور سب کے سب ایک ہی سمت نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ میں نے نظریں گھمائیں تو دیکھا کہ پاگل برہنہ لڑکی ڈک کے سینہ پر سوار تھی اور دونوں ہاتھوں کی فولادی انگلیاں ڈک کے گلے پر تھیں۔ ڈک کا چہرہ سیاہی مائل نیلگوں ہو چکا تھا۔ بائیں طرف فرش پر پڑا ہوا کیمرہ اسٹینڈ اور اُلٹا ہوا مووی کیمرہ اس بات کے غماز تھے۔ کہ ڈک وہاں پر اپنا وقت کس مصروفیت میں گزارتا رہا ہے۔

میں داخل ہوتے ہی جست لگا کر اس پر جھپٹا۔ لیکن اس نے میرا پیر دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ میں نے پیر چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن اس کی آہنی گرفت سے اپنا پیر آزاد نہ کر سکا۔ یہی نہیں بلکہ وہ زور لگا کر میرا پیر گھسیٹ رہی تھی۔ اور مجھے فرش پر گرانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ میں نے تنگ آ کر پستول کا دستہ پوری طاقت سے اس کی کھوپڑی پر دے مارا۔ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اور وہ خود بھی فرش پر لڑھک گئی۔ میں نے جھک کر ڈک پر ایک نگاہ ڈالی اور فوراً ہی اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ نبض ٹٹولنے یا حرکت قلب محسوس کرنے کی اب کوئی ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔ کیونکہ وہ

اپنی حماقتوں کی سزا پا چکا تھا۔

کیمرے میں موجود فلم کو کسی بھی قیمت پر وہاں نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ کیونکہ ڈک سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔ وہ فلم ہمارے خلاف انتہائی خطرناک ثبوت بھی فراہم کر سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے ٹوٹے ہوئے کیمرے سے فلم نکال لی۔ اور رول جیب میں ڈالتے ہوئے کیمرہ وہیں پھینک دیا۔

"خدا کے لئے ہمیں یوں اس کے پاس چھوڑ کر نہ جاؤ۔ ورنہ وہ ہم سب کو ہلاک کر دے گی۔" شرلے نے گھگھیاتے ہوئے التجا کی۔

میں نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آگیا۔ میں جانتا تھا۔ کہ رکیل کو ہوش آنے سے پہلے ہی پولیس وہاں پہنچ جائے گی باہر نکلا تو ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ "ڈک اللہ کو پیارا ہو چکا ہے۔" میں نے کرایہ کی کار میں آگے ہیرس کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو چلیں۔ اب یہ مال تین کی بج صرف دو حصوں میں تقسیم ہوگا۔"

"ک.....کہ کیا ہوا" ہیرس نے بمشکل کہا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔

"جلدی چلو۔ پولیس بس پہنچنے ہی والی ہے۔" میں نے عقبی سیٹوں کی طرف نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ اور جب تھیلے نظر نہ آئے تو فوراً بولا۔ "مال کدھر گیا؟"

"پیچھے ڈکی میں۔"

"سیدھے ٹورسٹ ہوم کی طرف چلو جہاں میری فوکس ویگن کھڑی ہے"

ہمارے درمیان مزید کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہیرس کچھ زیادہ ہی پریشان دک دے رہا تھا۔

"اس طرح گھبرانے سے کام نہیں چلے گا۔" میری فوکس ویگن کے پیچھے اس نے گاڑی روکی تو میں نے کہا۔ اب یوں کرو کہ تم اسی گاڑی میں ہائی وے پر پہنچ کر فلاڈلفیا کا رخ کرو۔ میں اپنی فوکس ویگن میں تمہارا پیچھا کروں گا۔ اگر خدا نخواستہ ہم بچھڑ جائیں تو اسٹار فورڈ ہوٹل میں کوئی کمرہ لے کر میرا انتظار کرنا۔ اور کار کو ہوٹل کے گیراج میں کھڑی کر دینا.... فکر نہ کرو اگر عقلمندی سے کام لیا تو یہ مال ہم اب بھی ہضم کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ پھیکی اور مایوسی کا رنگ لئے ہوئے تھی۔

"ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔" میں نے دروازہ کھول کر اترتے ہوئے کہا۔ "گاڑی کی رفتار قانونی حد کے اندر ہی رکھنا۔" اتنا کہہ کر میں اتر گیا۔ اور اپنی فوکس ویگن میں جا بیٹھا۔

اگلے ہی موڑ پر ہیرس کی کار رک گئی۔ میں نے بھی اپنی گاڑی اس کے پیچھے روک دی کیونکہ آگے سرخ سگنل تھا۔ میں نے دیکھا کہ سڑک کے کنارے رکھا ہوا لیٹر بکس بالکل قریب تھا۔ چنانچہ جلدی سے اترا اور گتے کا ڈبہ جس پر ڈاکٹر افضل کا پتہ تحریر تھا لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ اور جوں ہی واپس آیا ٹریفک کھل گیا۔

ہیرس کی گاڑی کے پیچھے چلتے ہوئے مجھے رہ رہ کر خیال آرہا تھا۔ کہ ہیرس اس وقت ڈک کی حاصل کردہ کرائے کی گاڑی چلا رہا ہے۔ جبکہ خود اس کی کار بینک کے قریب پارک میں کھڑی رہ گئی ہے۔ اگر واقعات عین منصوبے کے مطابق پیش آتے تو ہمیں وہ گاڑی لینے کے لئے دوبارہ بینک جانا تھا۔ لیکن اب پولیس اس گاڑی

پر قبضہ کرکے سراغ لگانے کی پوری کوشش کرے گی۔ لیکن اب اس وقت اس کار کو
لینے کے لئے بنک کے علاقہ میں جانا سخت خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ممکن ہے
کرایہ پر گاڑی دینے والا کلرک ہیرس کو پہچان لے۔

شہری حدود سے نکل کر دیہاتی علاقے میں داخل ہوئے تو میں نے گلو کمپارٹمنٹ
میں سے اپنی سرخ رنگ کے بالوں کی وگ نکالی اور سرمئی وگ سر سے اتار کر وہ چڑھالی
کسی مناسب جگہ گاڑی تھوڑی دیر کے لئے روک کر میں اپنے چہرے کے میک اپ
میں بھی کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا۔

سڑک کے ادھر ادھر کھڑے درخت جب کچھ زیادہ ہی تیزی سے پیچھے کی جانب
دوڑتے معلوم ہوئے تو میں نے رفتار پیما پر نگاہ ڈالی۔ ہیرس بہت زیادہ رفتار سے
جا رہا تھا۔ میں نے اپنی گاڑی کی رفتار کچھ کم کر دی۔ اور دوسرے ہی منٹ میری اور
اس کی گاڑیوں میں فاصلہ بڑھنے لگا۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ خوف اس کے اعصاب پر
غالب آ چکا تھا۔ اور وہ خوفزدگی کی حالت میں متواتر رفتار بڑھائے چلا جا رہا تھا
میں دیکھ رہا تھا۔ کہ بارش سے بھیگی سڑک پر اس کی گاڑی بے قابو ہو کر بار بار دائیں
بائیں پھسل رہی تھی۔ دو چار منٹ کے اندر ہی اس کی گاڑی میری نظروں سے
اوجھل ہو گئی۔ آگے ایک دو موڑ بھی تھے۔

میں جیسے ہی پہلے موڑ سے نکلا۔ مجھے سڑک پر ٹائروں کی سیاہ رگڑ کے نشانات
نے چونکا دیا۔ ہیرس کی گاڑی کا ڈھانچہ سڑک کے عین درمیان میں کھڑا تھا۔ بلکہ پڑا
تھا۔ کہنا زیادہ درست ہوگا۔ ڈرائیور والی سائڈ کنارے کے درخت سے اس شدت
سے ٹکرائی تھی۔ کہ گاڑی ٹکر کھا کر چکراتی ہوئی واپس سڑک پر آ کر رک گئی تھی سڑک

پر دور دور تک مختلف پرزے اور لکڑی اور لوہے کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے گاڑی
کا اگلا حصہ دھوئیں میں اس طرح ملفوف تھا۔ کہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ پٹرول کی ٹنکی سے
پٹرول بہہ بہہ کر سڑک پر پھیل رہا تھا۔ یہ سب کچھ میں نے ایک ہی نظر میں دیکھ
لیا۔ اور ابھی میں اپنی گاڑی سڑک کے ایک طرف کھڑی کر کے باہر نکل ہی رہا تھا۔ کہ
انجن سے ایک تیز شعلہ بھڑکا۔ اور سڑک پار کر کے میرے پہنچتے پہنچتے ساری گاڑی
نے آگ پکڑ لی۔

قریب جلنے سے چڑ چڑ اور تڑ تڑ کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ میں نے کچھ قریب ہو
کر ڈرائیور والی سائڈ پر نگاہ ڈالی تو ایک ہی نگاہ کافی تھی۔ ہیرس کو اب کسی بھی
امداد کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی گردن ٹوٹ چکی تھی۔ اور اب پوری طرح گھوم کر
بائیں شانے پر ٹکی ہوئی تھی۔ منہ کے گوشے سے خون بہہ بہہ کر شانے اور پشت کو
پوری طرح تر کر چکا تھا۔

میں بائیں بازو سے اپنے چہرے اور آنکھوں کو دھوئیں اور شعلوں سے بچاتا
آگے بڑھا اور سوچ میں لگی چابیاں کھینچ لیں کیونکہ لوٹ کی رقم پیچھے ڈکی میں مقفل
تھی۔ پھر پھرتی سے نیچے کو لپکا تاکہ ڈکی کا قفل کھول کر دونوں تھیلے نکال لوں۔ مگر شعلوں
کی تپش نے مجھے پیچھے دھکیل دیا۔ کار کا پچھلا حصہ بھی دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ میں ہمت
کر کے پھر آگے بڑھا لیکن اسی وقت ڈاکٹر افضل کے الفاظ میرے کانوں میں گونج اٹھے
"غور سے سن لو کہ جسم کے یہ حصے دوبارہ ہرگز نہ جلنے پائیں۔ کیونکہ جو کچھ میں اس مرتبہ تمہارے
لئے کر رہا ہوں۔ دوبارہ دنیا کا کوئی بھی ماہر نہیں کر سکے گا۔"

میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر خیال آیا۔ کہ میری ساری جدوجہد اور محنت کا صلہ اس

ڈکی میں بند ہے۔ چنانچہ مصمم ارادہ کر کے ایک مرتبہ پھر آگے بڑھا۔ لیکن سرخ و سبز شعلوں کی ناقابل برداشت تپش نے مجھے پھر پیچھے دھکیل دیا۔

"لعنت ہے۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔ اور تھیلے نکالنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

میں چند گز کے فاصلے پر کھڑا سوا دو لاکھ ڈالر کے نوٹوں کو جلتا دیکھتا رہا۔ ابھی دو سکنڈ بھی نہیں گزرے تھے۔ اسی موڑ سے گزر کر ایک کار آتی دکھائی دی ڈرائیور نے سڑک پر دھڑا دھڑ جلتی کار کو دیکھا تو دور پیچھے ہی رک گیا۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے چیخ کر اسے ایمبولینس لانے کے لئے کہا تو وہ جلتی کار کے قریب سے گزر کر تیزی سے آگے نکل گیا۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ وہ اپنی کار سے نکل کر قریب سے مجھے یا جلتی کار کو دیکھے۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ہاتھ میں پکڑی چابیاں واپس جلتی کار میں پھینک دیں۔ اور خود اپنی فوکس ویگن میں بیٹھ کر گاڑی موڑتے ہوئے اسی طرف روانہ ہو گیا۔ جدھر سے آیا تھا۔ چند میل آگے دائیں طرف فلاڈلفیا کو جانے والی ہائی وے تھی۔ چنانچہ اسی پہ ہو لیا۔ اور آدھ گھنٹے کے اندر ہی اسٹار فورڈ پہنچ گیا۔

۱۴

چھ ماہ کے بعد کہیں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ اس رات میک کے مکان پر کیا

واقعات پیش آئے تھے۔ اسٹار فورڈ پہنچ کر پہلے تین روز تو میں نے ہوٹل کے کمرے میں قید ہو کر گزارے اور جب قدرے اطمینان ہو گیا۔ کہ فوری خطرہ ٹل گیا ہے تو ٹیکساس چلا گیا۔ وہاں میں نے بطور مینیجر لکڑی چیرنے کے ایک چھوٹے سے کارخانے میں تین ماہ تک ملازمت کی۔ پھر دل اچاٹ ہو گیا۔ اور تبدیلی کی خاطر اوکلاہاما چلا گیا۔ وہاں بھی دو ماہ تک ایک جگہ ملازمت کرتا رہا۔ اس کے بعد ملازمت ترک کر کے لاس انجلز کا رخ کیا۔ چند دن کے بعد ایک تنگ سی گلی میں مجھے فوٹو گرافر کی ایک چھوٹی سی دکان نظر آئی۔ اور میں نے اسے وہ رنگین فلم ڈویلپ کرنے کے لئے دے دی۔ جو میں نے ڈک کے ٹوٹے کیمرے سے نکالی تھی۔ فوٹو گرافر کے سامنے جب میں نے یہ شرط پیش کی کہ میں خود ڈارک روم میں اس کے پاس موجود رہنا چاہتا ہوں تو پہلے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ لیکن میرے اصرار اور لالچ کے زیر اثر آخر کار مان گیا۔ میں یہ کسی بھی قیمت پر نہیں چاہتا تھا۔ کہ وہ ڈپلیکیٹ نیگیٹو بنا لے۔ اسی لئے میں ڈارک روم میں تمام وقت موجود رہنا چاہتا ہوں۔

فلم ڈویلپ ہو گئی تو ایک رات میں ایک چھوٹا سا پروجیکٹر کرایہ پر حاصل کر کے ہوٹل میں اپنے کمرے میں لے آیا۔ اور اس پر فلم چلا کر دیکھی۔ پہلا منظر جو نظر آیا وہ ہوائی اڈے کی کار پارک کا تھا۔ بھاری کولہوں والی ایک لڑکی مٹکتی ہوئی سڑک پر چلتی نظر آ رہی تھی۔ اس کے بعد اچانک میک کے مکان میں تہ خانے کا منظر آ گیا۔ سر تا پا برہنہ پاگل لڑکی ٹکٹکی باندھے کیمرے کی طرف دیکھ رہی تھی اس کا ایک ایک انگ صاف نظر آ رہا تھا۔

چند لمحوں کے بعد ایلین کا رقص شروع ہو گیا۔ اس کے جسم پہ ایک تار بھی

نہیں تھا۔ وہ کئی منٹ تک کیمرے کے سامنے ناچتی رہی۔ اور رقص کے کئی انداز پیش کئے۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے عیاں تھا۔ کہ وہ یہ سب کچھ بخوشی نہیں کر رہی تھی۔

بات دراصل یہ تھی۔ کہ دو برہنہ لڑکیوں کو فلمانے کا موقع ملا تو ڈک نے موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی۔ اور انجام و عواقب کی پرواہ کئے بغیر اس کام میں ایسا منہمک ہوا کہ کچھ ہوش نہ رہا کہ کیا کر رہا ہے۔ اور جو کچھ کر رہا ہے اس کا موقع بھی ہے یا نہیں۔

مزید چند سیکنڈ کے بعد جو منظر نظر آیا اس نے مجھے مبہوت کر دیا۔ لباس سے آزاد ہو کر ڈک مادر زاد برہنہ حالت میں خود اپنے کیمرے کے سامنے آ گیا تھا اور ایلین کے ساتھ مل کر ٹوئسٹ ناچ رہا تھا۔ اس سے بھی تسکین نہیں ہوئی تو جوش کی حالت میں پاگل ریچل کی طرف بڑھ گیا۔ پہلے تو ریچل مسکرائی جس سے ڈک کا حوصلہ کچھ اور بڑھ گیا۔ اور اس نے پاگل لڑکی کو اپنی آغوش میں لے کر بھینچنا شروع کر دیا۔ مگر پھر دفعتاً ریچل کو پتہ نہیں کیا ہوا۔ کہ چہرے کے تاثرات یکسر بدل گئے غیظ و غضب کی حالت میں اس نے فولادی پنجے ڈک کی گردن میں گاڑ دیئے۔ ڈک نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن ریچل کی آہنی گرفت سے اپنا گلا آزاد نہ کر سکا۔ اور آخر کار بے جان لاش بن کر بمع ریچل فرش پر آ رہا اس دوران ایلین دیوار سے لگی بے نیازی سے قہقہے لگاتی رہی۔

مجھے اس فلم کو دوبارہ چلانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور بے دلی سے اٹھ کر پروجیکٹر بند کر دیا۔ اس کے بعد فلم نکال کر غسل خانے میں چلا گیا۔ اور ساری فلم

جلا کر راکھ گٹر میں بہا دی۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ فلم کو کسی گملے میں دبا کر ڈک کی قبر پہ رکھ دیتا۔ بہر حال اب سوچ رہا ہوں۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اسکیمر کی کمیشن بھی ادا کرنی ہے۔ ساڑھے بارہ فیصد نہ سہی۔ لیکن کچھ نہ کچھ تو اسے دینا ہی پڑے گا۔ ورنہ آئندہ کے لئے بلیک لسٹ ہو جاؤں گا۔ سوچتا ہوں کہ کولوریڈو میں دفن تھیلی نکال کر کچھ اسکیمر کو دے دوں اور باقی سے اپنا کام چلاؤں لیکن پھر خیال آتا ہے۔ کہ وہ رقم کسی برے وقت کے لئے ہی پڑے رہنے دوں ایک خیال یہ بھی آتا ہے کہ نواڈا جا کر کچھ دن ہیزل کی قربت میں گزار دوں۔ ہیزل جیسی وفا شعار عورت آجکل کے زمانے میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ بہر کیف ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں ہر وقت اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا رہتا ہوں۔ کہ آئندہ زندگی کے لئے کونسی راہ اختیار کروں۔

ختم شد

ایف ایم صدیقی

کامران سیریز کی ۱۳۱ ویں پیشکش

وطن کے غدار

امریکہ کے صدارتی انتخابات منعقد ہو رہے تھے۔ لیکن شیل سکاٹ ان انتخابات میں کسی طرح ملوث نہ تھا۔ مگر انتخابات سے صرف تین دن پہلے حالات نے ایک عجیب کروٹ بدلی اور خواہی نخواہی شیل سکاٹ کو بھی ان انتخابات میں ملوث ہونا پڑا۔

لیکن شیل سکاٹ کا ملوث ہونا تھا۔ کہ اس پر قیامت ٹوٹ پڑی امریکہ کے خواص و عوام اور سارے خطرناک بدمعاش اس کے جانی دشمن بن گئے اور اس کی ہواؤں کو بھی پتھر مارنے لگے۔

لیکن باہمت شیل سکاٹ نے ہمت نہ ہاری اور تمام آفات و مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جس کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ امریکہ کی صدارت پر بدمعاشوں کی خطرناک ترین جماعت مافیا کا ایک گرگا قابض نہ ہو سکا۔ اور دوسرا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شیل سکاٹ کے سارے دلدر دور ہو گئے۔

تفصیل کے لئے کامران سیریز کا اگلا شمارہ پڑھیں جسے رچرڈ ڈالیس راتھر نے لکھا اور کامران سیریز کے لئے آپ کے جانے پہچانے مترجم سراج الدین شیدا نے ترجمہ کیا۔

کامران سیریز کے دلچسپ سنسنی خیز اور معیاری تراجم

ناول	مصنف	مترجم	قیمت	ناول	مصنف	مترجم
نقلی تصویر	جیمس ہیڈلے چیز	اثر نعمانی	۴/-	مغرور مجرم	جان ڈکسن کار	اثر نعمانی
ہیرے کا راز	"	"	۴/-	نقلی لاش	جیمس ہیڈلے چیز	"
جعلی نشان	ارل اسٹینلے گارڈنر	"	۴/-	قانونی قتل	اے اے فیر	"
دشمن دوست	مائیک بریٹ	"	۴/-	پراسرار کچھوا	جیمس ہیڈلے چیز	"
قاتل ہیرے	جیمس ہیڈلے چیز	"	۴/-	ڈائری کا راز	ہیرٹ ہالیڈے	"
خونی دستاویز	رچرڈ ڈالیس راتھر	مسلم رحمانی	۴/-	سرخ ماچس	جیمس ہیڈلے چیز	"
گوریلا انسان	سیکسٹن ہمر	اثر نعمانی	۴/-	معصوم قاتلہ	"	"
خوبصورت لاش	جیمس ہیڈلے چیز	"	۴/-	لاشوں کی برسات	"	"
چوکہ	رچرڈ ڈالیس راتھر	"	۴/-	بدنصیب مجرم	"	"
خونی وصیت	کارٹر براؤن	"	۴/-	چالاک قاتل	"	"
کمرہ نمبر ۲۷	اے اے فیر	"	۴/-	ہیرے کی تلاش	"	"
غدار کون	جیمس ہیڈلے چیز	"	۴/-	خوش نصیب جج	"	"
ہرا دروازہ	اے اے فیر	"	۴/-	سونے کی چوری	الیسٹر میکلین	"
زہریلی آواز	جیمس ہیڈلے چیز	"	۴/-	آخری فیصلہ	جیمس ہیڈلے چیز	"
پوڈر کی ڈبیہ	"	"	۴/-	خونی مائیکروفون	جین بروس	سراج الدین شیدا
سراغرساں کتا	"	"	۴/-	مطلبی دوست	جیمس ہیڈلے چیز	اثر نعمانی
خوبصورت انتقام	ایڈگر والس	"	۴/-	ہٹلر کے قیدی	جان کمر بیری	سراج الدین شیدا

ناول	مصنف	مترجم	قیمت	ناول	مصنف	مترجم	قیمت
غدار جاسوس	ایڈورڈ ایس آرونز	صدیق احمد	۴/-	خوفناک سانپ	مکی سپلین	الف ایم صدیقی	۴/-
باڈی گارڈ	جیمس ہیڈلے چیز	اثر نعمانی	۴/-	موت کا جال	جان ڈی میکڈانلڈ	سراج الدین شیدا	۴/۵۰
ہرجائی مقتول	اے اے فیر	"	۴/۵۰	مجرم رقاصہ	جیمس ہیڈلے چیز	اثر نعمانی	۷/-
ناکام قاتل	جیمس ہیڈلے چیز	"	۴/۵۰	شیطانی منصوبہ	پیٹر او ڈونل	سراج الدین شیدا	۴/۵۰
موت کی وادی	مچل ایوالون	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	بھیانک انتقام	ایڈورڈ ایس آرونز	صدیق احمد	۴/-
فرضی مجرم	جیمس ہیڈلے چیز	اثر نعمانی	۴/۵۰	فاتح جاسوس	برکلے گرے	الف ایم صدیقی	۴/-
فریبی حسینہ	روز میکڈانلڈ	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	موت کی نیند	مائک ڈاسکو	سراج الدین شیدا	۴/-
پراسرار جزیرہ	رچرڈ ایس پراتھر	مسلم رحمانی	۴/۵۰	بوتا مجرم	جیمس ہیڈلے چیز	الف ایم صدیقی	۴/-
خونی ٹرک	جیمس ہیڈلے چیز	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	قاتل دوست	جان ڈی میکڈانلڈ	سراج الدین شیدا	۴/-
سیاہ دائرے	برکلے گرے	الف ایم صدیقی	۵/-	دیوانہ قاتل	جیمس ہیڈلے چیز	"	۴/-
جاسوس جج	رچرڈ ایس پراتھر	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	بیگناہ قاتل	ہنری ہولٹ	الف ایم صدیقی	۴/-
عیاش حسینہ	نک کوارٹر	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	کہانی کا فریب	جیمس ہیڈلے چیز	سراج الدین شیدا	۴/-
خوفناک سایہ	ہنری ورنس	مسلم رحمانی	۴/۵۰	ہرجائی جاسوس	کارٹر براؤن	"	۴/-
شب کا مسافر	ڈونالڈ ہملٹن	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	انتقام کی آگ	جیمس ہیڈلے چیز	الف ایم صدیقی	۴/-
سونے کی کان	بریٹ ہالیڈے	الف ایم صدیقی	۴/۵۰	سائے کا تعاقب	"	سراج الدین شیدا	۴/-
مقتول کا اغوا	جیمس ہیڈلے چیز	اثر نعمانی	۵/-	ٹوٹ گئی زنجیر	"	الف ایم صدیقی	۴/۲۵
خاموش انتقام	ڈیوس گوڈس	سراج الدین شیدا	۴/-	جنت میں شیطان	رچرڈ ایس پراتھر	سراج الدین شیدا	۴/۲۵
زہریلی گیس	ایڈورڈ ایس آرونز	صدیق احمد	۴/-	قاتل کی روح	جیمس ہیڈلے چیز	"	۴/۵۰

ناول	مصنف	مترجم	قیمت	ناول	مصنف	مترجم
قاتلوں کا قافلہ	ایلسٹر میکلین	صدیق احمد	۴/۵۰	مائی لیڈی	سیکسن ویمر	الف ایم صدیقی
نوٹوں کی بارش	جیمس ہیڈلے چیز	الف ایم صدیقی	۴/۵۰	ہوس کے غلام	جیمس ہیڈلے چیز	سراج الدین شیدا
لٹکی لاشیں	ایلسٹر میکلین	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	خوف کی کلید	ایلسٹر میکلین	"
روڈ بلاک	ہلیری ووگ	الف ایم صدیقی	۴/۵۰	خونی بلیک میلر	جیمس ہیڈلے چیز	"
جیب تراش بیوی	جیمس ہیڈلے چیز	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	ننگی لاشیں	جان ہملٹن	الف ایم صدیقی
ڈائری کا ہنگامہ	جمی سنکلئر	محمد یعقوب	۴/۵۰	گمشدہ عورت	رچرڈ ایس پراتھر	سراج الدین شیدا
خوفناک پاگل	جیمس ہیڈلے چیز	الف ایم صدیقی	۴/۵۰	مقتول کا تحفہ	جیمس ہیڈلے چیز	الف ایم صدیقی
بزدل قاتل	کارٹر براؤن	سراج الدین شیدا	۴/۵۰	گھر کا بھیدی	ایڈورڈ ایس آرونز	صدیق احمد
اسمالڈی کا ہار	جیمس ہیڈلے چیز	"	۴/۵۰	ذہین جلاد	جیمس ہیڈلے چیز	سراج الدین شیدا
چوتھا بیکم	"	"	۷/-	گناہ کے سائے	پیٹرک کوئنٹن	"
خونی تہذیب	"	اثر نعمانی	۵/۵۰	دوسرا چہرہ		الف ایم صدیقی

ہر شمارہ ایک مکمل ناول کا دلچسپ ترجمہ ہوتا ہے کم سے کم تین شمارے یکمشت طلب کرنے پر ڈاک خرچ فری اور دس شمارے یا اس سے زائد کے آرڈر پر پچیس فیصد رعایت اور ڈاک خرچ فری۔

نوٹ:۔ یہ موجودہ قیمتیں ہیں فرمائش کے وقت جو قیمت ہوگی وہ ہی وصول کی جائے گی۔

کامران سیریز اقبال روڈ، راولپنڈی (پاکستان)